بنتِ حلب

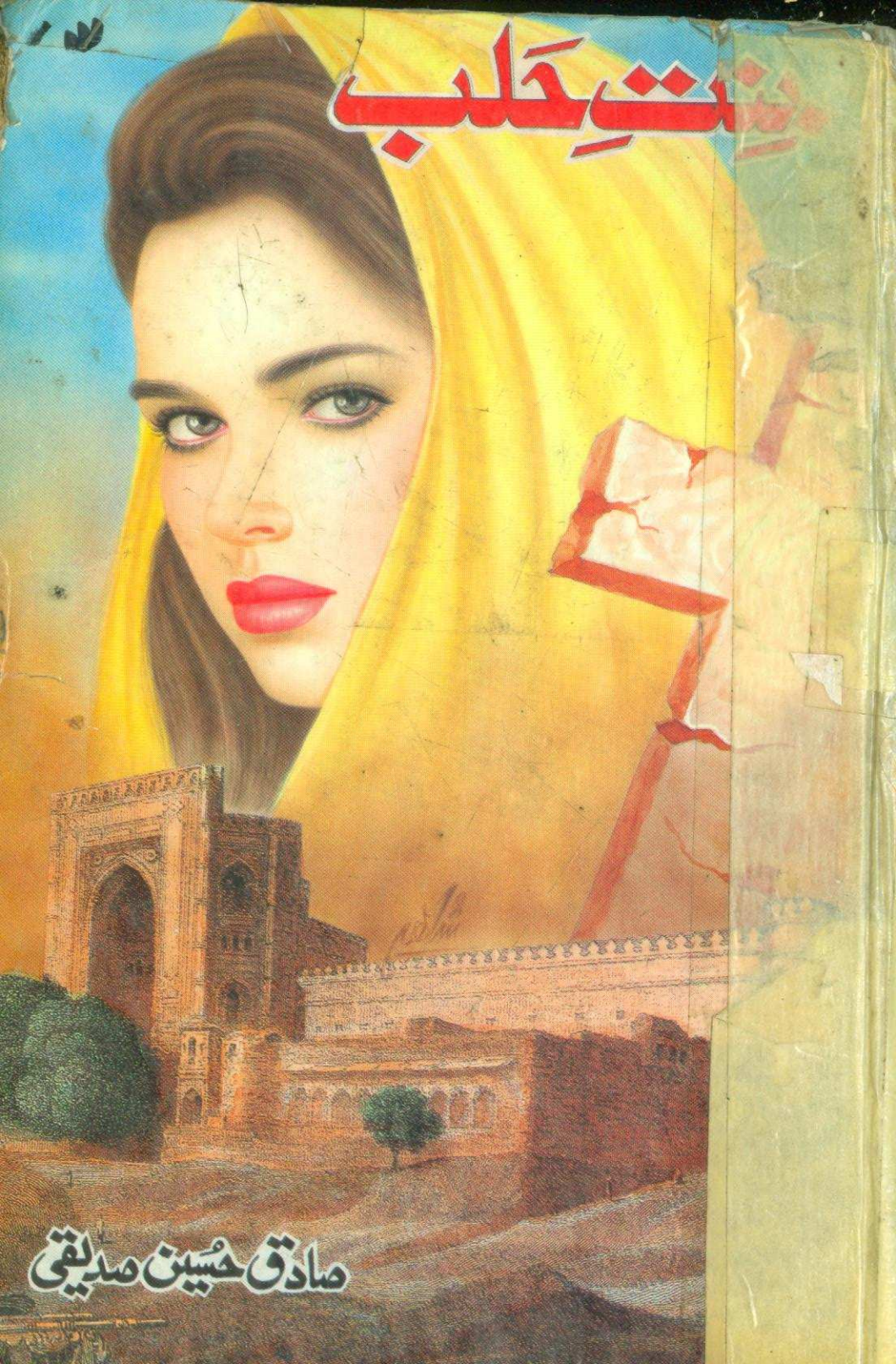

صادق حسین صدیقی

بنتِ حلب

صادق حسین صدیقی

مکتبہ القریش چوک اردو بازار لاہور۲

آغازِ محبّت

ہمارا ناول اس مبارک زمانہ سے شروع ہوتا ہے جب مجاہدینِ اسلام ملک شام کے مرسبز اور شاداب خطہ کو فتح کرتے ہوئے قنسرین تک پہنچ گئے تھے۔

عرب مجاہدین کی جرأت و شجاعت نے رومیوں کو مرعوب کر دیا تھا۔ عیسائی حیرت و استعجاب سے ان کی فتوحات کو دیکھ رہے تھے۔ ہرقل اعظم (روم کی شہنشاہ) مسلمانوں کی بہادری کے واقعات سن سن کر متاثر ہو رہا تھا۔ عربوں کی متواتر فتوحات نے اسے خائف کر دیا تھا۔ وہ اپنے ماتحت والیانِ ملک کو کمک پر کمک بھیج رہا تھا۔ رومی جان توڑ کر لڑ رہے تھے لیکن مسلمانوں کا سیلاب کسی طرح نہ رُکتا تھا۔ سارے ملک شام میں عربوں کی بہادری کا چرچا تھا۔ ہر گھر میں مسلمانوں کی شجاعت و لسالت، اتفاق و اتحاد، تدبر و فراست اور عبادت و ریاضت کے تذکرے ہو رہے تھے۔

ہرقلِ اعظم نے مسلمانوں کا استیصال کرنے کے لیے یرموک کے مقام پر تیس ہزار مسلمانوں کے مقابلہ میں دس لاکھ رومیوں کا لشکر بھیجا تھا۔ رومیوں کے اس لشکر میں ملک شام کے دلیر اور نڈر عیسائی تھے۔ عیسائیوں نے سمجھ لیا تھا کہ سب کے سب مسلمان فنا کر دیے جائیں گے۔ شامیوں کی نظریں اس جنگ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کو کسی طرف سے امداد پہنچنے کی امید نہ تھی۔ وہ خدا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ خدا نے ان کی مدد کی۔ رومیوں کو اس جنگ میں شکست فاش ہوئی۔ اس شکست نے تمام رومیوں کو دل شکستہ کر دیا تھا۔ وہ مسلمانوں سے ڈرنے لگے تھے۔

مسلمان فاتحانہ بڑھ رہے تھے۔ انہوں نے قلنسرین کو بھی فتح کر لیا تھا۔ اب ان کا ارادہ حلب کی طرف پیش قدمی کرنے کا تھا۔

اس زمانے میں حلب کا حکمران یوقنا تھا۔ یہ نہایت بہادر، دانشمند اور مدبّر تھا۔ یہ عیش و عشرت سے سخت متنفّر تھا۔ پکّا عیسائی تھا۔ اپنے مذہب پر جان و مال قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ اسے عربوں کی فتوحات مبالغہ آمیز نظر آتی تھیں۔ جن شہروں کو اہلِ اسلام نے فتح کر لیا تھا ان کے عیسائی باشندوں کو وہ سخت بزدل جانتا تھا۔ ان کی شکست پر ان کا تمسخر اڑایا کرتا تھا۔ وہ ایسا بہادر اور دانش مند تھا کہ اس سے صرف اس کے ہمسایہ والیانِ ملک ہی نہیں ڈرتے تھے بلکہ ہرقلِ اعظم بھی اس سے خائف رہتا تھا اور اکثر والیانِ ملک اسے تحائف بھیجا کرتے تھے۔

یوقنا کا ایک چھوٹا بھائی یوحنا تھا۔ وہ عیسائی مذہب کا عالم تھا۔ اکثر کلیسہ میں رہتا تھا جب وہ کلیسہ میں رہتا تھا تو لوگ اس کے باہر نکلنے کے منتظر رہتے تھے۔ جب وہ باہر نکلتا تو لوگ کثرت سے اس کے گرد جمع ہو جاتے اور وعظ و نصیحت سنا کرتے۔

سب لوگ اس کے عالمِ دین ہونے کی وجہ سے اس کی بہت زیادہ وقعت کرتے تھے۔ دور دور سے عیسائی مذہب کے عالم اس سے دینی مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے آیا کرتے تھے۔ اگرچہ اس کی عمر ایسی کچھ زیادہ نہ تھی لیکن قدرت نے اسے علم کے ساتھ ہی فہم و فراست کا بھی زبردست حصہ عطا فرمایا تھا۔

وہ عالمِ باعمل تھا۔ خوش بیان تھا۔ اس کی تقریر لوگ نہایت دلچسپی سے سنا کرتے تھے۔ وہ جنگ و جدل سے نفرت کرتا تھا۔ خونریزی کو کسی وقت بھی پسند نہ کرتا تھا۔ بنی نوعِ انسان کی خدمت کرنا فرضِ منصبی خیال کرتا تھا۔

ان دونوں بھائیوں میں بے انتہا محبت تھی۔ ایک دوسرے پر پروانہ وار فدا تھے۔ لوگ ان کی محبت کی تمثیل دیا کرتے تھے۔

شہر حلب نہایت پُر رونق تھا۔ اس کی صاف ستھری بلند عمارتیں اس کے باشندوں کے تمول کو ظاہر کرتی تھیں۔ سڑکیں نہایت کشادہ تھیں۔ شہر سے کسی قدر فاصلے پر قلعہ حلب تھا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم اور فلک رفعت تھا۔ اس کی مضبوطی اور بلندی کو دیکھ کر یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ قلعہ فتح ہو سکتا ہے۔ عام طور پر یہ قلعہ ناقابلِ تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔

موسمِ بہار کا زمانہ تھا۔ درختوں میں نئی نئی کونپلیں پھوٹ آئی تھیں۔ پودوں نے سبز لباس پہن لیا تھا۔ قدرت کا یہ سبز خلعت آنکھوں کے لیے دیدہ زیب تھا۔

صبح کا سہانا سماں تھا۔ آفتاب کی شعاعیں درختوں کی چوٹیوں پر لوٹ رہی تھیں۔ کہیں کہیں سبز درخت شعاعوں کے انعکاس سے بہت ہی بھلے معلوم ہو رہے تھے۔

روزانہ صبح نت نئی شان سے آتی ہے۔ لوگ اس کی آمد پر خوش ہوتے ہیں۔ اس کی جلوہ گری انسانوں کے دلوں میں انبساط پیدا کر دیتی ہے۔ خوش مذاق لوگ صبح کے وقت چہل قدمی کرنا صد ہزار نعمت خیال کرتے ہیں۔ اس وقت شہر حلب کے باشندے باغوں اور سیرگاہوں میں تفریح کے لیے جا رہے ہیں۔

قلعہ حلب کے قریب ایک نہایت دلکش باغ تھا۔ باغ کے وسط میں سنگِ مرمر کی کوٹھی تھی۔ اس باغ میں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہ تھی کیونکہ اس میں زیادہ تر یوقنا کے اہل و عیال سیر و تفریح کیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی اس باغ میں یوقنا کی پری جمال بیٹی لوسی اپنی سہیلیوں کے ہمراہ تفریح کرنے آئی تھی۔

لوسی نہایت خوبصورت تھی۔ بڑھے ہوئے حسن کی بدولت اس کے چہرے پر نظر نہ ٹھہرتی تھی۔ بڑی بڑی متوالی آنکھیں ہر وقت تیر برساتی رہتی تھیں۔ یاقوتی لبوں پر تبسم کا نمودار ہونا دیکھنے والوں پر بجلیاں گراتا تھا۔ اس کے موتی جیسے شفاف و صاف سفید دانت بہت ہی پیارے معلوم ہوتے تھے گردن صراحی دار تھی اور اگر مبالغہ نہ سمجھا جائے تو صراحی دار گردن حسن کا فوارہ تھا جو حسن کو پیارے پیارے گول چہرے پر چھینٹا رہتا تھا۔ سینہ کا ابھار غضب ڈھا رہا تھا۔ تمام جسم سڈول اور بھرا بھرا تھا۔ اس نور کی پتلی پر حسن و جمال خود فریفتہ تھے۔

اس وقت لوسی گلابی پوشاک زیب تن کیے ہوئے تھی۔ سر پر نیم دائرہ کا پھولوں کا تاج تھا۔ تاج کے اوپر سیاہ زربفتی رومال چڑھا ہوا تھا جس نے اس کے حسن میں اور بھی چار چاند لگا دیے تھے۔ وہ پیکرِ حسن شعلۂ جوالہ معلوم ہو رہی تھی۔

لوسی صاف و شفاف روشوں پر چہل قدمی کر رہی تھی۔ اس کی سہیلیاں اس کے ساتھ تھیں۔ اس روش کے دونوں طرف پھولوں کے پودے کھڑے تھے جن کی ڈالیوں پر پھول لد رہے تھے۔ ان پھولوں کی خوشبو سے تمام باغ مہک رہا تھا۔ ایک چنچل لڑکی نے کچھ پھول توڑے۔ کمسنی کے باعث طبیعت میں الھڑپن تو تھا ہی۔ اس نے سامنے سے آنے والی لوسی پر پھولوں کو کھینچ مارا۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

لوسی جھجکی۔ اس کی سہیلیوں نے قہقہہ لگایا۔ لوسی ندامت سے مسکرائی۔ اس کا جھجکنا اور ندامت سے مسکرانا، دونوں ادائیں عشاق کو قتل کرنے کے لیے کافی تھیں۔

اس عمر میں شوخی کا ہونا لازمی ہے۔ لوسی نے بھی پھول توڑنے شروع کیے۔ چونکہ وہ جلدی جلدی پھول توڑ رہی تھی اس لیے اکثر بے احتیاطی کے باعث اس کی نازک نازک انگلیوں میں کانٹا لگ جاتا تھا۔ جب کانٹا لگتا، وہ جلدی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتی مگر بڑھی ہوئی شوخی مجبور کرتی اور وہ پھر پھول توڑنے میں مشغول ہو جاتی۔

صرف لوسی ہی نہیں بلکہ سب لڑکیاں پھول توڑنے میں منہمک تھیں لیکن ایک دوسری کو دزدیدہ نظروں سے دیکھ دیکھ کر مسکراتی جاتی تھیں۔ کبھی کبھی اشارے بازیاں بھی ہو جاتی تھیں۔ یہ اشارے لوسی کی طرف ہو رہے تھے۔

لوسی نے بہت سے پھول توڑ لیے تو وہ پھولوں کے پودوں کے پاس سے ہٹ کر روش پہ آ گئی اور نزاکت بھرے ہاتھوں سے اپنی سہیلیوں کی طرف پھول پھینکنے لگی۔ اب سب لڑکیاں روش پہ آ گئیں اور ایک نے دوسری پہ پھول برسانے شروع کر دیے۔

لوسی نازک تھی۔ بڑھی ہوئی نزاکت کے باعث اس کے پھول دور تک نہ جا سکتے تھے اس لیے وہ جس قدر تیزی سے اس سے بڑھا جاتا تھا آگے بڑھ کر پھول پھینکتی تھی اور جلدی سے اپنی پہلی جگہ پہ واپس آ جاتی تھی۔ اس کی سہیلیاں بھی بڑھ بڑھ کر پھول پھینک رہی تھیں۔ سبزہ زار روش پہ پھول ہی پھول بکھرے پڑے تھے۔

نازک اندام لوسی کو دوڑنے کی وجہ سے سانس چڑھ گیا تھا۔ اس کا پیارا پیارا چہرہ تمتما کر گلاب کے پھول کی سی رنگت کا ہو گیا تھا۔ اس کے عارضِ تاباں پہ پسینہ کے ننھے ننھے قطرے نمودار ہو چلے تھے جو بالکل ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے گلاب کے پھول پر شبنم کے قطرے۔

اس وقت اس گل اندازی سے صرف لڑکیوں ہی کو لطف نہیں آ رہا تھا بلکہ سب سے زیادہ خوش لوسی ہو رہی تھی۔ جب پھول اس کی طرف آتے تھے اور وہ ان سے بچنے کے لیے جھجک کر کسی قدر جھکتی یا سرو قد ہو کر پیچھے ہٹتی تو دیکھنے والا اس کی ان اداؤں پر نثار ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

ایک بار ایک شوخ لڑکی لوسی کی طرف بڑھی۔ لوسی پیچھے ہٹی۔ اس لڑکی نے پھول پھینکے۔ لوسی جھجکی۔ وہ سنبھلنا چاہتی تھی لیکن سنبھل نہ سکی۔ اس نے بائیں پیر کا زانو زمین پر رکھ دیا اور داہنے پیر پر کھڑی ہو کر مسکرانے لگی۔

لڑکیوں کو یہ اچھا موقع مل گیا۔ وہ سب بڑھیں اور سب نے سارے پھول لوسی کے اوپر ڈال دیے۔ لوسی نے داہنا ہاتھ پھولوں سے بچنے کے لیے اوپر اٹھایا اور سارے پھول اس کے پیروں میں ڈھیر ہو گئے۔

لڑکیاں کھلکھلا کر ہنس پڑیں اور تالیاں بجانے لگیں۔ لوسی بھی کھڑی ہو گئی اور وہ بھی ہنسنے لگی۔ جب وہ ہنستی تھی تو اس کے ہنسنے سے اس کے یاقوتی لب کھل کر سفید سفید دانت چمکتے تھے تو اس کے ملیح چہرے پر صباحت دوڑ جاتی تھی اور اس کا حسن اور بھی زیادہ دل فریب ہو جاتا تھا۔

ابھی لڑکیاں ہنس ہی رہی تھیں کہ ان میں سے ایک لڑکی کی نظر سامنے روش پہ پڑی۔ اس نے گھبرا کر کہا:

"غضب ہو گیا۔ عادل بادشاہ تشریف لا رہے ہیں۔"

اس فقرے نے جادو کا اثر کیا۔ سب نے گھبرائی گھبرائی ہرنیوں کی طرح نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا تو یوقنا ادھر ہی آ رہا تھا۔ وہ سب دم بخود ہو گئیں۔

لوسی نے کہا:

"چپ ہو جاؤ۔ یہ آج اس وقت کیسے چلے آئے؟"

سہیلیوں کی شوخی رخصت ہو گئی۔ انھوں نے متین صورت بنالی۔ پری زاد لوسی اپنے باپ یوقنا کی تعظیم کے لیے بڑھی۔ اس کی سہیلیاں اس کے پیچھے پیچھے چلیں۔

اب یوقنا قریب آ گیا تھا۔ وہ قد آور اور مضبوط آدمی تھا۔ چہرہ خوبصورت اور بارعب تھا۔ پیشانی کشادہ تھی۔ اس کے بشرہ سے شجاعت اور اقبال مندی ہویدا تھی۔ اس کے پیچھے ایک بیس بائیس سالہ نوجوان تھا۔

یہ نوجوان نہایت خوبصورت تھا۔ اس کا مردانہ حسن قابلِ رشک تھا۔ غیر ممکن تھا کہ اسے کوئی دیکھے اور دوبارہ دیکھنے کی آرزو نہ کرے۔ اس کا چہرہ بارعب تھا۔

یوقنا قریب پہنچا تو لوسی نے نہایت ادب سے جھک کر سلام کیا۔ یوقنا نے دعا دے کر کہا:

"بیٹی لوسی۔ میں خوش ہوں کہ تم وقت کی قدر کرتی ہو۔ قدرت نے ہر وقت سیر ہی کیلیے بنایا ہے۔ آج تمہارے باغ میں شہزادہ لادن بھی سیر کرنے آئے ہیں۔"

لوسی نے کہا: "بڑی مہربانی کی۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

شہزادہ لاون آگے بڑھا۔ اس نے پری وش لوسی سے مصافحہ کیا۔ لوسی کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہی شہزادہ لاون کے جسم میں بجلی سی دوڑ گئی۔ حور وش لوسی کے حسن سے اس کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ اس کے حواس جاتے رہے۔ اس نے اپنی تیز نظریں لوسی کے نازک رخساروں پر گاڑ دیں اور جسم بے جان ہو کر رہ گیا۔

لوسی کو بھی ایک نئے مسحور کن جذبے کا احساس ہوا۔ اس نے شرمائی ہوئی نظروں سے مسکرا کر شہزادے کو دیکھا۔ لوسی کی نگاہِ غلط انداز نے لاون کے ضبط و تحمل کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ تیرِ نظر نے اس کے دل کو زخمی کر دیا۔ برقِ تبسم نے زخم خوردہ دل کو جلا ڈالا۔ دل سے شعلہ اٹھا۔ دھواں اس کے دماغ میں پہنچا۔

شہزادے نے مضطرب ہو کر ایک آہ کی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوسی گھبرا گئی۔ یوفنا حیران ہوا۔ لڑکیوں نے تعجب کیا۔ یوفنا سنبھلا۔ اس نے لوسی کی طرف دیکھا۔ لوسی کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ کانپ رہی تھی۔

یوفنا نے کہا:

"بیٹی گھبراؤ نہیں۔ شہزادہ نازک مزاج ہے۔ اس وقت گرمی ہو گئی ہے۔ گرمی نے نازک مزاج شہزادے کے دل و دماغ پر اثر کیا اور یہ بے ہوش ہو گیا۔ لڑکیو! خوشبودار پھول لاؤ۔"

لڑکیاں پھول لینے دوڑ گئیں۔ لوسی شہزادہ کے قریب بیٹھ گئی۔ یوفنا لڑکیوں کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ شہزادہ ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔ لوسی گھبرائی ہوئی ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

لڑکیاں پھول لے کر آئیں۔ یوفنا نے پھول لے کر لوسی کو دیے اور کہا:

"بیٹی۔ یہ پھول شہزادے کو سنگھاؤ۔"

پری جمال لوسی نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پھول لے لیے۔ وہ شہزادہ کے اوپر جھکی اور اس وارفتہ ہوش کو پھول سنگھانے لگی۔ وہ شہزادے کے اوپر اس قدر جھک گئی کہ اس کا گداز جسم شہزادے کے جسم سے مس ہو گیا۔

شہزادے نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔ اس نے حسن و جمال کی مجسم تصویر کو اپنے اوپر جھکے ہوئے دیکھا تو وہ اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگا۔

شہزادے کے آنکھیں کھولتے ہی لوسی علیحدہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

یوفنا نے کہا:

"شہزادے۔ اب طبیعت کیسی ہے؟"

شہزادہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا:

"خدا کا شکر ہے اب اچھا ہوں۔"

لوسی نے مسکرا کر کہا:

"آپ نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا تھا۔"

اب شہزادہ لاون اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:

"افسوس کہ میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی۔"

یوفنا نے فوراً کہا:

"نہیں شہزادے۔ تکلیف کی کوئی بات نہیں البتہ ہم سب گھبرا ضرور گئے تھے۔"

لوسی: نہیں نہیں جہاں پناہ۔ میں ڈر گئی تھی۔ دیکھیے اس وقت تک میرا جسم کانپ رہا ہے۔

لاون: مجھے افسوس ہے کہ کیوں میں خود رفتہ ہو گیا لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ یہ اضطراری کیفیت تھی تاہم چونکہ میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی اس لیے میں معافی چاہتا ہوں۔

لوسی نے شرم آلود نظروں سے شہزادے کو دیکھا اور کسی قدر مسکرا کر کہا:

"معافی کی کوئی ضرورت نہیں۔"

شہزادہ لاون ان ہوشربا نگاہوں سے پھر متاثر ہوا۔ برقِ تبسم نے اس کے حواس پھر سلب کرنا چاہے۔ اس کی آنکھیں جھکنے لگیں لیکن وہ سنبھل گیا۔

یوفنا نے اس کی یہ کیفیت دیکھی۔ اس نے کہا:

"شہزادے! تمہاری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ چلو قلعہ میں چل کر آرام کرو۔"

لاون: میرے بادشاہ۔ میں اب اچھا ہوں۔ اتفاقیہ میری طبیعت بگڑ گئی تھی۔

یوفنا: لیکن تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔

لاون: بہت خوب۔ میں تعمیلِ حکم کے لیے حاضر ہوں۔

یوفنا: بیٹی لوسی۔ اب گرمی کا وقت ہو گیا ہے۔ تم بھی زیادہ دیر باغ میں نہ ٹھہرنا۔

لوسی نے افسردگی کے ساتھ کہا:

"بے شک گرمی ہو گئی ہے۔ میں بھی ابھی چلی جاؤں گی۔"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

لوقنا: آؤ شہزادے!

اگرچہ نوگرفتارِ محبت لاون کا دل اس رشکِ حور کے پاس سے جانے کو نہ چاہتا تھا لیکن مجبوری تھی۔ اس نے محبت بھری نظروں سے لوسی کو دیکھا اور دل پر جبر کر کے یوقنا کے ہمراہ قلعہ کی طرف چلا گیا۔

شہزادے کے جاتے ہی لوسی پر افسردگی چھا گئی۔ اس کی ساری شوخی جاتی رہی۔ اس نے اپنی طبیعت کے اس انقلاب پر غور کیا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ وہ خاموش ہو گئی۔

اس کی سہیلیوں نے اسے بہت کچھ چھیڑا۔ ہنسی مذاق کی باتیں کیں لیکن اسے کچھ ایسی چپ لگی کہ ہنسنا اور بولنا تو کیا، اس کے نازک لبوں پر تبسم بھی نمودار نہ ہوا۔

اب آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا۔ دھوپ درختوں کی چوٹیوں سے اتر کر سبزہ زار فرش پر لوٹنے لگی تھی۔ ایک لڑکی نے کہا:

"شہزادی صاحبہ۔ اس وقت دھوپ تیز ہو گئی ہے اب واپس چلنا چاہیے۔"

لوسی کسی خیال میں محو تھی۔ وہ چونک پڑی۔ اس نے اپنے قدموں تک آنے والی دھوپ کو دیکھا اور آہستہ سے کہا:

"آج بہت دیر ہو گئی۔ آؤ اب واپس چلیں۔"

پھر یہ سب خراماں خراماں محلسرا کی طرف روانہ ہو گئیں۔

○

شہزادہ لاون یوقنا کا رشتہ دار تھا۔ اس کے باپ کا نام اوریس تھا۔ یوقنا اور اوریس چچازاد بھائی تھے۔ حلب سے آگے بڑھ کر قلعہ اعزاز تھا۔ اوریس قلعہ اعزاز کا حاکم تھا۔ چونکہ طوائف الملوکی کا زمانہ تھا اس لیے ہر قلعہ کا حاکم دوسرے سے خائف رہتا تھا اور چونکہ یوقنا کے تدبر و شجاعت سے ہر قلی اعظم بھی ڈرتا تھا اس لیے اوریس حاکم اعزاز بھی اس سے ڈرتا تھا اور اس خوف ہی کی وجہ سے وہ ہر سال اپنے بیٹے شہزادہ لاون کو بیش قیمت تحائف دے کر یوقنا کی خدمت میں اس کی خوشنودی کے لیے بھیجا کرتا تھا۔

شہزادہ لاون ہمیشہ آتا تھا اور ایک ایک دو دو مہینے مقیم رہ کر واپس چلا جاتا تھا۔ وہ آج تک محلسرا یا شاہی باغ میں نہیں گیا تھا نہ اس نے کبھی حور وش لوسی کو دیکھا تھا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ

اس نے اس غارت گرِ دین و ایمان کو دیکھا اور اپنا نازپروردہ دل ایک ہی نگاہِ سحر آفریں کی نذر کر دیا۔

جس وقت سے وہ باغ سے واپس آیا تھا اس کی طبیعت خراب تھی۔ اس کے دل میں کسی کے تیرِ نظر نے خلش پیدا کر دی تھی اور وہ بے چین ہو ہو کر پہلو بدل رہا تھا۔

وہ خوش مذاق تھا، لطیفہ گوئی اس کی عادت تھی۔ خود بھی ہنستا تھا اور اپنے ہم جولیوں کو بھی ہنساتا رہتا تھا لیکن اب وہ خاموش تھا۔ ہنسی مذاق اسے ناگوار گزر رہا تھا۔ اس کے ہمجولی تھے مگر کسی میں یہ جرأت نہ تھی کہ شہزادے سے افسردہ خاطر ہونے کی وجہ پوچھ سکے۔

صبح سے دوپہر ہو گئی۔ خاصہ تیار ہونے کی اطلاع ہوئی۔ شہزادے کو بھوک نہ تھی اس نے طبیعت خراب ہونے کا عذر کر دیا۔ اس کے ہم جلیس اٹھ گئے اور شہزادہ خیالِ یار میں الجھنے کے لیے تنہا رہ گیا۔ بے چارہ نوگرفتارِ محبت بستر پر پڑ کر کروٹیں بدلنے لگا۔ مچلی ہوئی طبیعت نے کسی کروٹ چین نہ لینے دیا۔ دوپہر سے شام تک تڑپتا رہا۔

اس کے مصاحبوں میں توما کسی قدر منہ چڑھا ہوا تھا۔ وہ شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شہزادہ منہ ڈھانکے پڑا تھا۔ اس نے کہا:

"جنابِ والا!"

لاون نے منہ کھول کر دیکھا۔ اس نے کہا:

"توما۔ تم ہو؟"

توما: سرکار میں ہوں۔ آپ کی طبیعت معلوم کرنے آیا ہوں۔

لاون: میری طبیعت۔ ایک شوریدہ سر کی طبیعت کا حال دریافت کر کے کیا کرو گے؟

توما: آپ کے افسردہ خاطر ہونے سے بندگانِ عالی سخت پریشان ہیں۔

لاون: کاش۔ میں یہاں نہ آتا۔

توما: لیکن کونسی بات بارِ خاطر ہوئی؟

لاون: کوئی بات بارِ خاطر نہیں ہوئی۔ پھر بھی میں مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔

توما: میرے شہزادے آپ کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔

لاون: ایسی مصیبت جس نے چند ہی گھنٹوں میں مجھے پریشان کر دیا۔

توما: لیکن میری سمجھ سے بالاتر ہے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

لاون : بے شک توما میں سودائی ہو گیا۔ دل چاہتا ہے کہ کپڑے پھاڑ کر جنگلوں میں نکل جاؤں۔

توما : اگر آپ ناراض نہ ہوں تو عرض کروں کہ یہ عشق و محبت کا پیش خیمہ ہے۔

لاون : تو نے سچ کہا۔ میں ایک حسن کی دیوی کا پرستار بن گیا۔

توما : تعجب ہے۔ کیا وہ بہت خوبصورت ہے۔

لاون : ایسی خوبصورت کہ چاند اس کو دیکھ کے شرمائے۔ توما، حسن اس پر خود شیدا ہے۔

توما : وہ پیکرِ حسن کون ہے؟

لاون : یوقنا کی بیٹی لوسی۔

توما ششدر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ یوقنا خود کو اپنے ہمسروں سے بالاتر سمجھتا ہے۔ جس وقت اسے معلوم ہوا کہ لاون لوسی کو چاہتا ہے تو وہ برہم ہو کر ضرور کوئی فتنہ کھڑا کر دے گا۔

لاون نے توما کو خاموش دیکھ کر کہا:

"توما۔ تو نے کیا سوچا ہے؟"

توما : میں اس محبت کا نتیجہ خیال کر رہا ہوں۔

لاون : یہ فضول ہے۔ تو مجھ سے سن۔ میں جانتا ہوں کہ اس محبت کا نتیجہ میری موت ہے۔

توما : خدا نہ کرے۔ حضور کار میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔

لاون : اور میرے خاندان کی تباہی۔

توما : صاف گوئی اچھی ہوتی ہے۔ میرا یہی خیال ہے۔

لاون : لیکن میں وہ وقت نہ آنے دوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ لوسی پر میرا اختیار نہیں۔ یوقنا پر میری بات کا اثر نہیں ہو سکتا اس لیے افشائے راز سے پہلے ہی میں اپنی جان دے دوں گا۔

توما : لیکن ایک بات ہو سکتی ہے۔

اب لاون اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا:

"توما بیٹھ جاؤ۔ بتاؤ کیا بات ہے؟"

توما بیٹھ گیا۔ اس نے کہا:

"شہزادے کو معلوم ہے کہ عرب جو اپنے آپ کو مسلمان بتاتے ہیں۔ وہ اس وقت قنسرین میں موجود ہیں"

لاون : ہاں میں نے سنا ہے انھوں نے قنسرین فتح کر لیا ہے۔

توما : اب ان کا ارادہ حلب پر حملہ کرنے کا ہے۔

لاون : البتہ یہ خبر پریشان کن ہے۔

توما : عرب نہایت ایماندار، وعدے کو پورا کرنے والے اور دیانت دار ہیں۔

لاون نے حیرت سے توما کی طرف دیکھ کر کہا:

"لیکن تو عربوں کا ذکر کس لیے کر رہا ہے؟"

توما : اس لیے کہ ان کے ذریعے سے آپ کی مطلب براری ہو سکتی ہے۔

لاون : توما۔ تو کیا مجھے خود غرض سمجھتا ہے۔ کیا میں قوم کے ساتھ غداری کروں۔ نہیں۔ میں ہرگز اپنی قوم کو تباہ کرنے کے لیے عربوں سے ساز باز نہیں کر سکتا۔

توما : لیکن اس تباہی خیز انجام سے یہ بہتر ہے.....

لاون نے انتہائی برہم ہو کر کہا:

"ایک عیسائی کبھی مسلمانوں سے التجا نہیں کرے گا۔"

توما : آپ کو التجا کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اس کام کو انجام دے سکتا ہوں۔

لاون : توما۔ میں مرنا پسند کروں گا لیکن قوم کے ساتھ غداری کبھی نہ کروں گا۔

توما : جناب والا۔ برہم نہ ہوں۔ بات جو میری سمجھ میں آئی وہ میں نے عرض کر دی لیکن آج آپ نے کھانا نہیں کھایا۔

لاون : ہاں مجھے اس وقت بھوک نہیں ہے۔

توما : مگر شہزادے۔ کھائے بغیر کوئی کب تک جی سکتا ہے۔

لاون : لیکن جس کے دل میں محبت کی آگ بھڑک رہی ہو وہ کھانا کیسے کھا سکتا ہے۔

توما : شہزادے کل عید ہے۔ شاہی گرجے میں آپ نماز کے لیے جائیں گے۔ میرے خیال میں وہاں دیدارِ جاناں ضرور ہو گا۔

لاون نے امید بھری مشکورانہ نظروں سے توما کو دیکھ کر کہا:

"توما۔ میں تو بالکل ہی مایوس ہو گیا تھا لیکن اب اس جفا پیشہ کے دیدار کی امید پیدا ہو گئی ہے۔"

توما : اگر آپ نے اس وقت بھی کھانا نہ کھایا تو صبح کو ضعف بڑھ جائے گا۔ پھر آپ گرجا کیسے جائیں گے؟

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لاون : تُو سچ کہتا ہے۔ اگرچہ مجھے بھوک نہیں ہے لیکن میں کھانا ضرور کھاؤں گا۔

توما : کھانا تیار ہے۔ وقت بھی ہو گیا۔ صرف آپ کی اجازت درکار ہے۔

لاون : اچھا۔ منگوالو۔

توما فوراً باہر گیا۔ اس نے خاصہ لانے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں کھانا آ گیا۔ شہزادے نے کھانا کھایا۔ چونکہ رات زیادہ ہو گئی تھی اس لیے توما رخصت ہوا۔

شہزادہ تنہا رہ گیا۔ خیالِ یار نے آ کر پھر بے چین کر دیا۔ پری جمال لوسی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی لیکن اس خیال سے کہ صبح عید ہے اور دیدارِ جاناں کی توقع ہے کسی قدر اس کا دل خوش ہوا۔ اس نے خیالات کو یکسو کیا اور تھوڑی دیر کروٹیں بدلنے کے بعد سو گیا۔

○

علی الصبح بیدار ہونے کے بعد جو ایجِ ضروری سے فارغ ہو کر شہزادے نے غسل کیا اور بیش قیمت ریشمی لباس پہنا۔

وہ نوجوان تھا۔ ہر لباس اس پر پھبتا تھا لیکن یہ ریشمی لباس اس پر بہت ہی بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ ابھی وہ لباس بدل کر بیٹھا ہی تھا کہ توما حاضر ہوا۔ اس نے سلام کیا۔ شہزادے نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا۔ توما نے کہا:

"دیدارِ جاناں کے شوق نے علی الصبح بیدار کر دیا۔"

لاون : توما۔ مجھے اس حور وش کے دیکھنے کی آرزو تو ہے لیکن اسے دیکھ کر ہوش و حواس قائم رہنا دشوار ہے۔

توما : یوقنا بہت ہوشیار ہے۔ کوئی حرکت ایسی نہ ہو جس سے اسے شک ہو جائے۔

لاون : کوشش تو ایسی ہی کروں گا۔

توما کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے نہایت ادب سے سلام کر کے کہا:

"آپ کو ہمارے عادل بادشاہ نے یاد فرمایا ہے۔"

لاون اس مژدۂ جانفزا کو سن کر خوش ہو گیا۔ جذبۂ مسرت کے آثار چہرے سے ظاہر ہونے لگے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے توما کی طرف دیکھا۔ توما نے کہا:

"شہزادے۔ تشریف لے جائیے۔"

لاون کمرے سے باہر نکل آیا۔ آنے والا شخص رہنمائی کے لیے آگے روانہ ہوا۔ یہ دونوں محلسرا کی طرف چلے۔

محلسرا قریب ہی تھا۔ دروازے پر پہرہ تھا۔ پہرے داروں نے شہزادے کو سلامی دی۔ رہنما دروازے پر ہی رک گیا۔ شہزادہ دروازہ عبور کر کے آگے بڑھا۔

محل نہایت عالی شان تھا۔ یہ وسعت و لمبائی میں ایک قلعہ معلوم ہوتا تھا۔ محل کے اندر چاروں طرف متعدد کمرے بنے ہوئے تھے۔ صحن کشادہ تھا جس میں بلیچہ لگا ہوا تھا۔ بلیچہ میں تختہ بندی نہایت قرینہ سے کی گئی تھی۔ روشیں کشادہ تھیں جن پر سنگِ مرمر کا فرش تھا۔ ہر روش کے دونوں طرف پھولوں کے کثرت سے پودے تھے۔ پودوں پر پھول لدے ہوئے تھے۔ پھولوں کی خوشبو سے تمام محل مہک رہا تھا۔

ہر روش کے دونوں سروں پر چھوٹے چھوٹے دروازے تھے جن پر گہری سبز پھولدار بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔

شہزادہ لاون بلیچہ کو عبور کر کے چبوترے پر پہنچا۔ یہاں چند لڑکیوں نے اس کا استقبال کیا اور وہ ان لڑکیوں کی رہنمائی میں ایک بڑے ہال میں پہنچا۔

یہ ہال نہایت وسیع تھا اور اس وقت کچھ بیش قیمت فرنیچر سے آراستہ تھا۔ فرش نہایت دبیز قالین کا تھا۔ اس ہال کے وسط میں شاہ بلوط کی گول میز تھی۔ میز کے چاروں طرف کرسیاں پڑی تھیں۔ ان کرسیوں پر یوقنا، یوحنا، یوقنا کی بیوی اور اس کی بیٹی لوسی بیٹھے ہوئے تھے۔

یوحنا صوف کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ وہ تارک الدنیا تھا اور اسے یہی لباس پسند تھا۔ سینہ پر سونے کی صلیب آویزاں تھی جس پر ہیرے منقش تھے۔

یوقنا کی پوشاک نہایت بیش قیمت ریشم کی تھی جس پر زربفت کا زردوزی لبادہ پڑا ہوا تھا۔ ملکہ کی پوشاک گلابی ریشم کی تھی۔

لوسی بسنتی ریشم کی پوشاک پہنے تھی جس کے کندھوں پر سنہری لیس ٹکی ہوئی تھی۔ سر پر نیم دائرہ کا تاج تھا جس کے ہیرے جگمگا رہے تھے۔ کانوں میں طلائی کرن پھول تھے جن میں ایک ایک بڑا ہیرا آویزاں تھا۔ گلے میں جواہرات کا ہار تھا۔

ہیرے اور جواہرات کی ضو نے اس کے حسن کو دوبالا کر دیا تھا۔ صلیب سب کے سینوں پر لٹک رہی تھی۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

شہزادہ لاون نے ہال میں داخل ہو کر نہایت ادب سے سلام کیا تو یوقنا نے اسے اپنے قریب کرسی پر بٹھا لیا۔ عین اس کے سامنے حسن کی دیوی لوسی تھی۔ کبھی کبھی وہ اس کے جہانِ حسن کی سیر کر لیتا تھا۔

میز پر بیشتر میوے اور پھل چنے ہوئے تھے۔ شہزادے کے پہنچتے ہی کھانا شروع ہوا۔ پیش خدمتیں نگرانی کر رہی تھیں۔ کبھی کبھی لوسی بھی دزدیدہ نظروں سے شہزادے کو دیکھ لیتی تھی۔ اتفاقیہ جب نگاہیں چار ہو جاتی تھیں تو لاون کے دل پر تیر نظر پیوست ہو جاتے تھے اور وہ زخم خوردہ شکار کی طرح حسرت بھری نظروں سے اپنے صیاد کو دیکھنے لگتا لیکن وہ شرما کر نگاہ جھکا لیتی تھی۔

شہزادہ لاون چاہتا تھا کہ اسی طرح ساری عمر کھانے رہیں لیکن یہ کیسے ممکن تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں سب نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیے۔ نقرئی آفتابہ لایا گیا۔ سب نے ہاتھ دھوئے اور دوسرے کمرے میں جا بیٹھے۔

شہزادے کی خوش قسمتی سے لوسی اب بھی اس کے سامنے ہی بیٹھی تھی۔ یوقنا نے کہا:

"بیٹی لوسی! تم نے شہزادے کی مدارات میں کچھ حصہ نہیں لیا۔"

لوسی شرما گئی۔ اس نے شرم آلود نظروں سے دیکھ کر کہا:

"شاہی مہمان کی اور بادشاہ کے سامنے مہمان نوازی کی کیسے جرأت کی جا سکتی ہے!"

یوحنا: شاہی مہمان کی مدارات سب پر فرض ہے۔

لوسی: مقدس چچا۔ یہ مجھ سے فروگذاشت ہو گئی۔

اب لاون کی ہمت بڑھی۔ اس نے کسی قدر جرأت سے کہا:

"ہر مہمان مدارات کے قابل نہیں ہوتا۔"

یوقنا ہنسا۔ یوحنا مسکرایا۔ لوسی نے شہزادے کو دیکھا لیکن بڑھتی ہوئی شرم اس کی آنکھیں جھکائے دیتی تھی۔ اس نے کہا:

"نہیں شہزادے۔ ہر مہمان، مہمان ہی ہے۔"

یوحنا: شاباش بیٹی۔

لاون اس ادائے جانستان سے بسمل ہو گیا۔ اس نے بڑی مشکل سے زخم خوردہ دل پر قابو رکھا۔ پھر محبت بھری نظروں سے ایک دفعہ اور شہزادی لوسی کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

لوسی کا دل بھی اس کی محبت بھری نظروں نے تسخیر کر لیا۔ وہ بے چین ہو گئی۔

یوحنا نے کہا:

"نماز کا وقت قریب آ گیا۔ اب گرجا گھر چلنا چاہیے۔"

یوقنا: بے شک۔ اب دیر کرنا خوب نہیں۔

اب یہ سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ یوحنا، یوقنا اور اس کی بیوی آگے تھے۔ شہزادہ لاون اور شہزادی لوسی پیچھے تھے۔

جب یہ چبوترے کو عبور کر کے باغیچہ میں آئے تو شہزادہ لاون نے ایک شوخ رنگ گلاب کا پھول توڑ کر شہزادی لوسی کو پیش کیا۔ شہزادی نے اپنا نازک ہاتھ اٹھا کر اپنی پتلی پتلی انگلیوں میں وہ پھول لے لیا۔

شہزادے کو اس کی انگلیوں سے نور کی شعاعیں نکلتی نظر آئیں۔ اس نے شہزادی کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ اس کا تبسم بجلیاں گرا رہا تھا۔

شہزادے نے بے چین ہو کر غم میں ڈوبی ہوئی آہ کی۔ لوسی نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔ یوقنا اور یوحنا نے بھی آہ کی آواز سن لی۔ انھوں نے حیرت سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ لاون نے اپنی حماقت کا احساس کیا اور فوراً نظریں جھکا لیں۔

یوقنا نے کہا:

"لاون۔ کیا تمہاری طبیعت خراب ہے؟"

لاون: عالیجاہ۔ میں اچھا ہوں۔ میں نے پھول توڑنا چاہا تو غلطی سے انگلی میں کانٹا لگ گیا۔

یوقنا نے لوسی کے ہاتھ میں پھول دیکھ کر کہا:

"تم سے تو لوسی ہی اچھی رہی۔ اس نے بغیر ہاتھ میں کانٹا لگے پھول توڑ لیا۔ لوسی! تم یہ پھول شہزادے کو دے دو۔"

لوسی نے مسکرا کر پھول شہزادے کو پیش کیا۔ لیکن جس پھول کو شہزادے نے خود نذر کیا تھا اسے کیسے واپس لے سکتا تھا۔ اس نے جلدی سے کہا:

"عالی جاہ! میں خود پھول توڑ لوں گا۔"

یوقنا: لیکن خیال رکھنا کہیں کانٹا پھر تمہاری انگلی میں نہ لگ جائے۔

لاون نے ایک پھول توڑ لیا۔ لوسی نے آہستہ سے کہا:

"تم نے یہ پھول کیوں نہ لے لیا؟"

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

لاون : کاش میں پھول لینے کا مستحق ہوتا۔

لوسی نے شرما کر سر جھکا لیا۔ ندامت سے اس کے پھول سے رخساروں پر عرق آ گیا۔ لاون کا دل چاہتا تھا کہ لوسی کو اسی وقت پیار کرے لیکن یہ کس طرح ممکن تھا جبکہ لوسی کا باپ اچھا اور ماں قریب ہی جا رہے تھے۔ اس نے اپنی مچلی ہوئی طبیعت پر بڑی مشکل سے قابو پایا۔

اب یہ سب محل سے باہر آ گئے۔ یہاں فوجی پلٹن راستے کے دونوں طرف زرق برق پوشاکیں پہنے کھڑی تھی۔ ان کے برآمد ہوتے ہی پلٹنوں نے سلامی دی۔ یہ سلام کا جواب دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔

کلیسا قریب ہی تھا۔ یہ کلیسا ایک وسیع باغ میں تھا۔ یہ لوگ باغ میں داخل ہو کر کلیسا کے دروازے پر پہنچے۔ کلیسا کو خوب آراستہ کیا گیا تھا۔ دروازے پر وزرا اور امرا کھڑے تھے۔ انھوں نے یوقنا اور اس کے ساتھیوں کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔

یوقنا نہایت خندہ پیشانی سے سب سے ملا اور یہ سب کے سب کلیسا کے اندر داخل ہوئے۔ سب نے پادری کو سلام کیا۔ پادری نے سب کو دعا دی اور اپنا مقدس ہاتھ لوسی کے نازک سر پر رکھ کر کہا:

"کرائسٹ تجھے خوش رکھے۔"

اب نماز شروع ہوئی۔ خوش قسمتی سے شہزادہ لاون کو اب بھی پری جمال لوسی کے قریب ہی جگہ ملی۔ سب نماز میں مشغول تھے لیکن لاون دیدارِ جاناں میں محو تھا۔

نماز ختم ہو گئی۔ دعا مانگ لی گئی۔ وعظ شروع ہوا لیکن شہزادہ لاون کو کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہو چکا اور کیا ہو رہا ہے۔ اس کی نظریں تو لوسی کے چاند سے رخساروں پر لگی ہوئی تھیں۔ لوسی بھی کبھی کبھی دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھ لیتی تھی۔

وعظ ختم ہوا۔ کلیسا کے باہر باجہ بجا تو لاون چونکا۔ اس وقت یوقنا کو مبارکباد دی جا رہی تھی۔ شہزادے نے بھی کھڑے ہو کر مبارکباد دی۔ سب کے بعد پادری نے دعا دی اور یہ سب کلیسا سے باہر نکل کر محل کی طرف روانہ ہوئے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

افسانۂ محبت

لوسی کمسن تھی۔ اگرچہ لڑکپن کا زمانہ گزر گیا تھا لیکن ابھی پورے طور پر جوانی نہ آئی تھی البتہ جوانی کا آغاز تھا۔ اس کا اپنی ہم سن سہیلیوں میں ہی ہنسی مذاق میں دن گزر گیا۔ رات کو بے فکری سے نرم گداز مخملی گدوں پر پڑ گئی۔ لیٹتے ہی نیند آ گئی۔ صبح اٹھی اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ چہل میں مشغول ہو گئی۔

اسی طرح اس کے دن بے فکری، عیش اور آرام سے گزر رہے تھے۔ وہ غم اور تفکرات کے نام سے بھی آشنا نہ تھی لیکن جب سے اس نے شہزادہ لاون کو دیکھا تھا۔ اس کے ننھے دل میں ایک نامعلوم خلش پیدا ہو گئی تھی۔ جگر سے ایک قسم کی ہوک اٹھتی تھی جس سے وہ پریشان ہو جاتی تھی۔ اکثر اسے زبردستی اپنے چہرے کو بشاش رکھنا پڑتا تھا۔

وہ اپنی طبیعت کے انقلاب سے حیران تھی۔ اس کے دل کا تقاضہ تھا کہ وہ ہر وقت شہزادہ لاون کی صورت دیکھا کرے۔ وہ اپنے دل کی اس نرالی ضد پر بگڑتی، منہ بناتی اور کسی دوسری طرف اپنے بگڑے ہوئے دل کو متوجہ کرتی مگر جس قدر وہ دل کی مخالفت کرتی اور شہزادہ لاون کے خیال سے بچنا چاہتی، اسی قدر لاون کی خیالی تصویر سامنے آتی۔ وہ تصویر کو دیکھتی۔ اس کے دیکھتے ہی خلش بڑھ جاتی۔ وہ مضطرب ہوتی۔ کبھی منہ پیٹ کر پڑ رہتی اور خیالی تصویر سے نہ ملنے کی کوشش کرتی مگر یہ کوشش سب سے زیادہ تکلیف دیتی۔ اب اس کا آرام جاتا رہا تھا۔ ہر وقت اسے غم و فکر گھیرے رہتے۔ وہ خیال کرتی تھی کہ اس کی طبیعت ایسی کیوں ہو گئی ہے لیکن اس کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تھی۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

لوسی کی سہیلیاں اس کی طبیعت کے انقلاب پر حیران تھیں۔ وہ ہنس کر لوسی کو ہنسانا چاہتی تھیں لیکن لوسی کے لبوں پر ہنسی نہ آتی تھی۔ ان کی سہیلیوں میں کسی کی مجال نہ تھی کہ لوسی سے اس کے دل کا حال دریافت کر سکے۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کرتیں۔ اپنے دل اور دماغ پر زور دیتیں لیکن سب بے سود تھا کوئی وجہ سمجھ میں نہ آتی تھی۔

لوسی جو ہمیشہ اپنی سہیلیوں کی ہم نشینی سے خوش ہوتی تھی ان کی بڑی آؤ بھگت کرتی تھی۔ ان کے آنے سے اس کی خوشی بڑھ جاتی تھی۔ اگر کسی سہیلی کے آنے میں دیر ہو جاتی تو وہ بے چین ہو کر کسی خادمہ کو بھیج کر بلواتی تھی۔ اب اسے ان کی ہم نشینی ناگوار گزرنے لگی۔ وہ تنہائی کو پسند کرتی تھی۔ اگرچہ تنہائی میں شہزادہ لاون کی خیالی تصویر آ آ کر اسے پریشان کرتی تھی مگر اسے اس پریشانی ہی میں لطف ملتا تھا۔

عید کو ایک ہفتے سے زیادہ گزر گیا تھا۔ اس روز سے آج تک لوسی نے شہزادہ لاون کو نہیں دیکھا تھا۔ اسی وجہ سے اس کی پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔

شام کا وقت تھا۔ آفتاب وادی مغرب کی طرف جھکتے جھکتے نظروں سے بالکل غائب ہو گیا تھا۔ شفق پھول کر سیاہی سے بدل گئی تھی۔ مشرق کی طرف سے تاریکی بڑھنے لگی تھی۔ طیور اپنے آشیانوں میں بسیرا کرنے کے لیے پہنچ رہے تھے۔ اس وقت شہزادی لوسی کاوچ پر پڑی ہلکے گلابی ریشم کی دولائی اوڑھے تھی۔

اس کی منہ بولی بہن مریم کمرے میں آئی۔ کمرے میں موم بتیاں جل رہی تھیں۔ مریم نے لوسی کے قریب پہنچ کر کہا:

"میری سرکار، میری شہزادی!"

لوسی نے دولائی سرکا کر منہ کھولا اور اسے دیکھ کر کہا:

"مریم میری بہن۔"

مریم نے جو اس وقت لوسی کو مہربان دیکھا تو کسی قدر جرأت سے کہا:

"کاش میں شہزادی کی بہن ہوتی اور اس کی غمگساری کر سکتی۔"

لوسی تنہا اور متفکر اور پریشان رہتے رہتے گھبرا گئی تھی۔ اسے ایک ایسے ہمدم کی ضرورت تھی جس سے وہ اپنی پریشانی کا سبب دریافت کر سکے اور مریم کو وہ عقل مند اور قابل اعتبار سمجھتی تھی۔ اس وقت اسے مریم کی محبت میں خلوص معلوم ہوا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور کہا:

"مریم! بیٹھ جاؤ۔"

مریم: میری شہزادی۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ کے پاس بیٹھوں۔

لوسی نے مریم کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

"مریم بیٹھ جاؤ اور مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

مریم اس کے پاس بیٹھ گئی اور بولی:

"میری شہزادی تم متفکر کیوں رہتی ہو۔"

بھولے پن سے اس نے مریم کو دیکھ کر کہا:

"میں نہیں جانتی۔ مجھے کچھ خبر نہیں۔"

مریم: "مجھے حیرت ہے کہ تم نے غلط بیانی کس سے سیکھی؟

لوسی: مریم! میں کرائسٹ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے اپنے فکر کی وجہ معلوم نہیں۔

مریم: اچھا تمہیں کوئی غم ہے؟

لوسی: کوئی نہیں۔

مریم: کوئی بات ناگوار گزری؟

لوسی: نہیں۔

مریم: کچھ ہمارے عادل بادشاہ نے کہا؟

لوسی: ہرگز نہیں۔

مریم: کسی بات کو دل چاہتا ہے؟

لوسی: ہاں۔ دل چاہتا ہے ہر وقت منہ لپیٹے پڑی رہوں۔

مریم: کہیں درد ہے؟

لوسی: ہاں۔

مریم: کہاں؟

لوسی: دل میں۔

مریم: لیکن تم نے پہلے کیوں نہیں کہا؟

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لوسی: مجھ سے کسی نے پوچھا ہی نہیں۔

مریم: دل میں کسک ہے؟

لوسی: میں نہیں جانتی۔

مریم: تم نے بڑی غلطی کی۔ دل کا درد بُرا ہوتا ہے۔ میں طبیب کو بلواتی ہوں۔

لوسی: نہیں نہیں۔ طبیب کو بلوانے کی ضرورت نہیں۔

مریم: شہزادی۔ علاج نہ کرنے سے درد بڑھ جائے گا۔

لوسی: مجھے اس درد سے تکلیف نہیں ہے۔

مریم: تعجب ہے۔ درد ہو اور تکلیف نہ ہو۔

لوسی: میں سچ کہتی ہوں۔

مریم: جس درد سے تکلیف نہ ہو وہ درد نہیں ہوتا۔

لوسی: پھر کیا ہے؟

مریم: یہ تو طبیب ہی بتا سکتا ہے۔

لوسی: میرا دل تنہائی کو کیوں پسند کرتا ہے؟ کبھی کبھی مجھے وحشت کیوں ہونے لگتی ہے؟

مریم: یہ کیفیت کب سے ہے؟

لوسی: جس روز تم اور میں باغ میں پھولوں سے کھیلے تھے اس روز سے میری یہ حالت ہے۔

مریم: ہاں۔ اس روز تمہارے پاؤں میں موچ آ گئی تھی۔ مجھے جب ہی کھٹکا ہوا تھا۔

لوسی: نہیں نہیں۔ مریم میرے پیر میں موچ نہیں آئی تھی۔ اس وقت تو میں سنبھل گئی تھی۔

مریم: آہا۔ میں سمجھی اس روز تمہیں کسی کی نظر لگ گئی تھی۔

لوسی: جس وقت شہزادہ لاون بے ہوش ہوا اس وقت سے میری یہ کیفیت ہے۔

مریم سمجھدار تھی۔ اس نے خیال کیا کہ کہیں شہزادی لوسی کو لاون سے محبت تو نہیں ہو گئی۔ اس نے لوسی سے کہا:

"لاون کے بے ہوش ہوتے وقت تمہاری کیا حالت ہو گئی تھی؟"

لوسی: میں گھبرا گئی تھی۔ میرا بدن کانپنے لگا تھا۔ دل پریشان ہو گیا تھا۔

مریم: یہ حالت کب تک رہی تھی؟

لوسی: جب تک شہزادے کو ہوش نہیں آ گیا۔ جب وہ واپس چلا گیا تو میرے دل میں درد سا ہونے لگا۔

مریم: پھر تمہیں شہزادے کو دیکھنے کی خواہش تو نہیں ہوئی؟

لوسی: میرا دل اس کی خیر و عافیت معلوم کرنے کے لیے بے چین رہا۔ دوسرے روز عید تھی۔ شہزادہ محل میں آیا۔ باپ سے ساتھ کھانے میں شریک ہوا۔ ساتھ ہی گرجا گیا۔ نماز پڑھی میں اسے تندرست دیکھ کر خوش ہو گئی لیکن جب وہ چلا گیا تو میرے دل میں پہلے سے بھی زیادہ درد معلوم ہونے لگا۔

مریم: اب تمہاری خواہش ہے کہ تم شہزادہ کو پھر دیکھو۔

لوسی: مریم۔ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں لیکن جب وہ سامنے آ جاتا ہے تو اسے دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

مریم: میری شہزادی۔ تمہیں لاون سے محبت ہو گئی ہے۔

لوسی نے حیرت سے مریم کی طرف دیکھ کر کہا:

"محبت؟"

مریم: ہاں تم شہزادے کو چاہتی ہو۔

لوسی: ہائے اب کیا ہو گا؟

مریم: شہزادی۔ تم جانتی ہو تمہارا باپ غصہ ور ہے۔ وہ کبھی پسند نہیں کرے گا کہ اس کی بیٹی کسی سے محبت کرے۔ تم اپنے دل سے شہزادے کی محبت کو نکال دو۔

لوسی: مریم یہ اختیاری بات نہیں ہے۔ ہائے اب میں کیا کروں!

مریم: تم ضبط کرو۔ کسی پر اپنی حالت کو ظاہر نہ ہونے دو۔

لوسی: میں نے بہت ضبط کیا اب نہیں ہوتا۔ جی چاہتا ہے کہ خوب رو دوں۔

مریم: کہیں ایسا غضب نہ کرنا۔ افشائے راز کے انجام کو جانتی ہو؟

لوسی: میں کچھ نہیں جانتی۔ یا اللہ! مجھے کس بلا میں گرفتار کر دیا۔

لوسی نازک مزاج تھی۔ عیش و عشرت میں پلی تھی۔ غم و فکر سے اس کا سابقہ نہ پڑا تھا اب تک وہ اپنے غم و فکر کی وجہ نہ سمجھی تھی لیکن اب اسے مریم نے سب کچھ بتا دیا تھا۔ وہ مضطرب ہو گئی۔ اس کی نرگسی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

مریم اس کی یہ کیفیت دیکھ کر بہت زیادہ متاثر ہوئی۔ اس نے نازک اندام لوسی کو کھینچ کر اپنی گود میں بٹھا لیا اور تشفی آمیز لہجہ میں کہا:

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

"میری پیاری۔ میری شہزادی غم نہ کرو"۔

لوسی کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسوؤں کے قطرے گرنے لگے۔ اس نے ایک ٹھنڈی جگر دوز آہ کی اور حسرت سے مریم کو دیکھنے لگی۔

مریم اس کی حسرت بھری نظریں دیکھ کر بے چین ہو گئی۔ اس نے کہا:

"میری جان آنسو نہ بہاؤ۔ میرے جگر کے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں"۔

لوسی نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا:

"اچھی مریم۔ اب میں کیا کروں؟"

مریم: پیاری شہزادی اب تم کیا چاہتی ہو؟ تمہارا دل تم سے کیا کہتا ہے؟

لوسی: میرا دل چاہتا ہے کہ میں لاون کو دیکھوں لیکن یہ کس طرح ممکن ہے!

مریم: مگر اس کے انجام پر بھی نظر ہے۔

لوسی: انجام کو خدا پر چھوڑ دو۔

مریم: میں جانتی ہوں محبت میں نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔

لوسی: نصیحت کرنے کا وقت گزر گیا۔

مریم: لیکن تم لاون کو کہاں دیکھ سکتی ہو؟

لوسی: کیا وہ باغ میں نہیں آسکتا؟

مریم: آسکتا ہے اور میں لاؤں گی۔

لوسی نے مشکورانہ نظروں سے اسے دیکھ کر کہا:

"تم بڑی مہربان ہو مریم!"

مریم: شہزادی۔ وقار سے گری ہوئی بات نہ کرو۔ میں تمہاری خادمہ ہوں۔

لوسی: نہیں نہیں۔ تم میری بہن ہو۔

مریم کچھ کہنا چاہتی تھی کہ دروازے پر پڑا ہوا پردہ اٹھا اور یوحنا داخل ہوا۔ مریم اور لوسی دونوں اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئیں۔ دونوں نے ادب سے سلام کیا۔ یوحنا نے دونوں کو دعا دے کر کہا:

"بیٹی لوسی۔ تیری آنکھیں نم ہیں۔ کیا تو رو رہی تھی؟"

لوسی کے دل پر اس ہمدردی سے پھر ٹھیس لگی۔ اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ مریم لوسی کے اس بے وقت آنسو بہانے سے ڈر گئی اور کانپنے لگی۔

یوحنا آگے بڑھا۔ اس نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"میری لوسی میری بیٹی۔ تو کیوں رو رہی ہے؟"

لوسی نے رک رک کر کہا:

"پیارے چچا۔ میری طبیعت خراب ہے"۔

یوحنا: تو نے طبیب کو کیوں نہیں بلوایا پیاری بیٹی۔ تو بیٹھ میں طبیب کو بلاتا ہوں۔

لوسی: نہیں چچا جان۔ طبیب کی ضرورت نہیں۔ آپ میرے لیے دعا کریں۔

یوحنا: میری عزیز بیٹی۔ میں تیرے لیے گرجا میں جا کر دعا مانگوں گا لیکن تجھے مرض کیا ہے؟

لوسی: کوئی مرض نہیں۔ میرا دل بے چین ہے۔ میں دل کا سکون چاہتی ہوں۔

یوحنا: مگر دل کیوں بے چین ہے۔ آخر کوئی وجہ بھی ہو؟

لوسی: میں نہیں جانتی چچا جان۔ میرے دل کا آرام جاتا رہا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی دعا سے میں اچھی ہو جاؤں گی۔

یوحنا: بیٹی۔ میں تیرے لیے دعا مانگوں گا۔ میں تیرے لیے جیتا ہوں۔ تجھے خوش دیکھ کر میں خوش ہوتا ہوں۔ آج میری خوشی جاتی رہی۔ تجھے غمزدہ دیکھ کر میری روح غمگین ہو گئی ہے۔ میں تیرے پاس طبیب کو، تیری والدہ اور والد کو لاتا ہوں۔

لوسی نے نازک نازک ہاتھوں کو جوڑ کر کہا:

"نہیں نہیں چچا جان۔ میرے پاس کسی کو نہ لائیے۔ میں بیمار نہیں ہوں۔ وہ لوگ بے کار پریشان ہوں گے۔ میں صرف آپ کی دعا کی محتاج ہوں۔ میرے لیے دعا کریں۔

یوحنا: بیٹی۔ میں کسی کو نہ لاؤں گا۔ آج رات بھر میں کلیسا میں جا کر قربان گاہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگوں گا۔

لوسی: بس میں یہی چاہتی ہوں۔

یوحنا: میری عزیز بیٹی۔ میں رات بھر تیری مہربان بیٹی کے پاس بیٹھ کر تیرے لیے دعا کرتا مگر سنا ہے کہ مسلمان اس قلعہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آج رات کو ہمیں مشورہ کرنا ہے اس مجبوری سے میں جاتا ہوں۔ تو آرام کر۔ میں کلیسا جاتے وقت پھر تیرے پاس آؤں گا۔

لوسی: نہیں چچا آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں آرام کرنے کی کوشش کروں گی۔

یوحنا نے برکت کا ہاتھ لوسی کے سر پر رکھا اور دعا دے کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

مریم جس کا چہرہ خوف کی وجہ سے زرد پڑ رہا تھا، سنبھلی۔ اس نے کہا:
"شہزادی۔ یہ تم نے کیا غضب کر دیا تھا؟"

لوسی: پیاری بہن۔ چچا جان مجھ پر بہت مہربانی کرتے ہیں۔ وہ میرے ہمدرد ہیں۔ میرا دل بھر آیا۔ مجھ سے ان کی صورت دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا۔

مریم: لیکن اس طرح افشائے راز کا خوف ہے۔

لوسی: آئندہ احتیاط رکھوں گی۔

مریم: پیاری شہزادی۔ اب رات زیادہ آ گئی۔ تم آرام کرو۔ میں صبح شہزادے لاون کو باغ میں لے کر آؤں گی۔

لوسی: لیکن یہ وعدہ صرف میری ہی تسلی کے لیے نہ ہو۔

مریم: میں کبھی اپنی شہزادی کے سامنے جھوٹ نہ بولوں گی۔

لوسی: مریم۔ میرا چین، میرا آرام اور میری زندگی سب تمہارے ہاتھ میں ہے۔

مریم: میری شہزادی۔ میں اپنی جان تم پر نثار کر دوں گی۔

مریم نے سلام کیا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ کمرے میں صرف لوسی رہ گئی۔ وہ کوچ پر لیٹ گئی۔ مختلف خیالوں نے اسے پریشان کرنا شروع کیا۔ وہ لیٹ گئی مگر جس وقت اس کی نظر کمرے کی سامنے کی دیوار پر پڑی تو وہاں اسے شہزادہ لاون کی تصویر نظر آئی۔

یہ تصویر خیالی تھی۔

وہ تھوڑی دیر ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی رہی۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے دوائی اوڑھ لی اور کروٹیں بدلنے لگی۔

○

جب سے مسلمانوں نے قنسرین فتح کر لیا تھا یوقنا کسی قدر پریشان رہنے لگا تھا کیونکہ اب قنسرین اور حلب کے درمیان کوئی ایسا اہم مقام نہیں رہا تھا جس جگہ مسلمانوں کی یلغار کو روکا جاتا۔

یوقنا نہایت دور اندیش تھا۔ بظاہر وہ سیر و تفریح کر کے بے فکری کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا لیکن دراصل وہ متفکر تھا۔ اس کی دوربین نظریں مجاہدینِ اسلام کی نقل و حرکت پر لگی ہوئی تھیں۔ اس نے قبیلہ منتفرہ کے چند عرب ملازم رکھ لیے جو عیسائی تھے۔ چونکہ یہ لوگ عرب تھے۔ ان کی زبان

عربی تھی۔ پوشاک عربوں کی سی تھی اس لیے بے خوف ہو کر وہ اسلامی لشکر میں جا سکتے تھے۔ یہی لوگ جاسوس تھے۔ وہ قنسرین میں جا کر مجاہدین کے ارادوں کی خبریں یوقنا تک پہنچایا کرتے تھے۔

اس زمانہ میں نامہ بری کی خدمت کبوتروں کے سپرد تھی۔ ہر قلعہ کا حاکم اپنے پاس اس قسم کے کبوتر رکھتا تھا۔ ان کبوتروں کو مہینوں تعلیم دی جاتی تھی۔ ان کو دور دراز مقامات سے اڑایا جاتا اور درختوں کی چھال اتار کر نہایت باریک پرت اتار لیے جاتے جو کاغذ کا کام دیتے۔ ان پرتوں پر لکھا جاتا اور اوّل اوّل کبوتر کے گلے یا پیر میں باندھ کر چھوڑ دیتے لیکن ہر قلعہ دار نامہ بر کبوتروں کو پکڑنے کے لیے لشکر سے پالنے لگا۔

ان لشکروں کو بھی مدت تک تعلیم دی جاتی تھی۔ ان کو سکھایا جاتا تھا کہ وہ کبوتر کو پکڑ لایا کریں۔ جب کوئی قلعہ دار دیکھتا کہ کبوتر کے گلے یا پنجوں میں خط بندھا ہے وہ اپنے لشکرے کو چھوڑ دیتا اور لشکرا کبوتر کو پکڑ لاتا۔

اس سے اکثر اہم رازوں کا انکشاف ہو جاتا۔ اسی وجہ سے برائے چند سے کبوتروں کی نامہ بری بند کرنی پڑی لیکن کبوتروں کی نامہ بری بند کرنے سے خبریں بدیر پہنچنے لگیں جس کی وجہ سے سخت دقتوں کا سامنا ہونے لگا پھر کبوتروں ہی کی طرف توجہ کی۔ اب بجائے گلے یا پنجوں کے خط پروں میں چھپا کر باندھا جانے لگا جس سے کبوتروں کے پکڑے جانے کا احتمال جاتا رہا۔

نامہ بر کبوتر اپنے فرائض کو خوب محسوس کرتا تھا۔ وہ خفیف سی بارش میں بھی کسی سایہ کی جگہ چھپ جاتا۔ جب بارش بند ہو جاتی وہ اپنے چھپنے کی جگہ سے باہر آتا اور پرواز شروع کر دیتا۔ راستہ میں اگر کوئی خونخوار جانور مل جاتا تو اس سے بچنے کے لیے بھی انتہائی جدوجہد کرتا۔ نامہ بر کبوتر جلد سے جلد منزلِ مقصود پر پہنچنے کی کوشش کرتا۔

یوقنا کے یہاں بھی نامہ بر کبوتر پلے ہوئے تھے۔ اس نے ان کبوتروں کو جاسوسوں کو دے دیا تھا۔ جاسوس لشکرِ اسلام کے حالات انہی کبوتروں کے ذریعے سے بھیجا کرتے تھے۔ آخری واقعات جو یوقنا کو موصول ہوئے ان سے پایا جاتا تھا کہ مجاہدین عنقریب حلب کی طرف آنے والے ہیں۔

یوقنا کو اس خبر سے تعجب نہیں ہوا نہ وہ ڈرا بلکہ اس کی طبیعت میں جوش پیدا ہو گیا۔ وہ لشکر کی فراہمی پہلے ہی کر رہا تھا۔ جگہ جگہ سے والنٹیر بھرتی کیے جا رہے تھے۔ قواعد سکھائے جا رہے تھے۔ آلاتِ حرب مہیا ہو رہے تھے۔

وہ بہادر تھا اسے قلعہ بند ہو کر لڑنا پسند نہیں تھا۔ اس کا بڑھا ہوا جوش اسے عربوں کے سامنے

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

صف بستہ ہو کر کھلے میدان میں جنگ کرنے کے لیے مجبور ہو رہا تھا۔ اسے سامانِ حرب پر زعم تھا۔ اپنے لشکر پر غرّہ تھا اور سب سے زیادہ اپنی دلاوری پر ناز تھا۔ وہ خود مختار تھا۔ دانشمند تھا لیکن مشورہ کرنے کو پسند کرتا تھا۔ اس نے ارکینِ سلطنت کو مشورے کے لیے طلب کیا۔

رات کا وقت تھا۔ قمری مہینے کی آخری تاریخیں تھیں۔ چاند نکل آیا تھا۔ قلعہ پر چاندنی کھل رہی تھی۔ بعض شوقین مزاج سیر کر کے چاندنی کا لطف اٹھا رہے تھے۔ اس وقت محلسرا کے اندر یوقنا ایک وسیع کمرے میں بیٹھا تھا۔ ارکینِ سلطنت درجہ بدرجہ خاموش بیٹھے تھے۔

اس کمرے کے دروازوں پر سیاہ دبیز پردے پڑے تھے۔ دیواروں پر خنجر، ڈھالیں، نیزے، تلواریں، ترکش، کمانیں، تیر اور دوسرے ایسے ہی قسم کے ہتھیار لٹک رہے تھے۔ فرش نہایت موٹے قالینوں کا تھا۔

یوقنا شیر کی کھال پر بیٹھا تھا۔ تمام کمرہ میں خاموشی طاری تھی۔ یوقنا نے کمرے میں سرسری نظر ڈال کر کہا:

"بھائی صاحب نے بہت دیر کی۔ نہ معلوم کیا کرتے رہ گئے۔"

سپہ سالار کرکلس نے کہا:

"حضور وہ زیادہ تر اپنا وقت عبادت و ریاضت میں صرف کرتے ہیں۔ اب کب تک انتظار کیجیے گا؟"

یوقنا: ہاں۔ اب انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو آپ سب کو معلوم ہے کہ عرب غیر متمدن، وحشی، جاہل اور مفلس قوم تھی۔ برسوں انھوں نے پتھر کے بتوں کو پوجا۔ ہر شہر، ہر قصبہ، ہر گاؤں، ہر قبیلہ بلکہ ہر شخص کا خدا علیحدہ تھا۔ ہر شخص اپنے خدا کو دوسرے خداؤں سے افضل سمجھتا تھا۔ سنا ہے تین سو ساٹھ یا اس سے بھی زیادہ خدا تھے جو پتھر تراش کر بنائے گئے تھے۔ ایک ہی مکان میں رکھے ہوئے تھے۔

جہالت کا یہ حال تھا کہ ذرا ذرا سی بات پر آپس میں کٹ مرتے تھے۔ ایک دفعہ جو بات ہو گئی برسوں تک اسی پر تکرار رہتی۔ قبیلے کے قبیلے لڑ کر فنا ہو جاتے۔ وحشت و بربریت اس درجہ تھی کہ ایک ذرا سی بات جو ہنسی مذاق میں کہی گئی ہوتی، تلواریں کھینچ جاتیں اور خون کے دریا بہہ جاتے۔ نا اتفاقی اس درجہ تھی کہ ہر قبیلے کا [illegible]۔ ہر خاندان میں جھگڑا تھا۔ بھائی بھائی کا دشمن تھا۔ باپ بیٹوں میں ناچاقی تھی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ عربوں کی بگڑی ہوئی حالت کسی وقت بھی سدھر

جائے گی لیکن ایک ہستی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عربوں کی کایا پلٹ دی۔ خاندانی جھگڑے مٹ گئے۔ قبیلے متفق ہو گئے۔ بت پرستی کی بیخ بنیاد اکھیڑ دی۔ وحشیانہ حرکتیں جاتی رہیں اور تعجب یہ ہے کہ یہ سب کچھ بہت تھوڑے سے ہی عرصہ میں ہو گیا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ عربوں نے ان کو نبی تسلیم کیا۔ ان کے پیرو اپنے آپ کو مسلمان کہنے لگے۔

سارا عرب مسلمان ہو گیا۔ اب وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے دوسرے ملکوں میں جا رہے ہیں۔ یہ مسلمان سب سے پہلے ایران گئے اور ایران کے بڑے حصے پر قابض ہو گئے۔ دنیا نے حیرت سے ان کی ترقی کو دیکھا۔ ہم شام والوں کا یہ خیال بھی نہیں تھا کہ بھوکے ننگے عرب کسی بھی وقت ہمارے زرخیز ملک پر حملہ کریں گے لیکن ایرانیوں کی بزدلی نے عربوں کو جرأت دلائی اور انھوں نے ہمارے ملک پر بھی حملہ کر دیا۔

میرا خیال تھا کہ ہمارے رومی بھائی عربوں کو بہت جلد فنا کر دیں گے لیکن کس قدر افسوس ہے کہ آج تک ہر جگہ رومیوں کو شکست ہوئی اور نامراد، بزدل اور بے وقوف رومیوں کی شکست سے بے سر و سامان مفلس عربوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ قنسرین تک بڑھتے چلے آئے۔

آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان عربوں کا ارادہ اس قلعہ کی طرف پیش قدمی کرنے کا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی عیسائی اس بات کو کبھی گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کا وطن چھن جائے۔ عیسائی مسلمان بنائے جائیں۔ عیسائیوں کی عورتیں کنیزیں اور بچے غلام بن جائیں۔ جو لوگ ہمیشہ آزاد رہے ہیں وہ کبھی غلام بننا پسند نہیں کریں گے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے ایسا مشورہ دو جس سے تمہاری، میری، ہماری قوم و ملک کی اور سب سے زیادہ ہمارے عیسائی مذہب کی عزت رہے۔

تھوڑی دیر تک کمرے میں بالکل خاموشی طاری رہی کیونکہ یہ موت اور زندگی کا سوال تھا۔ سب نے عربوں کی بہادری کے افسانے سنے ہوئے تھے۔ جلد ہی کسی رائے کا اظہار کر کے ملک کو تباہی کی طرف نہیں دھکیلا جا سکتا تھا۔

یوقنا نے پھر کہا:

"میں اس وقت تمہاری خاموشی سے بہت خوش ہوا۔ مدبّروں کو غور و فکر ہی سے کام لینا چاہیے۔ اکثر جلد رائے قائم کر لینے والے ہی نقصان اٹھاتے ہیں۔"

کرکلس نے نظر اٹھا کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ اس نے کہا:

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

"میں نے غور کر لیا۔ میرے نزدیک موت، غلامی سے بہتر ہے۔"

اب سب نے نظریں اٹھا اٹھا کے کرکلس کی طرف دیکھا۔ پھر ان میں سے ایک افسر نے کہا:

"بے شک ہمیں اپنے ملک کی ایک ایک انچ زمین کے لیے سرفروشی کرنی چاہیے۔"

وزیر خزانہ پالیس نے کہا:

"روپیہ جان کا صدقہ ہے لیکن جان وطن کا فدیہ ہے۔"

ایک دوسرے افسر نے کہا:

"آج تک عرب بزدل رومیوں سے لڑے ہیں لیکن حلب کے باشندے بزدل نہیں ہیں، ہم عربوں کو بتا دیں گے کہ بہادر ایسے ہوتے ہیں۔"

یوقنا: شاباش میرے بہادرو شاباش۔ مجھے تم ہی جیسے بہادروں پر ناز ہے۔ حبِ وطن کا تقاضہ یہی ہے کہ وطن پر جان نثار کر دی جائے لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ قلعہ بند ہو کر لڑنا چاہیے یا کھلے میدان میں۔

کرکلس: قلعہ بند ہو کر لڑنے سے ہمارے سپاہیوں کی بہادری کے جوہر کیسے کھل سکتے ہیں۔ میری رائے میں کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مناسب ہے۔

پہلا افسر: ہم رومیوں کے دامن سے بزدلی کا بدنما داغ مٹانا چاہتے ہیں اس لیے میدان ہی میں مقابلہ کرنا ضروری ہے۔

دوسرا افسر: ہمارے بہادر سپاہی عربوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ سب سپاہیوں کی خواہش ہے کہ میدان میں نکل کر ہی مقابلہ کیا جائے۔

یوقنا: قومی جاں نثارو! بہادر کبھی چھپ کر نہیں لڑتے۔ میں خوش ہوں کہ میرے سپاہی کھلے میدان میں لڑنا چاہتے ہیں۔ اس وقت میرا حوصلہ بڑھ گیا ہے۔ ہو لی کراس کی برکت سے میں عربوں کو شکست دوں گا۔ انہیں ملک شام سے نکال کر ملک حجاز پر حملہ کروں گا۔ ان کے بادشاہ کو گرفتار کر لوں گا اور مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔

کرکلس: دنیا ہمارے سپاہیوں کی بہادری کے کارنامے سن کر حیران رہ جائے گی۔

یوقنا: میں چاہتا ہوں کہ عربوں کے اس طرف آنے سے پہلے میں کچھ لشکر لے کر قنسرین جاؤں اور ان پر حملہ کر کے انہیں شکست دے کر ان کی ساری شیخی کرکری کر دوں۔

پہلا افسر: عربوں کو مرعوب کرنے کی یہ نہایت عمدہ تدبیر ہے۔

دوسرا افسر: بے شک جس وقت عرب ہمارے لشکر کو دیکھیں گے، ضرور ان پر اثر ہو گا اور وہ مقابلے کی قوت نہ دیکھ کر پسپا ہو جائیں گے۔

یوقنا: اب یہ طے کرنا چاہیے کہ کس قدر لشکر اس مہم کے لیے کافی ہو گا۔

پہلا افسر: سنا ہے قنسرین میں عربوں کا کل لشکر سترہ ہزار ہے اس لیے ان کے مقابلہ کے لیے سترہ ہزار عیسائی کافی ہوں گے۔

کرکلس: لیکن سترہ ہزار مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے سترہ ہزار عیسائیوں کا لشکر لے جانا بزدلی ہے۔ ان کے لیے دس ہزار عیسائی کافی ہیں۔

یوقنا: دس ہزار بھی بہت ہیں صرف چھ ہزار کافی ہیں۔ کیا ایک عیسائی تین مسلمانوں سے نہیں لڑ سکتا۔

کرکلس: ایک عیسائی دس مسلمانوں پر بھاری ہے لیکن میں نے دس ہزار دور اندیشی کے خیال سے کہے تھے کیونکہ ہمیں ان عربوں کو شکست دے کر ان کے بادشاہ کو بھی گرفتار کرنا ہے۔

یوقنا: جب میں عربوں کو شکست دے کر قنسرین فتح کر لوں گا اس وقت اور لشکر لے کر حجاز جاؤں گا مگر اس مہم کے لیے دس ہزار سپاہی کافی ہیں۔

کرکلس: عالی جاہ۔ دس ہزار عیسائیوں کو دیکھ کر عربوں کے چھکے چھوٹ جائیں گے۔

یوقنا: افسوس میرا بھائی را ہب ہے۔ وہ میری غیر حاضری میں حلب پر حکمرانی نہیں کر سکتا اس لیے میرے بعد کرکلس قلعہ اور شہر کی نگرانی کرے۔

پالیس: نہایت مناسب ہے۔ کرکلس سے زیادہ اس منصب کے لیے کوئی مناسب نہیں۔

پہلا افسر: بے شک یہ انتخاب مناسب ہے۔ کرکلس کی موجودگی میں کسی طرح کا اندیشہ نہیں رہے گا۔

دوسرا افسر: چونکہ ہم لوگ عادل بادشاہ کے جلو میں رہیں گے اس لیے کرکلس کا یہاں رہنا نہایت ضروری ہے۔

کرکلس: افسوس۔ میرے جذبات کا خیال نہیں کیا گیا۔ جب ہمارے بہادر سپاہی سرفروشی کر رہے ہوں گے میں ان سے دور رہوں گا اور میرا دل میرے سینے میں تڑپ رہا ہو گا۔

یوقنا: میں جانتا ہوں کہ تم گھر بیٹھنے سے میدان جنگ میں سرفروشی کرنا زیادہ پسند کرتے ہو لیکن قلعہ اور شہر کے لیے بھی ایک بہادر، مدبر اور قابلِ اعتماد نگراں کی ضرورت ہے اور ایسے شخص تم ہو۔

کرکلس: میں حکم کی تعمیل کے لیے موجود ہوں۔

یوقنا: اب ساری باتیں طے ہو گئیں۔ میں کل ہی کوچ کرنا چاہتا ہوں اس لیے لشکر کو تیاری کا حکم دیا جائے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

رات چونکہ زیادہ ہو گئی ہے اور کام بہت کرنے ہیں اس لیے اب آپ لوگ جائیے اور انتظام شروع کیجیے۔

ہرکلس: بہت خوب۔ کرائسٹ ہمارے عادل بادشاہ کو فتح دے۔

سب نے کسی قدر بلند آواز سے کہا:

"کرائسٹ ہمارے عادل بادشاہ کو فتح دے"

یہ کہتے ہی سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی وقت سامنے دروازے پہ پڑا ہوا پردہ اٹھا اور یوحنا صوف کا لباس پہنے ہوئے داخل ہوا۔ سب حاضرین نے اسے نہایت ادب سے سلام کیا اور اس کے ہاتھ کو عقیدت سے بوسہ دیا۔

یوقنا بھی کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا:

"بھائی صاحب۔ بہت دیر کی؟"

یوحنا: ہاں مجھے دیر ہو گئی۔ یہ ابھی آواز کیسی تھی۔

یوقنا: میں سب بتا دوں گا۔ آپ ان لوگوں کو جانے دیں۔ انہیں بہت کام کرنے ہیں۔

یوحنا: ملک و مذہب کے رشید اٹھو جاؤ۔

سب لوگ سلام کر کے رخصت ہو گئے۔ اب کمرے میں صرف یوقنا اور یوحنا دونوں بھائی رہ گئے یوقنا نے ساری کارروائی مفصل طور پر یوحنا کو سنائی۔ وہ خاموش بیٹھا سنتا رہا۔ جب یوقنا سب کچھ کہہ چکا تو یوحنا نے کہا:

"میرے خیال میں غلطی ہو گی؟"

یوقنا نے تعجب سے یوحنا کو دیکھ کر کہا:

"وہ کیا؟"

یوحنا: عربوں کے کارناموں پر نظر نہیں کی گئی۔

یوقنا: آج تک عربوں کا بزدل عیسائیوں نے مقابلہ کیا ہے۔ میرے سپاہی ان کے سارے کارناموں کو مٹی ڈال دیں گے۔

یوحنا: عادل بادشاہ! عرب نہایت بہادر، جفاکش اور نڈر ہیں۔

یوقنا: تو ـــ؟

یوحنا: ان سے جنگ کرنا مناسب نہیں۔

یوقنا کو غصہ آ گیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں مگر بھائی کی محبت نے غصے کو مغلوب کر دیا۔ اس نے ضبط کر کے کہا:

"میرے سپاہی عربوں سے زیادہ بہادر ہیں"

یوحنا: کاش عیسائی بہادر ہوتے۔

یوقنا: آپ دیکھیں گے میرے سپاہی کس قدر جلد عربوں کو شکست دیتے ہیں۔

یوحنا: لیکن مجھے انجام اچھا نظر نہیں آتا۔

یوقنا کو پھر غصہ آیا لیکن اس نے پھر ضبط کیا اور کہا:

"کرائسٹ کی مہربانی سے انجام اچھا ہی ہو گا"

یوحنا: لیکن خدا اور اس کے مقدس بیٹے نے یہ کب حکم دیا ہے کہ تم خود ہی کنویں کے اندر گر جاؤ۔

اب یوقنا سے ضبط کرنا دشوار ہو گیا۔ بڑھتے ہوئے غصے نے اس کے خون میں تیزی پیدا کر دی اور اس نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا:

"تم راہب ہو۔ رات دن کی عبادت و ریاضت نے تمہیں جنگ و جدل سے متنفر کر دیا ہے لیکن حکومت کرنے والے جانتے ہیں کہ جنگ کس قدر ضروری ہے۔

یوحنا: مجھے اس سے انکار نہیں کہ ملک کے لیے لڑنا بھی ضروری ہے لیکن جس جنگ سے تباہی کا خوف ہو اس سے بچنا ہی دانشمندی ہے۔

یوقنا: کون کہہ سکتا ہے کہ تباہی ہمارے ہی دروازے پر کھڑی ہے۔

یوحنا: عقلمند لوگ دوسروں کے واقعات سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

یوقنا: مگر میں دوسروں کو بہادر بنانا چاہتا ہوں۔

یوحنا: یہ عقلمندی نہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ جنگ یرموک میں عیسائیوں کا کیا انجام ہوا؟

یوقنا: مجھے سب معلوم ہے اور اسی وجہ سے میں عربوں سے لڑنا چاہتا ہوں۔

یوحنا: تعجب ہے کہ تم خود ہی تباہی کو بلا رہے ہو۔

یوقنا: آپ کے خیال میں وہ حلب کو بھی فتح کر لیں گے۔

یوحنا: یقیناً۔ کیونکہ ان کی قسمت عروج پر ہے۔ خدا کی مدد ان کے ساتھ ہے۔ ان سے مصالحت کرنا ہی خوب ہے۔

اب یوقنا کو بہت ہی غصہ آیا، اس کا خون اس کے بدن میں کھولنے لگا۔ گلے کی رگیں پھول گئیں۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

آنکھیں سرخ ہو کر باہر کو ابل آئیں۔ اس نے نہایت ہی درشت لہجے میں کہا:

"مصالحت تم جیسے بزدل کریں جو مسور کی دال اور سبز ترکاریاں کھاتے کھاتے ڈرپوک ہو گئے ہوں۔ میں بادشاہ کا بیٹا ہوں۔ خود بادشاہ ہوں۔ ہر قسم کی نعمتیں کھاتا ہوں۔ میں اپنے سامنے عربوں کی کوئی ہستی نہیں سمجھتا۔ ہرگز ان سے صلح نہیں کر سکتا۔"

یوحنا ہنسا۔ اس نے کہا:

"تم بادشاہ ضرور ہو لیکن بادشاہوں کی سی انجام بینی کی نظر نہیں رکھتے۔ میں پیش گوئی کرنا نہیں چاہتا لیکن عربوں کے کارناموں کو دیکھتے ہوئے یہ ضرور کہوں گا کہ تم ان پر کبھی فتح نہیں پا سکتے۔ میں چاہتا تھا کہ عزت کے ساتھ صلح ہو جائے لیکن معلوم ہوا کہ قسمت میں شکست اٹھا کر ذلت کے ساتھ صلح کرنا لکھا ہے اور قسمت کے لکھے کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔"

یوفنا: اگر تم جیسے بزدل، ڈرپوک اور نامرد سپاہی یا افسر میرے لشکر میں ہوں تو شکست یقینی ہے مگر کرائسٹ کی مہربانی سے میرے سپاہی بہادر، افسر تجربہ کار اور جری ہیں اس لیے فتح میری ہی ہوگی۔

یوحنا: کاش تمہارا یہ خواب صحیح ہوتا لیکن تم تقدیر کے لکھے کو کس طرح مٹا سکتے ہو۔

اب یوفنا غصے سے اندھا ہو گیا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا:

"مجھ پر لعنت ہو اگر میں عربوں کو شکست دیے بغیر تم سے گفتگو کروں۔"

یوحنا نے نرمی سے کہا:

"ایسی سخت قسم نہ کھاؤ۔ کون کہہ سکتا ہے کہ عربوں کو شکست دیے بغیر تمہیں گفتگو کرنے کی ضرورت پیش آئے۔"

یوفنا: ہرگز نہیں میں تم سے ہرگز کلام نہیں کروں گا۔

یوفنا کمرے سے باہر جانے کے لیے چل پڑا۔

یوحنا نے کہا:

"عادل و عاقل بادشاہ۔ تم قسم کھا کر عربوں کو شکست دیے بغیر بول چکے ہو۔ اب تمہاری قسم ٹوٹ گئی ہے۔"

لیکن یوفنا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ غصے میں بھرا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

یوحنا بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھی افسردہ خاطر ہو کر چپ چاپ کمرے سے نکل گیا۔ اس طرح یوفنا نے اپنے دانشمند، مہربان اور ہمدرد بھائی کی محبت کو کھو دیا۔

○

جس وقت قلعے کے اندر یہ واقعات گزر رہے تھے ٹھیک اسی وقت قلعہ کے باہر شہر حلب میں ہربیس تاجر کے مکان پر شہر کے رئیس، تاجر اور معزز لوگ جمع ہو کر مشورہ کر رہے تھے۔ چنانچہ بلطازس رئیس کہہ رہا تھا:

"ہمیں عادل بادشاہ کے قدم بقدم نہیں چلنا چاہیے۔ جنگ سے ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔ عرب نہایت بہادر، ایماندار اور وعدوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ عادل بادشاہ جنگ کا حامی ہے۔ سلطنت کے اراکین بھی لڑائی کو پسند کرتے ہیں مگر ہم لڑائی میں نقصان سمجھتے ہیں اس لیے عربوں سے مصالحت کرنا ہی اچھا ہے۔"

ایک اور رئیس پطرس نے کہا:

"مگر اس کی کیا ضمانت ہے کہ عرب اپنے وعدوں کو پورا کریں گے؟"

بلطازس نے جواب دیا:

"آج تک عربوں نے کبھی وعدہ شکنی نہیں کی۔ ان میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی جو وعدہ کر لیتا ہے سب مسلمان اس وعدے کو پورا کرتے ہیں۔"

یونس: (ایک تاجر) بے شک مسلمانوں نے کبھی بے وفائی نہیں کی۔ جو اقرار وہ کر لیتے ہیں، اسے پورا کرتے ہیں۔

پطرس: مگر یہ کس طرح ممکن ہے کہ عادل بادشاہ مسلمانوں سے جنگ کرے اور اس کی رعایا کے ساتھ وہ صلح کریں۔

ہربیس: ان کو یہ بتا دیا جائے کہ بادشاہ صلح پر رضامند نہیں لیکن ہم اس کے خلاف ہو کر ان سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔

یونس: سچ تو یہ ہے کہ جو اقرار ہم مسلمانوں سے کریں گے اگر ہم ان پر قائم رہے تو مسلمان بھی اپنے وعدوں کے پابند رہیں گے۔

پطرس: لیکن اگر ہماری صلح کا حال بادشاہ کو معلوم ہو گیا تو کیا حشر ہوگا؟

ہربیس: جب ہم مسلمانوں کی ذمہ داری میں ہوں گے تو وہ ہر حالت میں مدد کریں گے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

پطرس: جب آپ سب نے کچھ طے کر لیا ہے تو مرو مسلمانوں سے مصالحت کر لینی چاہیے۔

یونس: میرے خیال میں صرف تین آدمی چلے جائیں جن میں سے ایک ایسا شخص ہو جو عربی زبان خوب جانتا ہو۔

یونس: آدمیوں کی روانگی مجھ پر چھوڑ دیجیے۔ میں ہوشیار، مستعد، ایماندار اور عربی دان لوگوں کو بھیجوں گا جو ہمارے لیے معقول شرائط پر مصالحت کریں گے۔

پطرس: لیکن اب توقف نہیں کرنا چاہیے۔

ہرمیس: توقف کیوں۔ کل علی الصباح لوگوں کو بھیجا جائے گا۔

یونس: بہتر ہے میں ابھی سب انتظام کر دوں گا۔ کل صبح مصالحت کرنے والے روانہ ہو جائیں گے۔

ہرمیس: چونکہ معاملات طے ہو گئے اس لیے خاموشی کے ساتھ سب کو ایک ایک کر کے چلے جانا چاہیے۔

چاندنی خوب کھل رہی تھی۔ رات زیادہ ہونے کی وجہ سے عام لوگ سو رہے تھے یا سونے کا انتظار کر رہے تھے۔ اس وقت یہ لوگ بھی ایک ایک کر کے سب چلے گئے

○

اقرارِ محبّت

○

صبح صادق کا وقت تھا۔ چاند چھپ گیا تھا۔ کچھ ستارے چھپ گئے تھے کچھ ابھی جھلملا رہے تھے۔ اندھیرا گھٹتا جاتا تھا۔ مشرق کی طرف کچھ روشنی نمودار ہو چلی تھی۔ طیور اپنی پیاری بولیوں میں بول رہے تھے۔

اس سہانے وقت میں قلعہ حلب میں دفعتاً قرنا پھونکا گیا۔ نقارہ بجنے لگا۔ فوجی سپاہی جلدی جلدی بستروں سے اٹھے اور حوائج ضروری سے فارغ ہو کر وردیاں پہن پہن کر پریڈ کے میدان میں جمع ہو گئے۔ افسر گھوڑوں پر چڑھ کر ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھوڑے دوڑا دوڑا کر سپاہیوں کا معائنہ کرنے لگے۔

کلیسا میں گھنٹہ بجا۔ سب افسر کلیسا میں پہنچے۔ یہاں قریب قریب سب ارکینِ سلطنت حاضر تھے۔ یوحنا قربان گاہ کے قریب خاموش آنکھیں بند کیے کھڑے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں یوقنا فوجی وردی پہنے کلیسا میں داخل ہوا۔ یہ زرہ بکتر پہنے تھا۔ سر پر تاج سجا خود تھا۔ جس پر باریک باریک سونے اور چاندی کی گنگا جمنی زنجیریں چاروں طرف پڑی تھیں۔ شانوں کے اوپر چاندی کی زنجیریں لگی ہوئی تھیں۔ سینے پر طلائی تمغوں کے علاوہ سونے کی صلیب لٹک رہی تھی جس میں ہیرے جواہرات آویزاں تھے جو دیکھنے والوں کی نظروں میں چکا چوند پیدا کر رہے تھے۔

اس کے کلیسا میں داخل ہوتے ہی سب نے نہایت ادب سے سلام کیا۔ نماز شروع ہوئی۔ نماز کے بعد نہایت عاجزی سے فتح کی دعا مانگی گئی۔

دعا کے ختم ہوتے ہی یوحنا اپنے عادل بادشاہ بھائی یوقنا کے قریب آیا اور اس نے کہا:

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

"ہمیں غصہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ تم مجھ سے خفا ہو۔ خدا کی نافرمانی کر کے گنہگار نہ بنو۔"

یوقنا نے منہ پھیر لیا اور کہا:

"میں تم سے اسی وقت کلام کروں گا جب مسلمانوں کو شکست دے کر آؤں گا۔"

یوحنا: لیکن اگر تم مسلمانوں کو شکست نہ دے سکے تو عمر بھر کے لیے بولنا چھوڑ دو گے؟

یوقنا: بے شک۔ کیونکہ میں عہد کر چکا ہوں۔

یوحنا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے کہا:

"عادل بادشاہ۔ وہ عہد نہ کر جس کو پورا کرنے کی تم میں قدرت نہیں ہے۔"

یوقنا: اگر میرا عہد پورا نہ ہوا تو اپنی جان دینا لازمی ہے۔

اب یوحنا کے آنسو نکل آئے۔ اس نے کہا:

"جاؤ۔ خدا اور کرائسٹ تم پر مہربانی کریں اور تمہارا عہد پورا ہو۔"

یوحنا قربان گاہ کے داہنی طرف گیا۔ اس نے اپنی کمر میں لٹکے ہوئے چابیوں کے گچھے سے ایک چابی لے کر الماری کا تالا کھولا۔ کواڑ کھول کر وہ آہستہ آہستہ کچھ پڑھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک سیاہ رنگ کی بزرگ صلیب نکالی۔ اس کو بوسہ دیا اور پھر کچھ پڑھا۔

اب وہ اس صلیب کو لے کر یوقنا کی طرف بڑھا۔ تمام ارکینِ سلطنت اور خود بادشاہ صلیب کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اور سب نے بزرگ صلیب کو بوسہ دیا۔ یوحنا صلیب لے کر کلیسا سے باہر نکل آیا۔ سب لوگ اس کے پیچھے آہستہ آہستہ چلے۔

کلیسا کے باغ کے دروازے پر ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا۔ لوگ یوحنا کے ہاتھ میں بزرگ سیاہ صلیب دیکھ کر خوش ہو ہو کر نعرے لگانے لگے۔ یہ سب لوگ پا پیادہ پریڈ کے میدان تک آئے۔ یہاں سپاہیوں نے بھی صلیب کو دیکھ کر نعرہ لگایا۔ تمام میدان سپاہیوں سے پٹا پڑا تھا۔

یوحنا نے بلند آواز سے کہا:

"عیسائی مذہب کے شہیدو! مقدس صلیب کا واسطہ دے کر فتح کی دعا مانگو۔"

سب لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ یوحنا نے کہا:

"مقدس باپ! ہم تیرے مذہب کے لیے لڑنے جا رہے ہیں۔ تو اپنے بزرگ باپ تک ہماری سفارش کر اور ہمیں فتح دلا۔"

سب نے آمین کہی۔

پھر قرنا پھونکا گیا۔ نقارے بجے۔ قلعہ کا مغربی دروازہ کھولا گیا اور لشکر نے آہستہ آہستہ کوچ کیا۔ لوگوں نے غم اور خوشی کے نعرے لگائے اور سب نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر ایک دفعہ اور دعا مانگی۔ سب کے بعد یوقنا قلعہ سے باہر نکلا۔ لوگ قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور لشکر کی روانگی کا تماشہ دیکھنے لگے۔

یوحنا قلعے کے برج پر کھڑا تھا۔ صلیب اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ آہستہ آہستہ فتح کی دعا مانگ رہا تھا۔ لشکر آہستہ آہستہ چل رہا تھا لیکن سپاہیوں کا ہر قدم قلعہ سے دور ہوتا جا رہا تھا۔

اب آفتاب طلوع ہو گیا تھا۔

قلعہ کے برجوں اور کنگوروں پر سورج کی زرد زرد کرنیں پڑ رہی تھیں۔ لوگ قلعہ کی فصیل پر کھڑے اس وقت تک لشکر کو دیکھتے رہے جب تک ان کو ایک سپاہی بھی نظر آتا رہا۔ جب لشکر نظروں سے اوجھل ہو گیا تو لوگ قلعہ کی فصیل اور برجوں سے نیچے اتر آئے۔

ٹھیک اس وقت جب یہ لشکر روانہ ہو رہا تھا تین اور سوار، ایک اور راستہ سے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے قنسرین کی طرف جا رہے تھے۔ یہ شہر حلب کے معزز لوگوں میں سے تھے۔ چونکہ سب لوگوں کی نظریں لشکر کی طرف لگی ہوئی تھیں اس لیے کسی نے ان کو جاتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔

○

اب آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا لیکن ابھی اس میں ناگوار تمازت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ قلعہ حلب سے شہزادہ لاون اور مریم دونوں نکلے اور آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہوئے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔

مریم جوان تھی۔ خوبصورت تھی۔ چہرہ گول اور رنگ نکھرا ہوا تھا جس پر شباب کے خون نے دوڑ کر ہلکی سرخی کا غازہ پھیر دیا تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی اور مستانہ تھیں۔ اکثر وہ شہزادے سے گفتگو کرتے وقت شرما جاتی تھی۔ اس کی شرم کی ادا نہایت ہی پیاری معلوم ہوتی تھی۔

دونوں آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔ شہزادہ لاون کہہ رہا تھا:

لاون: مریم! تم بڑی مہربان ہو۔ اگر تم حوصلہ نہ دلاتیں تو نہ معلوم میری کیا کیفیت ہوتی!

مریم: جب تم بے ہوش ہوئے میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ تمہیں لوسی سے محبت ہو گئی ہے۔ میں یہ بھی جانتی تھی کہ تمہاری رسائی لوسی تک نہیں ہو سکتی اور بغیر اسے دیکھے تمہیں چین نہیں پڑ سکتا۔ تم مہمان ہو اور مہمان کی مدارات کرنی ضروری ہے اس لیے میں جان پر کھیل کر تمہیں باغ میں

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

لے چلتی ہوں۔ کہیں میری آبروریزی نہ کرانا۔

لاون: میں تمام عمر تمہارا مشکور رہوں گا لیکن یہ تو بتاؤ وہ حوروش مجھ سے گفتگو کرے گی؟

مریم: یہ میں نہیں کہہ سکتی۔ میں تمہیں باغ میں پہنچا دوں گی۔ لوسی کے سامنے لے جاؤں گی۔ اسے خوش کر لینا تمہارا کام ہے۔

لاون: لیکن اس کے سامنے جا کر میرے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں۔ میں کیسے اس سے گفتگو کر سکوں گا۔

مریم چلتے چلتے رک گئی۔ اس نے کہا:

"تو پھر باغ میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چلو واپس چلیں۔"

شہزادہ لاون حیران ہو کر مریم کے خوبصورت چہرے کو دیکھنے لگا۔ اس نے متعجب ہو کر کہا:

"کیوں مریم۔ باغ میں کیوں نہیں چلتی ہو؟"

مریم (مسکرا کر): جب آپ لوسی سے بات نہیں کر سکتے تو پھر باغ میں جانے سے فائدہ؟

لاون: مریم۔ تم بڑی شوخ ہو۔ تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔ چلو میں گفتگو کرنے کی کوشش کروں گا۔

مریم: نہیں اب واپس ہی چلیے۔ پھر کسی وقت دیکھا جائے گا۔

لاون: نہیں نہیں مریم۔ خدا کے لیے ایسا غضب نہ کرو۔ تم پری جمال کس قدر بے درد ہوتے ہو۔

مریم: جب ہم بے درد ہیں تو کسی اور درد والے کے ہمراہ جانا۔

لاون (جلدی سے): نہیں۔ تم بیدرد نہیں ہو۔ میں نے غلطی سے کہہ دیا۔

مریم: بس اب میں تمہارے ساتھ باغ میں نہیں جا سکتی۔

لاون: اللہ اللہ مریم۔ اس قدر بے رخی سے یہ ظلم نہ کرو۔

شہزادہ لاون کو آزردہ دیکھ کر مریم ہنس پڑی اور بولی:

"شہزادے۔ آزردہ نہ ہو۔ چلو میں تمہیں شہزادی کے پاس پہنچا دوں۔"

لاون: اُف رے شوخی۔ تمہاری اس دل لگی نے تو مجھے بے موت مار دیا تھا۔

مریم (مسکرا کر): بس اب چلو۔ زیادہ باتیں نہ بناؤ۔

لاون: میں فرمانبردار ہوں۔ آیئے۔

مریم: خوب۔ میرے فرمانبردار نہ ہو۔ شہزادی کی فرمانبرداری کرنا۔

لاون: میں تو حسن پرست ہوں۔ سب ہی حسینوں کی فرمانبرداری اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

مریم (شوخی سے): ایسے ہرجائی کا کیا ٹھکانہ۔

لاون: مریم۔ تم بڑی شوخ ہو۔ تم سے باتوں میں کون جیت سکتا ہے۔

مریم: تمہارے منہ میں تو گھنگھنیاں بھری ہوئی ہیں۔ مجھے ہی بات کرنی آتی ہے۔ اچھا صاحب یونہی سہی۔ اب ذرا جلدی کیجیے۔ کہیں شہزادی سیر کر کے تشریف نہ لے جائیں۔

لاون: تم ہی دیر کر رہی ہو۔ مجھے پریشان کرنے کے لیے یہاں کھڑی ہو گئیں۔ حقیقت میں تم بڑی بیرحم ہو مریم!

مریم مسکرائی۔ شہزادے نے ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ ہنس پڑی۔ اب یہ دونوں باغ کی طرف چل پڑے۔

تھوڑی ہی دیر میں یہ دونوں باغ میں داخل ہوئے اور سامنے والی روش پر بڑھے چلے گئے۔ ابھی انھوں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ ان دونوں سے کسی قدر فاصلے پر پھولوں کے بڑے بڑے پودوں کے پاس شہزادی لوسی کھڑی دکھائی دی۔ ان دونوں کی طرف اس کی پشت تھی۔ اس وقت وہ سبز پوشاک پہنے تھی۔ اس کے ہاتھ میں پھول تھا۔

شہزادہ لاون کا دل لوسی کو دیکھ کر بے چین ہو گیا۔ وہ اسے حسرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ مریم نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"شہزادے۔ آہستہ قدم اٹھاؤ۔ میں اس حسن کی دیوی کے ساتھ مذاق کروں گی۔"

لاون: نہیں نہیں۔ وہ ڈر جائے گی۔

مریم نے کڑے تیوروں سے شہزادے کو دیکھ کر کہا:

"تم خاموش رہو۔ وہ ڈرے گی نہیں۔"

لاون ڈر کر خاموش ہو گیا۔ اب یہ دونوں ایسے چلے کہ ان کے قدموں کی چاپ نہ سنائی دیتی تھی۔ مریم نے قریب جا کر شہزادی لوسی کی پتلی آنکھوں پر دونوں نازک نازک ہاتھ رکھ دیے۔

شہزادی لوسی اچھل پڑی۔ اس نے اپنی پتلی پتلی نازک انگلیوں سے مریم کے ہاتھ پکڑ لیے اور کہا:

"کیا ہے۔ تم کون ہو؟"

مریم ہنس رہی تھی۔ کبھی کبھی جب وہ ہنسی کو ضبط کرتی تھی تو اس کے چہرے پر شہابی رنگ دوڑ جاتا تھا۔ یہ ہلکا گلابی رنگ اس کے پیارے پیارے چہرے پر بہت ہی پیارا معلوم ہوتا تھا۔

شہزادی لوسی اپنی نزاکت کی وجہ سے مریم کے ہاتھ اپنی آنکھوں سے نہ ہٹا سکی۔ اس نے کہا:

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

"دیکھو میری آنکھیں درد کرنے لگی ہیں۔ خدا کے لیے اپنے ہاتھ ہٹالو۔"

شہزادہ لاون مضطرب ہوگیا۔ اس نے اشارے سے مریم کو ہاتھ ہٹا لینے کو کہا لیکن مریم ایسی کیسی تھی۔ اسے ترس کیوں آتا؟ اس نے اپنا نازک سر ہلا کر انکار کیا۔ سر ہلانے سے طلائی بندوں نے اس کے گورے گورے گالوں کو چوم لیا۔ اس کی یہ ادا بھی عاشق کش تھی۔

شہزادی لوسی نے پھر کہا:

"ایسی بے دردی تو مناسب نہیں۔"

اب مریم نے اپنے ہاتھ ہٹا لیے۔ لوسی نے پھر کر مریم کو دیکھا جو ہنس رہی تھی۔ لوسی نے کہا:

"یہ تم تھیں۔ واہ وا۔ تم نے تو میری آنکھوں کو بالکل ہی مسل دیا۔"

یہ کہہ کر جب اس کی نظر شہزادے لاون پر پڑی تو وہ شرما گئی۔ اس کی آنکھیں جھک گئیں۔ مریم نے ہنس کر کہا:

"ذرا آنکھوں پہ ہاتھ رکھنے سے تو تم بگڑ گئیں لیکن آنکھیں جو لوگوں کو قتل کرتی ہیں اس کی فریاد کس سے کی جائے؟"

لوسی: غلط۔ جھوٹ۔ بالکل اتہام۔ میری آنکھیں کسی کو کیوں قتل کرنے لگیں؟

مریم نے مسکرا کر شہزادہ لاون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"ایک تو یہی تمہاری آنکھوں کے کشتہ کھڑے ہیں۔"

مریم کے اشارہ کرتے ہی لاون نے لوسی کو اور لوسی نے لاون کو دیکھا۔ آنکھیں چار ہوئیں۔ تیر نظر نے دونوں کے دلوں کو چھلنی کر دیا۔

لاون نے بڑی مشکل سے اپنے دل کو قابو میں کر کے کہا:

"مریم۔ مجھے ان خوبصورت آنکھوں نے کشتہ کیا ہے لیکن قاتل کو انکار ہے۔ میں کس سے جا فریاد کروں؟"

مریم (شوخی سے): جو قاتل ہے اسی سے فریاد کرو۔

لاون: لیکن وہ بے درد، بے مروت اور سنگدل ہے۔

لوسی (شرما کر): وہ کون ہے۔ آپ کسے کہہ رہے ہیں؟

لاون، لوسی کے بھولپن پہ مر مٹا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ لوسی کو پیار کرلے مگر یہ کیسے ممکن تھا۔ اس نے بڑے ضبط کے بعد کہا: "آپ کو خبر نہیں؟"

لوسی: مجھے کیا معلوم؟

لاون: شہزادی۔ مجھے تم نے بسمل کر دیا ہے۔ تمہیں مجھ پہ ترس نہیں آتا۔ تم ایسی بے رحم اور سنگدل کیوں ہو؟

شہزادی لوسی کا سر جھک گیا۔ شرم سے آنکھیں زمین میں گڑ گئیں۔ مریم اس کی یہ کیفیت دیکھ کر وہاں سے کھسک گئی۔

شہزادہ نے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا:

"پیاری لوسی! تمہاری محبت نے میری رگ رگ میں اثر کر لیا ہے۔ تمہاری نگاہوں نے میرا آرام لوٹ لیا۔ رات کو خدا کی ساری مخلوق سوتی ہے لیکن مجھے نیند نہیں آتی۔ ہر وقت تمہاری پیاری پیاری صورت میری آنکھوں کے سامنے پھرا کرتی ہے۔ تم نے مجھے کیا کر دیا ہے۔"

لوسی خاموش تھی۔ اس کی آنکھیں اب بھی شرم و حیا سے جھکی ہوئی تھیں۔ اس کی خاموشی سے شہزادہ لاون کو اور جرأت ہوئی۔ اس نے پھر کہا:

"پیاری لوسی! تمہارے سینہ میں پتھر کا دل کیوں ہے؟"

لوسی اب بھی خاموش تھی۔ لاون نے نہایت عاجزی سے کہا:

"میری پیاری، خدا کے لیے بولو۔ کچھ تو کہو۔"

لوسی نے شرم آلود نگاہوں سے شہزادے کو دیکھ کر کہا:

"تم کیا چاہتے ہو۔ کیا کہوں؟"

لاون: مجھے بتاؤ کہ میری محبت کا انجام کیا ہوگا؟

لوسی: میں کیا بتا سکتی ہوں۔ یہ تو خدا سے پوچھو۔

لاون: لیکن تم یہ تو بتا سکتی ہو کہ میری محبت کی قدر کرتی ہو یا نہیں؟

لوسی: میں ایسی باتیں نہیں جانتی۔

لاون: اچھا یہی بتا دو کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے یا نہیں؟

لوسی: میں کچھ نہیں کہہ سکتی (بھولے پن سے) تم ایسی باتیں کیوں پوچھتے ہو؟

لاون: میری جان میں تمہیں چاہتا ہوں مگر تم میری محبت کی قدر نہیں کرو گی تو میری زندگی محال ہے۔

لوسی: شہزادے۔ محبت کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

لاون: میں جانتا ہوں لیکن محبت اختیاری نہیں۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لوسی: محبت کیوں ہو جاتی ہے؟

لاون: کسی کی پیاری پیاری صورت دیکھی۔ دل آ گیا۔ محبت ہو گئی۔

لوسی: ان باتوں کو رہنے دو۔ یہ بتاؤ تم نے عادل بادشاہ کی فتح کے لیے دعا مانگی۔

لاون: پیاری لوسی جس سے تمہارا کچھ بھی تعلق ہے اس سے قدرتاً میرا لگاؤ ہے۔ یہ محبت کا تقاضا ہے۔ میں کیسے دعا نہ مانگتا۔

لوسی: مریم خوبصورت ہے۔ جوان ہے۔ تمہاری ہم جلیس ہے۔ میں اسے پسند کرتا ہوں۔

لوسی چونک پڑی۔ اس نے مشکوک نظروں سے شہزادے کو دیکھا۔ لاون نے مسکرا کر کہا:

"میری شہزادی۔ بتاؤ تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

لوسی کے دل میں اس وقت نامعلوم شک پیدا ہو گیا تھا۔ وہ خاموش ہو کر کچھ غور کرنے لگی۔

لاون نے پوچھا:

"پیاری۔ تم کیا سوچ رہی ہو؟"

لوسی: کچھ نہیں۔ ہمیں باتوں میں دیر ہو گئی۔ اب چلنا چاہیے۔

لاون: نہیں نہیں شہزادی۔ ایسی بے رحم نہ بنو۔ میری تسکین کے لیے صرف ایک لفظ کہہ دو۔

لوسی: میں کیا کہہ دوں۔ تم کیا کہلانا چاہتے ہو؟

لاون: صرف اتنا کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔

لوسی: کہہ دوں گی اگر تم ایک بات کا اقرار کرو۔

لاون: میں ہزار باتوں کا اقرار کرنے کو تیار ہوں۔

لوسی: نہیں۔ صرف ایک بات کا عہد کرنا ہو گا۔

لاون: کس بات کا عہد؟

لوسی: تم عہد کرو کہ مریم سے کبھی بات نہ کرو گے۔

لوسی ناتجربہ کار تھی۔ اسے لاون سے محبت تھی۔ جب اس نے سنا کہ شہزادہ لاون مریم کو پسند کرتا ہے تو ناتجربہ کاری کے باعث اس کے دل میں شک پیدا ہو گیا اور بڑھتے ہوئے شک نے بغیر انجام پر نظر کیے اس سے وہ بات کہلا دی جو اسے ہرگز نہ کہنی چاہیے تھی۔

شہزادہ لاون بھی اس انوکھے اقرار سے حیران ہو گیا۔ وہ مریم کا ممنونِ احسان تھا۔ اس کی وجہ سے آج لوسی سے اسے ملنا نصیب ہوا تھا۔ اگرچہ مریم خوبصورت تھی۔ وہ مریم کو پسند کرتا تھا مگر اسے محبت

لوسی سے تھی اس لیے اس نے اپنی حیرت کو دور کر کے کہا:

"میں عہد کرتا ہوں کہ مریم سے کبھی بات نہ کروں گا۔"

لوسی مسکرائی۔ لاون نے کہا:

"پیاری لوسی۔ اب تم بھی بتاؤ کہ مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

لوسی نے شرم آلود نظروں سے اسے دیکھ کر کہا:

"شہزادے!....؟"

لاون نے پیار سے اسے دیکھ کر کہا:

"ہاں ہاں کہو"

لاسی: میں تم سے.....

لاون: خدا کے لیے کہو بھی۔ تم نے مجھے بے چین کر دیا ہے۔

لوسی: بس اب نہیں۔ پھر بتاؤں گی۔

لاون: اچھا۔ تم یوں نہیں بتاؤ گی۔ دیکھو میں گدگدی کرتا ہوں۔

لوسی پیچھے ہٹی۔ اس نے لاون سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا:

"نہیں نہیں۔ ایسا نہ کرنا۔"

لیکن لاون کہاں ماننے والا تھا۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا اور اس نے ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے گدگدانا شروع کیا۔ پہلے تو لوسی ہنسی کو ضبط کرتی رہی۔ اس نے اپنے یاقوتی لب موتیوں جیسے دانتوں میں دبا لیے۔ اس ضبط سے اس کا چہرہ دلآویز ہو گیا مگر جب شہزادے نے زیادہ گدگدایا تو ضبط نہ ہو سکا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھل اٹھا۔ شہابی رنگ تمام چہرے پر دوڑ گیا۔ اس نے کہا:

"شہزادے.... میں.... کہتی ہوں....؟"

لاون: جب تم کہہ دو گی میں گدگدانا بند کر دوں گا۔

لوسی: اچھا ٹھہرو۔ میں کیا کہوں؟

لاون نے گدگدانا چھوڑ کر کہا:

"بس تم یہ بتا دو کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے یا نہیں؟"

لوسی (شوخی سے): اگر نہ بتاؤں تو....؟

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لاون : میں پھر گدگدی کروں گا۔

لوسی : یہ بھی زبردستی ہے۔

لاون : اچھا نہ بتاؤ۔ میں خود دریافت کروں گا۔

لاون نے پھر اپنا ہاتھ بڑھایا۔ لوسی نے ہنس کر کہا:

"ٹھہرو۔ میں بتاتی ہوں"

لاون : بتاؤ۔

لوسی : شہزادے! مجھے شرم آتی ہے۔

لاون : تم صرف ایک لفظ کہہ دو۔

لوسی : کیا؟

لاون : تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟

لوسی (سر جھکا کر شرما کر) : ہاں۔

لاون اس ادائے جانستاں پر مفتون ہو گیا۔ اس وقت وہ اپنے دل پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس نے جھک کر لوسی کے گلاب کی پتی جیسے ہونٹوں کا بوسہ لے لیا۔ لوسی نے شرمائی ہوئی نظروں سے شہزادہ لاون کو دیکھ کر کہا:

"تم بڑے گستاخ ہو"

لاون ڈر گیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"پیاری۔ میں گستاخ نہیں ہوں میرا دل گستاخ ہے۔ اس کم بخت دل کو جو چاہے سزا دو لیکن مجھ سے خفا نہ ہو۔ میری پیاری مجھے معاف کر دو"

لوسی (مسکرا کر) اب معاف کر دیا لیکن آئندہ ایسی گستاخی نہ ہو۔

لاون : کبھی نہ ہو گی۔

لوسی : دیکھو۔ وہ مریم آ رہی ہے۔ اب ہمیں چلنا چاہیے۔

لاون : پھر کب ملاقات ہو گی۔

لوسی : میں کچھ نہیں کہہ سکتی ــــ لیکن تم مریم سے کچھ نہ کہنا۔

لاون : میں کسی سے بھی کچھ نہ کہوں گا۔

اب مریم قریب آ گئی۔ اس نے کہا: "شہزادی تم کیوں شرما رہی ہو؟"

پھر اس نے شہزادے کی طرف دیکھ کر کہا:

"شہزادے۔ تم نے میری شہزادی سے کیا کہہ دیا؟"

اس پہلی ہی مرتبہ پر شہزادہ لاون کو مشکل پیش آ گئی۔ اگر وہ مریم کو جواب دیتا تو عہد شکنی ہوتی ہے۔ عہد شکنی کے علاوہ شہزادی کے ناراض ہونے کا خوف ہے اور اگر جواب نہیں دیتا تو انسانیت کے خلاف بات ہے۔

مریم نے پھر کہا:

"یہ تم دونوں خاموش کیوں ہو؟ شہزادی تم ہی بتاؤ"۔

لوسی : مریم۔ تم کہاں چلی گئی تھیں؟

مریم : تمہارے قریب ہی دوسری روش پر تھی۔ شہزادی! تم شرما کیوں رہی ہو۔ کہیں شہزادے نے تمہیں پریشان تو نہیں کیا؟

لوسی : یہ سب تمہاری شرارت ہے۔ دیکھو دیر بہت ہو گئی۔ اب چلنا چاہیے۔

مریم : ہاں چلو۔ شہزادے، سلام!

مریم نے ہنس کر شہزادے کو معنی خیز نظروں سے دیکھ کر سلام کیا تھا لیکن شہزادہ سلام کا جواب نہ دے سکا۔ وہ مسکرا کر رہ گیا۔ لوسی نے لاون کی طرف دیکھا۔ لاون نے کہا:

"شہزادی۔ ایک مجبورِ محبت کو بھولنا نہیں"

لوسی مسکرا دی۔ شہزادہ لاون نے سلام کیا۔ لوسی اور مریم روانہ ہوئیں۔ شہزادہ حسرت بھری نظروں سے ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ نظروں سے غائب ہو گئیں تو وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر آہستہ آہستہ کسی خیال میں مستغرق ہو کر چل پڑا۔

○

قنسرین کوئی مشہور شہر نہ تھا نہ اس کا قلعہ مضبوط تھا۔ اس زمانہ میں قنسرین میں متعدد گرجے تھے۔ راہب کثرت سے رہتے تھے جو عبادت و ریاضت کے سوائے تمام کاموں کو برا سمجھتے تھے۔ خونریزی سے انہیں سخت نفرت تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے عربوں کے قنسرین پر حملہ آور ہوتے ہی فوراً ان سے صلح کر لی۔

عربوں کا لشکر قنسرین سے باہر ایک کھلے ہوئے سرسبز و شاداب میدان میں پڑا ہوا تھا۔ یہ میدان

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

میلوں لمبا اور چوڑا تھا۔ اس میں متعدد تناور درخت کھڑے تھے۔ کہیں کہیں باغ کی صورت میں درختوں کے جھنڈ بھی تھے۔

اس میدان میں سینکڑوں خیمے استادہ تھے۔ خیموں کے سامنے کشادہ جگہ چھوڑ کر گھوڑے بندھے ہوئے تھے جن کی قطار دور تک چلی گئی تھی۔ بہت سی جگہوں پر دو دو چار چار کمبل ایک جگہ تان دیے گئے تھے۔ باوجود اس سب کے ہزاروں آدمی کھلے میدان میں آسمان کے نیچے پڑے تھے۔

اس میدان کے مشرقی کنارے پر ہزاروں اونٹ تھے جو غالباً بار برداری یا ممکن ہے، سواری کے کام بھی آتے ہوں۔

عام طور پر عربوں کا لباس ایک ہی تھا۔ سب کے سر پر عمامے تھے۔ بدن پر ایک لمبا کرتا جو ٹخنوں تک تھا جس کی آستینیں بہت چوڑی تھیں۔ یہ کرتے کسی موٹے کپڑے کے تھے۔ ہر ایک کی کمر میں ہلکی چادر کا پٹکا بندھا تھا۔ سب کی لانبی لانبی داڑھیاں تھیں۔ غلام، آقا، سردار، سپاہی سب ایک ہی قسم کے لباس میں تھے۔ ایک کو دوسرے پر کسی طرح کی فوقیت نہ تھی۔

ہر عرب ایک ایک مصلا اپنے پاس رکھتا تھا۔ یہ لوگ اسے بچھا کر زمین پر سوتے تھے۔ اسی پر نماز پڑھتے تھے اور اسی پر بیٹھا کرتے تھے۔ ان کے پاس کسی قسم کا آرائشی سامان نہ تھا۔ کسی طرح کے فرش یا قالین کو وہ پسند نہ کرتے تھے۔ نہایت سادہ طور پر رہتے تھے۔

جن عربوں کے پاس غلام تھے وہ غلام ان کا کھانا پکاتے تھے ورنہ عام طور پر سپاہی خود اپنا کھانا پکاتے تھے۔ وہ ایسے جفاکش تھے کہ دن بھر جہاد میں مشغول رہتے۔ شام کو موقع ملنے پر کھانا پکا کر کھاتے، قرآن شریف کی تلاوت کرتے اور ہتھیاروں کو صاف کرتے۔

لشکر کے وسط میں ایک وسیع زمین کے قطعہ پر چاروں طرف قدِ آدم کمبلوں اور دوسرے موٹے کپڑوں کی قنات کھڑی کی گئی تھی۔ اس کے اندر عرب عورتیں اور نابالغ بچے تھے۔

عشا کی نماز ہو چکی تھی۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ چاند کی ٹھنڈی روشنی ایک سبزہ زار میدان پر پڑ کر عجب لطف پیدا کر رہی تھی۔ عربوں کے خیمے دور سے چمک رہے تھے۔ گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ سینکڑوں جگہ آگ روشن تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت سپاہی کھانا پکا رہے ہیں۔ لوگ کہیں کہیں نماز پڑھ رہے تھے۔ کہیں قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی تھی۔ کہیں ہتھیار صاف کیے جا رہے تھے اور کہیں گزشتہ جنگوں کے کارنامے بیان ہو رہے تھے جن کو لوگ نہایت غور سے سن رہے تھے۔

عورتیں نماز سے فارغ ہو چکی تھیں۔ وہ بچوں کو سلانے کے لیے نبیوں کے قصے سنا رہی تھیں بعض

عورتیں سمجھدار بچوں کو نماز یاد کرا رہی تھیں۔ کوئی مسائل بیان کر رہی تھی اور کوئی احادیث سنا رہی تھی۔

عورتوں کی قنات سے باہر کسی قدر فاصلے پر ایک خیمے کے سامنے پندرہ بیس آدمی زمین پر مصلے بچھائے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ یہ سب سوائے ایک کے قوی ہیکل تھے۔ مضبوط اور تندرست تھے۔ سب کی داڑھیاں لمبی لمبی اور نورانی تھیں۔ چہرے سے رعب و داب ٹپک رہا تھا۔ ان میں سے ایک شخص کسی قدر نحیف تھا۔ ان کی داڑھی کے بال سفید تھے۔ چہرے سے علم و مہربانی کے آثار ظاہر تھے سب لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے۔ یہ بڑے ثقہ امین اور مدبر تھے۔ یہی اس عربی لشکر کے سردار تھے۔ سب سپاہی ان کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔

ان کا نام حضرت ابوعبیدہؓ تھا۔

حضرت ابوعبیدہؓ کے داہنی طرف ایک متوسط قد کے اعرابی بیٹھے تھے۔ ان کی پیشانی کشادہ تھی چہرے پر کسی قدر چیچک کے داغ تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی، سینہ کشادہ، ہاتھ لانبے لانبے اور بازو بھرے بھرے تھے۔ کلائی کی ہڈی نہایت چوڑی تھی۔ ان کی داڑھی سیاہ، لانبی اور گھنی تھی۔ ان کے چہرے سے جرأت و شجاعت کے آثار ظاہر تھے۔ ان کا نام حضرت خالدؓ تھا۔ ان کی بہادری کا سکہ تمام رومیوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ رومی ان کا نام سن کر کانپ جاتے تھے۔

خالد کے قریب ہی ایک اور اعرابی بیٹھے تھے۔ یہ نہایت قدآور اور مضبوط جسم کے تھے۔ یہ مشہور بہادر تھے اور ان کا نام حضرت کعبؓ تھا۔

ابوعبیدہؓ کے بائیں طرف ایک اور اعرابی تھے۔ یہ بھی کسی قدر دراز قد تھے۔ ان کا سینہ بھی چوڑا، ہاتھ لانبے تھے۔ آنکھیں ہمیشہ سرخ رہتی تھیں۔ وہ ہر وقت ہاتھ میں نیزہ رکھتے تھے۔ ان کا نام حضرت ضرارؓ تھا۔ یہ زیادہ تر صرف نیزہ سے لڑتے تھے۔ کبھی کبھی تیر بھی چلاتے تھے لیکن تلوار سے بہت کم لڑتے تھے۔ ایک خصوصیت ان کی یہ بھی تھی کہ اکثر صرف تہ بند باندھ کر گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر لڑتے تھے۔ رومی ان سے بھی بہت ڈرتے تھے۔

ان کے قریب ہی گندمی رنگ کے ایک بڑی بڑی آنکھوں والے اعرابی بیٹھے تھے۔ ان کی داڑھی بھورے رنگ کی تھی۔ ان کا نام شرجیلؓ تھا۔ یہ سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب تھے۔ ان کی بہادری کا بھی ہر طرف شہرہ تھا۔ متذکرہ اصحابؓ کے ساتھ ہی وہاں فرشِ زمین پر اور بھی بہت سے مہاجرین اور انصار تشریف فرما تھے۔

حضرت ابوعبیدہؓ کہہ رہے تھے:

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

"یہ تو یقینی امر ہے کہ ہمیں حلب کی طرف کوچ کرنا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حلب کے قلعہ کا حاکم یوقنا ہے جو دانشمند اور دور اندیش بہادر ہے۔ فوج بھی بیس ہزار سے زیادہ ہے اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ قلعہ نہایت مستحکم ہے۔ اس پر قابو پانا آسان نہیں کیونکہ وہ پہاڑی گھاٹی پر واقع ہے اور اس کے قرب و جوار میں کوئی قریہ ایسا نہیں ہے جہاں سے ضروریات کی چیزیں مل سکیں۔ ایسی حالت میں اگر یوقنا قلعہ بند ہو کر لڑا تو رسد کا کیا انتظام ہو گا۔

ضرارؓ: بہت ممکن ہے کہ قنسرین والوں کی طرح یوقنا بھی صلح کر لے اس لیے ابھی سے غور و فکر کر کے اپنے دماغوں کو پریشان نہیں کرنا چاہیے۔

ابوعبیدہؓ: لیکن یوقنا نہایت خوددار شخص ہے۔ وہ سارے ملک شام میں اپنے آپ کو سب سے افضل سمجھتا ہے۔ اس وقت اس کے پاس بیس ہزار سے زیادہ لشکر ہے لیکن وہ شہر حلب اور اس سے ملحقہ پہاڑی دیہات سے جنگجوؤں کو طلب کر کے پچاس ہزار سے زیادہ سپاہی میدان جنگ میں لا سکتا ہے۔ اس سے صلح کی توقع رکھنا دانشمندی کے خلاف ہے۔

شرجیلؓ: سنا ہے۔ یوقنا خود بہادر ہے اور ظاہر ہے کہ ایک بہادر کی سپہ سالاری میں لشکر بھی بہادر ہو گا ایسی صورت میں صلح کی توقع رکھنا مناسب نہیں۔

ضرارؓ: تم رومیوں کو بہادر بتاتے ہو۔ مجھے حیرت ہوتی ہے جو قوم اپنے مذہب سے روگردانی کرنے لگتی ہے خدا کو بھول جاتی ہے۔ عیش و عشرت ہی کو اپنا سرمایہ زندگی سمجھتی ہے وہ کیسے بہادر ہو سکتی ہے۔

کعبؓ: یہ بالکل سچ ہے کیونکہ عیش و نعم، جرأت و بہادری کے جوہر کو بالکل فنا کر دیتے ہیں۔ دولت و ثروت انسان کو گناہ کی طرف دھکیلتے ہیں اور گنہ گار انسان فطرتاً بزدل ہو جاتا ہے۔

شرجیلؓ: لیکن ایک گنہ گار انسان جب گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور اپنی دولت و ثروت نیک کاموں میں صرف کرنے لگتا ہے تو اس کے مردہ جذبات پھر زندہ ہو جاتے ہیں اور اس کا زائل شدہ جوہر عود کر آتا ہے اور وہ بدستور سابق بہادر بن جاتا ہے۔

کعبؓ: بشرطیکہ دولت کا صرف خدا اور مخلوق دونوں کے نزدیک بہتر ہو۔

ضرارؓ: بے شک یہ صحیح ہے مگر یہ کیسے سمجھا جائے کہ دولت خدا کی خوشنودی کے لیے خرچ کی جا رہی ہے۔

خالدؓ: میرے خیال میں یہ بحث ہی خارج از فائدہ ہے۔ ہمیں اس وقت صرف رسد رسانی کے انتظام کے متعلق سوچنا ہے۔

ابوعبیدہؓ: ہاں رسد رسانی کا مسئلہ اس وقت زیر بحث ہے اسی کے متعلق گفتگو ہونی چاہیے۔

شرجیلؓ: قلعہ حلب کے قریب جو پہاڑی دیہات ہیں ان میں سے رسد رسانی کا کافی انتظام ہو سکتا ہے۔

ابوعبیدہؓ: مگر وہ دیہات قلعہ حلب کے دوسری طرف واقع ہیں۔ ممکن ہے ہم ان دیہات تک نہ پہنچ سکیں۔

خالدؓ: بہتر یہ ہے کہ قنسرین سے حلب تک ڈاک بٹھا دی جائے اور قنسرین سے حلب تک پہنچائی جائے۔

ابوعبیدہؓ: بے شک جب تک کوئی اور انتظام ہو قنسرین ہی سے بندوبست کرنا مناسب ہے۔

کعبؓ: بہتر ہے لیکن یہاں کب تک پڑے رہیں گے۔ ہمارے سپاہی اس جگہ پڑے پڑے گھبرا گئے ہیں۔

ابوعبیدہؓ: میں کل ہی ایک مختصر لشکر بھیجنا چاہتا ہوں۔

شرجیلؓ: لیکن اس لشکر میں کتنے مجاہد ہوں گے؟

ابوعبیدہؓ: پانچ سو۔

ضرارؓ: ہاں کافی ہیں اگر پانچسو سپاہی روزانہ بھیجے جائیں تو مناسب ہے کیونکہ جب روزانہ ہمارے سپاہی پہنچیں گے تو رومی مرعوب ہو جائیں گے اور انہیں ہماری صحیح تعداد کا پتہ نہیں چل سکے گا۔

شرجیلؓ: یہ تدبیر ٹھیک ہے مگر پانچسو سپاہی کم ہیں۔ روزانہ ایک ایک ہزار فوج بھیجی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

خالدؓ: لیکن اس طرح تو ہمارا کل لشکر ستر دن میں پہنچے گا اور یہ وقفہ یوقنا کو قلعہ کے استحکام کے لیے بہت کافی ہے۔

ضرارؓ: ہاں۔ مجھے اس بات کا تو خیال ہی نہیں رہا تھا اس طرح تو ہم نقصان میں رہیں گے۔ جب تو ایک ہزار مجاہدین کل روانہ کیے جائیں۔ باقی لشکر پرسوں کوچ کرے۔

خالدؓ: مگر ممکن ہے یوقنا ہمارے ایک ہزار لشکر کو کچھ نقصان پہنچائے۔

ابوعبیدہؓ: وہ کیا نقصان پہنچا سکتا ہے صرف ایک ہی روز کا تو فرق رہے گا۔

خالدؓ: بہتر ہے۔ اب یہ تجویز کیا جائے کہ کل کس کی سرکردگی میں لشکر روانہ ہو۔

ضرارؓ: اس کے طے کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر کل روانہ ہونے کے لیے مجھے حکم دیا جائے تو

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

میں مشکور رہوں گا۔

کعبؓ: لیکن ضرارؓ! تم کئی مرتبہ ایسا کر چکے ہو۔ یہ موقع مجھے دیا جائے تو مناسب ہے۔

ابوعبیدہؓ: لیکن یہ بھی تو خیال کر لینا چاہیے کہ جو لشکر روانہ ہو۔ ممکن ہے وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے۔

ضرارؓ: ایک مسلمان کے لیے شہادت سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی ہے۔ ممکن ہے آپ کی مہربانی سے میں شہادت کا درجہ حاصل کر لوں۔

کعبؓ: نہیں ضرارؓ نہیں۔ مجھے جانے دو۔ شہادت کے لیے جس قدر میں بے چین ہوں تم نہیں جانتے۔

خالدؓ: لیکن تم دونوں میرا حق چھیننے کی کوشش کیوں کر رہے ہو۔ شہادت اسی کو نصیب ہوتی ہے جس سے خدا خوش ہوتا ہے مجھے اس نعمت سے محروم نہ کرو۔

شرجیلؓ: خدا کی خوشنودی سردار کا حکم ماننے میں ہے۔ تم پیش دستی کیوں کرتے ہو۔

خالدؓ: سردار کے حکم سے کسے انحراف ہے لیکن اپنی خواہش کا اظہار بھی تو گناہ نہیں۔

شرجیلؓ: اس انتخاب کو سردار کے حکم پر ہی چھوڑ دو۔

خالدؓ: بہتر ہے۔

ابوعبیدہؓ: جب تک مسلمانوں میں مذہب پر جاں نثاری کا شوق ہے۔ اسلام پر سرفروشی کرنے کا جذبہ ہے اس وقت تک یہ قوم برابر ترقی کرتی رہے گی لیکن جس وقت یہ جذبہ مٹ جائے گا، اسی وقت مسلمان ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ بہتر تو یہی تھا کہ تم خود کل روانہ ہونے والے کا انتخاب کر لیتے مگر شہادت کا بڑھا ہوا شوق اس انتخاب میں حائل ہے اس لیے میں حکم کرتا ہوں کہ کعبؓ کل فجر کی نماز پڑھتے ہی ایک ہزار کی جمعیت سے روانہ ہو جائیں اور دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد خالد ایک ہزار کا لشکر لے کر اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے ان کے پیچھے ہی پیچھے جائیں۔

جوشِ مسرت سے کعبؓ کا چہرہ کھل گیا۔ انھوں نے مشکورانہ نظروں سے ابوعبیدہؓ کو دیکھا۔ خالدؓ نے کہا:

"کعبؓ مبارک ہو۔"

کعبؓ: آج مجھے لشکر سے پہلے روانہ ہونے کی سعادت ملی ہے میں سردار کا مشکور ہوں۔

ابوعبیدہؓ: اب مشورہ ہو چکا۔ رات بھی زیادہ آ گئی ہے۔ صبح سویرے لشکر روانہ ہو گا۔ تھوڑی دیر

آرام کرنا بھی ضروری ہے۔

اب یہ سب کے سب اٹھے اسلام علیک کی اور اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس وقت رات آدھی کے قریب ہو چکی تھی۔ چاند پورا روشن ہونے کی وجہ سے دور کہیں کہیں آسمان کے کناروں پر ستارے چمک رہے تھے۔ چاندنی ٹھنڈی دھوپ کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ آگ روشن ہونے کی وجہ سے جو دھواں پھیل گیا تھا وہ ہر ایک کی آنکھوں میں گھس کر تلخی پیدا کر کے آنسو نکالے دیتا تھا۔ دوسرے کہر چھا جانے کی وجہ سے دور تک دیکھا نہیں جاتا تھا۔ کہیں کہیں خیموں کے سامنے اس وقت بھی آگ روشن تھی۔ اس آگ کی روشنی میں اب بھی لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ بعض جگہ سے قرأت کے ساتھ قرآن پڑھنے کی آواز آ رہی تھی اور اکثر جگہ لوگ بیٹھے ہوئے ہتھیاروں کو صاف کر رہے تھے یا میٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے۔

رات خدا نے آرام کے لیے بنائی ہے۔ فطرتاً ہر شخص کا دل آرام کرنے کو چاہتا ہے اس لیے رفتہ رفتہ تمام خیموں سے خراٹوں کی آوازیں آنے لگیں۔ جن لوگوں کو سایہ نصیب نہیں ہوا تھا وہ آسمان کی چھت کے نیچے ہی پڑے تھے۔ اس وقت ان کو بھی نیند آ گئی تھی۔

جب آگ پر لکڑیاں رکھنے والے سب ہی سو گئے تو آگ بھی بجھ گئی اور اوپر سے پڑنے والی شبنم نے اسے بالکل سرد کر دیا۔

کسی سردار کے خیمے پر پہرہ نہیں تھا۔ سب نہایت ہی بے فکری سے سو رہے تھے البتہ کچھ سپاہی طلایہ کے طور پر لشکر کے چاروں طرف گشت کر رہے تھے۔

(۱)

وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ چاند کی روشنی پھیکی پڑنے لگی۔ آسمان کے افق پر چمکنے والے ستارے جھلملانے لگے۔ اس وقت بعض سپاہیوں نے کروٹ لی۔ بعض نے آسمان کی طرف دیکھا اور صبح کے آثار دیکھ کر اٹھ بیٹھے اور دوسروں کو آوازیں دے دے کر جگانے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں تمام لشکر گاہ میں آدمیوں کے بولنے، کھانسنے اور کھنکارنے کی آوازیں آنے لگیں۔ کچھ لوگ حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہونے چلے گئے۔

اب صبح کے پیغامبر اپنی پیاری پیاری بولیوں میں بولنے لگے۔ اس وقت ایک طرف سے اللہ اکبر کی دل کھینچ لینے والی آواز آئی۔ کسی نے اذان دینی شروع کی تھی۔ صبح صادق کے وقت اللہ اکبر کی

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

دل خوش کن آواز نسیم سحری کے ساتھ بلند ہوکر عجیب مسرت خیز سماں پیدا کر رہی تھی۔ جس وقت الصلوٰۃ خیر من النوم کی صدا آئی تمام سپاہی کلمہ پڑھ پڑھ کر اٹھ بیٹھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ساری فوج بیدار ہوگئی اور لوگ جلد جلد حوائج ضروریہ سے فارغ ہوکر وضو کرنے لگے۔

وضو کرنے کے بعد مغرب کی طرف ایک کشادہ میدان میں پہنچے۔ اس میدان میں سرسبز گھاس کھڑی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ امام ہوئے۔ ان کے پیچھے سترہ ہزار آدمی متعدد صفوں میں صف بستہ ہوگئے۔ افسروں نے صفوں سے نکل نکل کر صفیں درست کرنی شروع کر دیں۔

جب صفیں سیدھی ہوگئیں تو امام نے اللہ اکبر کہا۔ متعدد حلقوں سے ایک ساتھ اللہ اکبر کی آواز آئی اور سب نے نیت باندھ کر نماز شروع کی۔

بارگاہ خداوندی میں امیر و غریب، افسر و سپاہی، مہاجر و انصار، صحابی و تابعین سب برابر ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ عجب دلکش منظر تھا۔

نماز کے بعد دعا مانگی گئی۔ سترہ ہزار آدمیوں کا ایک ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا منظر بھی دیکھنے کے قابل تھا۔

دعا کے بعد کعب رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انھوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سلام کر کے مصافحہ کیا اور کہا:
"میں اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: جاؤ کعب رضی اللہ عنہ۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ اگر کسی ایسے لشکر سے تمہارا سامنا ہو جس سے لڑنے کی تمہارے ساتھیوں میں قوت نہ ہو تو اس سے جنگ کر کے مسلمانوں کو خود ہی شہید نہ کرا دینا۔

کعب رضی اللہ عنہ: اگر کوئی اتفاقیہ امر واقع نہ ہوا تو میں ضرور اس کا خیال رکھوں گا۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: اچھا جاؤ۔ خدا حافظ۔

کعب رضی اللہ عنہ نے پھر سلام کیا اور واپس لوٹ کر اپنے خیمے میں آئے۔ یہاں آ کر انھوں نے ہتھیار لگائے، زرہ پہنی، خود رکھا، عمامہ باندھا اور خیمے سے باہر آئے۔ غلام گھوڑا لیے کھڑا تھا۔ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر سوار ہوئے۔

انھوں نے رات ہی کو لشکر کو روانگی کی اطلاع دے دی تھی اس لیے جب وہ تیار ہوئے تو ان کا ہمراہی لشکر بھی تیار ہو گیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، خالد رضی اللہ عنہ، شرجیل رضی اللہ عنہ اور ضرار رضی اللہ عنہ، کعب رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں کو رخصت کرنے کے لیے لشکر سے باہر تک آئے۔

کعب رضی اللہ عنہ روانہ ہونے والے لشکر کے قریب پہنچے۔ انھوں نے چار چار سواروں کی قطار قائم کر کے لشکر کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ مجاہدین نے اللہ اکبر کا زور سے نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے نعرے کا جواب اللہ اکبر کہہ کر دیا۔ ان غلغلہ انداز نعروں سے تمام میدان گونج اٹھا۔ قنسرین کے باشندے قلعے کے اوپر سر نکال نکال کر دیکھنے لگے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کعب رضی اللہ عنہ کو سبز ہلالی پرچم دیا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا ہاتھ میں لے کر اسے ہوا میں اڑایا۔ اس میں "نصر من اللہ و فتح قریب" جلی انداز میں لکھا ہوا تھا۔

روانہ ہونے والے لشکر نے ایک مرتبہ اور اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگایا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور اپنے ساتھیوں کو سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور فتح کی دعا کی۔ چونکہ لشکر کا کچھ حصہ آگے چلا گیا تھا اس لیے کعب رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کو ڈکی چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر میں لشکر کا آخری حصہ بھی روانہ ہو گیا۔ اب سوائے گرد و غبار کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔

اب آفتاب نکل آیا تھا۔ اس کی زرد زرد کرنیں درختوں کی چوٹیوں پر پڑنے لگی تھیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہی واپس لشکر میں پہنچے۔

قنسرین کے رومی باشندوں نے ضروریات کی چیزیں لا کر بازار لگا دیا۔ یہ بازار مجاہدین کے لشکر سے کسی قدر فاصلے پر شہر قنسرین کے قریب روزانہ لگا دیا جاتا تھا۔ عربوں نے خرید و فروخت شروع کر دی۔ اس خرید و فروخت میں زیادہ وقت گزر گیا۔ سپاہیوں کے کھانا تیار کرنے اور کھانے میں ظہر کا وقت آ گیا۔

چونکہ حسب قرارداد حضرت خالد رضی اللہ عنہ ظہر کے وقت تک روانہ نہ ہو سکے اس لیے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہہ دیا کہ وہ بھی کل علی الصبح معہ تمام لشکر کے کوچ کریں۔ یہ ایک فروگذاشت تھی جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوئی جس نے بعد میں تمام مسلمانوں کو مغموم کر دیا۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

مصالحت و پسپائی

○

دوپہر کا وقت تھا۔ بارہ بج چکے تھے۔ آفتاب اپنی پوری تیزی سے چمک رہا تھا۔ اس وقت ان پہاڑی گھاٹیوں میں جو قنسرین کے راستہ میں حلب کے قریب بے ترتیبی سے پھیلتی ہوئی کوہ بقاس سے جا ملی تھیں، عربوں کا مختصر لشکر آہستہ آہستہ سفر کر رہا تھا۔ راستہ ناہموار ہونے کی وجہ سے گھوڑے قدم بقدم ٹھوکریں کھا رہے تھے۔

راستہ کے ایک طرف اونچی اونچی پہاڑیاں تھیں۔ دوسری طرف نہایت گہرے گڑھے تھے جن کی وجہ سے یہ راستہ نہایت مخدوش تھا۔ کسی سوار کی ذرا سی غلطی سے وہ اور گھوڑا دونوں کھڈے میں گر کر قعرِ عدم میں پہنچ سکتے تھے۔ یہ راستہ ایسا تنگ اور دشوار تھا کہ دو سوار بمشکل ایک وقت میں گزر سکتے تھے۔

آفتاب کی تمازت نے پتھروں کو تپا دیا تھا۔ نیچے اور برابر سے پتھروں کی تپش تھی، اوپر سے سورج کی ناگوار تمازت سے سوار بوکھلا گئے تھے۔ وہ پسینے میں شرابور تھے۔ پیاس کی وجہ سے ان کی زبانیں خشک ہو گئی تھیں، گھوڑے ہانپ رہے تھے۔ ان کے نتھنے پھڑک رہے تھے۔ ان کے تمام بدن بھی پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے وہ بھی زبانیں نکالے ہوئے تھے۔

خدا خدا کر کے یہ دشوار گزار راستہ طے ہوا۔ اس درے سے گزرتے ہی ایک وسیع گھاٹی نظر آئی جس پر گھاس کا مخملی فرش بچھا ہوا تھا۔ جگہ جگہ خودرو پودوں اور درختوں کے جھنڈ تھے۔ سواروں نے اس جگہ کو غنیمت قبیہ سمجھا۔ انھوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ یہ وہی مختصر لشکر تھا جو کعبؓ

کی سرکردگی میں حلب کی طرف بڑھ رہا تھا۔

کعبؓ نے اس پُر فضا میدان میں لشکر کو اتار کر تھوڑی دیر آرام کرنے کا حکم دیا۔ اس سرسبز و شاداب وادی کو دیکھ کر عربوں کی ساری کلفت دور ہو گئی۔ وہ گھوڑوں سے اتر اتر کر درختوں کے سائے میں بیٹھ گئے۔

کعبؓ نے گھوڑے کو دوڑا کر ادھر اُدھر پانی تلاش کیا۔ خوش قسمتی سے تھوڑی ہی جد و جہد کرنے سے شمال کی طرف شیریں پانی کا ایک چشمہ مل گیا جو چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا بہہ رہا تھا۔

کعبؓ نے پیاسے سپاہیوں کو پانی کا چشمہ بتایا مگر ساتھ ہی انھوں نے اس خیال سے کہ سپاہی ایک دم زیادہ پانی پی کر نقصان نہ اٹھائیں، بلند آواز سے کہا:

"خدا کا نام لینے والو۔ اپنے سردار کی اطاعت کرنے والو۔ ابھی پانی نہ پیا۔"

اگرچہ مجاہدین کی پیاس سے جان پر بنی ہوئی تھی۔ ان کی زبانیں اور حلق خشک ہو رہے تھے اور ان کے ہاتھ پانی تک پہنچ چکے تھے۔ بعضوں نے پیالوں میں پانی بھر بھی لیا تھا اور لبوں سے لگا چکے تھے لیکن انھوں نے اپنے سردار کا حکم سنتے ہی پانی گرا دیا اور سب کعبؓ کی طرف دیکھنے لگے۔

پیاسے عربوں کی اس قدر اطاعت دیکھ کر کعبؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انھوں نے کہا:

"خدا کی قسم۔ مسلمان جب تک ان لوگوں کا حکم مانتے رہیں گے جن کو انھوں نے اپنا سردار یا رہنما تسلیم کر لیا ہے، خدا ان سے خوش رہے گا اور جب خدا ان سے خوش رہے گا تو وہ کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوں گے۔"

ایک مجاہد نے کہا:

"ہم آپ کے ماتحت ہیں۔ ہم پر آپ کی اطاعت فرض ہے۔ اگرچہ پیاس سے ہماری جانوں پہ بنی ہوئی ہے مگر ہم آخری سانس تک آپ کا حکم مانیں گے۔"

کعبؓ: اس وقت ہم سب پیاس سے جاں بلب ہیں۔ ممکن ہے کہ ہم پانی زیادہ پی جائیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ پہلے سب لوگ وضو کر لیں۔ پھر پانی پئیں۔ بعد میں گھوڑوں کو پانی پلائیں۔

متعدد آوازیں آئیں:

"بہت مناسب ہے!"

عربوں نے وضو شروع کیا۔ صرف ایک عرب تھا جس نے وضو نہیں کیا۔ اس نے جلدی سے پانی پیا۔ اپنے گھوڑے کو پانی پلایا اور لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا اس گھاٹی کے آخری سرے پر پہنچا۔ چونکہ مجاہدین

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

دھوکہ دے رہے تھے اس لیے کسی نے ان کو نہیں دیکھا۔ وہ گھاٹی کے سرے پر پہنچ کر گھوڑے پر سوار ہوا گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تیزی سے حلب کی طرف روانہ ہوگیا۔

اس نے اپنے گھوڑے کو سرپٹ چھوڑ دیا۔ وہ نہایت عجلت میں تھا۔ وہ جلد سے جلد اپنا سفر کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس وقت کھلے میدان کو عبور کر رہا تھا۔

ابھی اس نے مشکل سے دو میل طے کیے ہوں گے کہ سامنے سے سرپھلک گرد و غبار اڑتا نظر آیا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو اور بھی تیز کر دیا۔ ہر لمحہ غبار اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں گرد کا دامن چاک ہوا اور سامنے سے رومی فوج آتی نظر آئی۔ یہ عرب سوار رومی لشکر کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس کا گھوڑا تیز دوڑنے کی وجہ سے ہانپ رہا تھا۔ وہ گھوڑے سے اتر پڑا اس نے گھوڑے کو راستے کے سرے پر چھوڑ دیا۔

اب رومی لشکر اس کے قریب آگیا۔ اس نے ہاتھ سے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔ اس لشکر میں سے ایک سوار نکل کر اس کے قریب آیا جس نے زرہ بکتر پہنی ہوئی تھی۔ سر پہ آہنی خود تھا اور خود کے اوپر چاندی کی زنجیریں لٹک رہی تھیں۔

اس کی شان بتا رہی تھی کہ وہ کوئی سردار ہے۔ اس نے اس عرب کے قریب آ کر کہا:

"تم کیا خبر لائے ہو۔ مسلمانوں کا لشکر کہاں ہے؟"

یہ غالباً مفتقرہ عرب تھا۔ اسی قبیلہ کے لوگ رومیوں کے جاسوس بنے تھے۔ عرب نے کہا:

"اس لشکر کا بڑا سردار کون ہے؟"

سوار: ہمارا عادل بادشاہ ارقنا۔

عرب: میرے پاس بہت سی خبریں ہیں لیکن میں عادل بادشاہ کے سامنے ہی بیان کروں گا۔

سوار کے ہاتھ میں جھنڈی تھی۔ اس نے ہوا میں جھنڈی ہلا کے کچھ اشارہ کیا۔ اس کے اشارہ کرتے ہی لشکر ٹھہر گیا۔ وہ سردار عرب کو لے کر راستے کے کنارے سے چل کر لشکر کے وسط میں آیا اور سپاہیوں کو ایک طرف ہٹا کر یوقنا کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

یوقنا کو دھوپ کی تمازت سے بچانے کے لیے اس کے سر سے اونچا ایک سائبان قائم کیا گیا تھا جو مخمل کا بنا ہوا تھا۔ اس کی چوبیں نقرئی تھیں جن پر طلائی کام ہو رہا تھا۔ ان چوبوں کو سوار اونچا اٹھائے ہوئے تھے۔

سردار نے یوقنا کو سلام کیا۔ یوقنا نے پوچھا: "لشکر کیوں رک گیا؟"

سردار: عالی جاہ! یہ جاسوس عرب آیا ہے۔ کہتا ہے میرے پاس مسلمانوں کی خبریں ہیں لیکن یہ آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہے۔

یوقنا: احتیاط اسی کو کہتے ہیں۔ ہاں اسے عربی۔ بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟

عرب جاسوس: جناب۔ میں اس وقت سیدھا قنسرین سے آ رہا ہوں۔ مسلمانوں نے حلب کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ ان کا مختصر لشکر آپ کے قریب ہے۔

یوقنا (جلدی سے): مسلمانوں کا لشکر کہاں ہے؟

جاسوس: درے کے اس طرف وادی میں۔

یوقنا (کسی قدر گھبرا کر): اس قدر قریب لیکن ان کی تعداد کتنی ہے؟

جاسوس: بہت کم۔ صرف ایک ہزار۔

یوقنا (خوش ہو کر): صرف ایک ہزار۔ جب تو میں ان سب کو کاٹ کر ڈال دوں گا۔ ان کا سردار کون ہے؟

جاسوس: کوئی مشہور یا بہادر آدمی نہیں ہے۔ وہ عرب کا ایک رئیس ہے جو ضرارؓ یا خالدؓ کی طرح بہادر نہیں۔

یوقنا: یہ کرائسٹ کی مہربانی ہے۔ اگرچہ میں چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے کل لشکر سے مقابلہ ہو لیکن جب یہ ایک ہزار لقمۂ اجل ہونے کے لیے آ ہی گئے ہیں تو پہلے ان ہی کو فنا کر دوں۔

پھر اس نے سردار سے کہا:

"تم اس لشکر کے نصف پانچ ہزار سواروں کو بطور گارڈ کے وادی کے اس طرف دروں میں چھپا دو اور نصف پانچ ہزار لشکر سے مسلمانوں کو کاٹ کر ڈال دو۔ یہی میرا حکم ہے۔"

سردار نے اظہارِ اطاعت کے لیے سر خم کیا اور کل لشکر کے دو حصے کر دیے اور لشکر کسی قدر تیزی سے روانہ ہو گیا۔ اب اس لشکر کو وادی تک پہنچنا تھا اور وادی قریب تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں راستہ طے ہو گیا۔ حسبِ قرارداد آدھا لشکر آگے روانہ ہوا۔

وادی کے مشرقی سرے پر راستہ گھوم کر حلب کو جاتا تھا جس کی وجہ سے وادی والے راستہ والوں کو اور راستے والے وادی والوں کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

جب رومی لشکر راستہ کو گھوم کر طے کر کے وادی کے سرے پر پہنچے تو انھوں نے قرنا پھونکا اور نقارہ بجانا شروع کیا۔

مسلمان ابھی گھوڑوں کو پانی ہی پلا رہے تھے اور جو پانی پلا کر فارغ ہو گئے تھے وہ کھانے پینے کا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

بندوبست کر رہے تھے۔ کچھ عرب متفرق طور پر درختوں کے سائے میں بیٹھے آرام کر رہے تھے کہ دفعتاً انھوں نے رومیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔

کعبؓ نے تعجب سے رومیوں کے لشکر پر نگاہ ڈالی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے اور بلند آواز سے کہا:

"مسلمانو۔ جلد گھوڑوں پہ سوار ہو جاؤ۔"

مسلمان کسی قدر گھبرا گئے تھے انھوں نے سب کام چھوڑ دیے اور جلدی جلدی گھوڑوں پہ سوار ہو گئے۔

اب رومیوں کا لشکر وادی میں آکر صف بستہ ہو گیا تھا۔ کعبؓ نے اس لشکر پہ ایک نظر ڈالی۔ پھر انھوں نے مجاہدین سے مخاطب ہو کر کہا:

"اسلامی جاں نثارو۔ نہ اس وقت تقریر کرنے کا موقع ہے اور نہ اس کی ضرورت۔ تم اسلام کے لیے لڑ رہے ہو۔ خدا کی خوشنودی چاہتے ہو۔ شہادت کے طلب گار ہو۔ ہماری خوش قسمتی ہے وہ موقع آگیا ہے۔ میں نے دشمنوں کے لشکر کا اندازہ کر لیا ہے صرف پانچ ہزار ہے۔ یہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ ایک ایک مسلمان کے مقابلے میں پانچ پانچ رومی ہیں۔ ہم ان سے ڈر نہیں سکتے کیونکہ ہمیں ان کی بہادری کا علم ہے۔ یرموک میں ان کا لشکر دس لاکھ تھا جس میں ساٹھ ہزار عرب تھے جو جبلہ کے ساتھ مرتد ہو گئے تھے اور مسلمان صرف تیس ہزار تھے۔ خدا نے ہماری مدد کی اور ہم نے دس لاکھ رومیوں کو شکست دے دی۔ یہ رومی یرموک والے رومیوں کے برابر بہادر نہیں ہیں۔ خدا کا نام لے کر بڑھو اور ان رومیوں کو بتا دو کہ مسلمان ڈرنے والے نہیں ہیں۔"

مسلمانوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگایا۔ گھاٹی سے آواز بازگشت ہوئی۔ رومیوں نے قرنا پھونکا۔ نقارے بجائے اور آہستہ آہستہ اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔

کعبؓ نے کسی قدر بلند آواز سے پھر کہا:

"مسلمانو! جو شخص تم میں سے جانا چاہے جا سکتا ہے۔ میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔"

متعدد آوازیں آئیں:

"ہم بھاگ کر خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔"

کعبؓ نے پھر کہا: "مگر تم دیکھتے ہو کہ رومی زیادہ ہیں اور ہم کم ہیں۔"

پھر آوازیں آئیں:

"ہمیں خدا پہ بھروسہ ہے۔ وہی ہماری مدد کرے گا۔"

کعبؓ نے مسلمانوں کو پانچ صفوں میں کھڑا کیا۔ سب سے اگلی صف پہ سعیدؓ کو سردار مقرر کیا اور ان کو حکم دیا۔

سعیدؓ گندمی رنگ کے ۵۴ سالہ بہادر آدمی تھے۔ وہ اکثر لڑائیوں میں شریک رہے تھے۔ جنگ یوم السلاسل اور غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لڑ چکے تھے اور جنگ یمامہ میں حضرت خالدؓ کے ہمراہ لڑے تھے۔ وہ تجربہ کار اور بہادر تھے۔

سعیدؓ نے گھوڑا دوڑا کر اگلی صف کو سیدھا کیا اور مسلمانوں کو صبر سے لڑنے کی تلقین کی۔

اب رومی ایک نیزے کے فاصلے پر آکر رک گئے۔ یوقنا گھوڑا بڑھا کر اپنے لشکر کے سامنے آیا اور اس نے کہا:

"عیسائی بہادرو! یہ عرب بزدل رومیوں سے مقابلہ کر کے دلیر ہو گئے ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کی تعداد کم ہے۔ انہیں پیس ڈالنا کوئی بات نہیں۔ میری آرزو تھی کہ میرا مقابلہ ان مسلمانوں کے سارے لشکر سے ہوتا مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ وہ تھوڑے سے تھوڑے سے آئیں اور میں انہیں فنا کر دوں۔ اگرچہ اس طرح ہمارے دلوں کے حوصلے نہ نکلیں گے مگر ہمارا جو مقصد عربوں کو فنا کرنے کا ہے وہ پورا ہو جائے گا۔ جس وقت قرنا پھونکا جائے اور نقارے بجیں تم فوراً حملہ کر کے ان مٹھی بھر عربوں کو کچل ڈالنا۔ یہی میری آرزو ہے اور یہی میرا حکم بھی ہے۔"

یوقنا لشکر کے وسط میں چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی نقاروں پر چوٹ پڑی۔ قرنا پھونکا گیا اور رومی سپاہیوں نے شور کر کے تیر کمانیں سنبھالیں اور ایک ساتھ تیر چلائے۔

مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پُرزور نعرہ لگایا اور آنے والے تیروں کے سامنے ڈھالیں کر دیں۔ کچھ تیر ڈھالوں پر رکے اور کچھ مسلمانوں کے لگے۔ اب مسلمانوں نے بھی نہایت چابک دستی سے کمانیں اٹھائیں اور ایک ساتھ دو سو تیر پھینکے۔ عیسائیوں نے بھی مسلمانوں کی طرح ڈھالوں پہ تیروں کو روکا۔ ان کے کچھ تیر ڈھالوں پہ رکے اور کچھ سپاہیوں کے لگے۔

اب جلد جلد تیر برسائے جانے لگے۔ چونکہ رومی کثیر تعداد میں تیر پھینکتے تھے اس لیے مسلمانوں کا کسی قدر نقصان ہو رہا تھا۔ کعبؓ نے اس بات کو محسوس کیا اور انھوں نے سب سے آخری دستے کو کسی قدر پیچھے ہٹا کر لڑائی میں اتار دیا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

مسلمانوں کا یہ دستہ ذرا گھوم کر پہاڑی کے مشرقی حصے پر جا چڑھا۔ کعبؓ نے اس دستے کو سمجھا دیا جب اشارہ ہو اس وقت تیر اندازی کی جائے۔

اس وقت رومی کثرت سے تیر پھینک رہے تھے۔ مسلمان بھی مقدور بھر جلدی جلدی تیر چلا رہے تھے مگر ابھی تک زیادہ نقصان مسلمانوں ہی کا ہو رہا تھا۔

کعبؓ نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ عربی دستے پیچھے ہٹے۔ رومیوں نے ان کے اس پیچھے ہٹنے کو دیکھ لیا۔ یوقنا نے بلند آواز سے کہا:

"دشمن پیچھے ہٹ رہا ہے بہادرو۔ آگے بڑھ کر حملہ کر دو۔"

یہ سنتے ہی رومی لشکر میں جنبش ہوئی۔ ان کی صفیں تیزی سے آگے بڑھیں اور جلدی جلدی تیر پھینکے جانے لگے۔

کعبؓ نے مسلمانوں کو چشنے کی طرف اور پیچھے ہٹایا۔ یوقنا نے پھر بلند آواز سے کہا:

"مسلمان مغلوب ہو گئے ہیں۔ وہ بھاگنے والے ہیں۔ انہیں بھاگنے نہ دو۔"

اب رومی تیزی سے آگے بڑھے اور پہلے سے زیادہ جلد جلد تیر پھینکنے لگے۔ مسلمانوں نے بھی تاک تاک کر جلدی جلدی تیر برسانے شروع کیے۔

رومی اپنی کثرت پر نازاں تھے۔ مسلمانوں کے پیچھے ہٹنے سے ان کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ وہ اسی فکر میں تھے کہ مسلمان عنقریب بھاگنے والے ہیں کہ دفعتاً مشرقی پہاڑی کے اوپر سے عیسائیوں پر تیروں کی بارش ہونے لگی۔ اس ناگہانی پہلے ہی حملے نے عیسائیوں کا سہ قراڑ کر دیا۔ سینکڑوں عیسائی تیر کھا کر گر کر کچھ دیر تڑپے اور مر گئے۔ ابھی عیسائی سنبھلے بھی نہ تھے کہ پھر اوپر سے تیر آئے اور پھر بہت سے عیسائی لقمۂ اجل ہو گئے۔

اب سامنے سے بھی مسلمانوں نے جلد جلد تیر برسانے شروع کیے۔ اس وقت عیسائی نرغہ میں آ گئے۔ وہ گھبرا گئے۔

یوقنا لشکر آگے بڑھانے کی غلطی پر پچھتایا۔ وہ حیران تھا کہ کیا کرے کیونکہ لشکر کو آگے بڑھانے میں اور بھی نقصان کا اندیشہ تھا اور لشکر کا پیچھے ہٹنا کسی قدر دشوار تھا۔ وہ غور کر رہا تھا لیکن کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

مسلمانوں کو یہ اچھا موقع ہاتھ آ گیا۔ وہ اوپر سے اور سامنے سے تیر برسا کر عیسائیوں کا خاتمہ کر رہے تھے۔ ہر لمحہ عیسائی تیر کھا کھا کر گر رہے تھے۔ رومیوں کی صفیں درہم برہم ہو گئی تھیں۔ اس روح فرسا منظر کو دیکھ کر

یوقنا بے چین ہو گیا۔ اس کے اوسان جاتے رہے۔ اس نے گھبرا کر لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ یہ دوسری غلطی تھی جو اس سے سرزد ہوئی۔

رومی ڈھالیں آگے کر کے تیزی سے بڑھے۔ مسلمانوں نے ان کے ارادے کو معلوم کر لیا۔ وہ انتہائی شدت سے تیر برسانے لگے۔ سب سے زیادہ تیر پہاڑی کے اوپر سے آ رہے تھے۔ عیسائی سامنے سے آنے والے تیروں کا انتظام تو کر سکتے تھے لیکن وہ اوپر سے آنے والے تیروں کو نہیں روک سکتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کا زیادہ نقصان ہو رہا تھا۔

ہر ہر قدم پر عیسائی تیر کھا کھا کر گر رہے تھے اور تڑپ کر ٹھنڈے ہو جاتے تھے۔ موت سے مفر نہ دیکھ کر رومیوں نے آگے بڑھنے ہی کو اچھا سمجھا۔

اب آفتاب کسی قدر مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ اس میں وہ پہلی سی تمازت نہ رہی تھی۔ اب تیروں کی بارش بند ہو گئی تھی۔ پہاڑی کے اوپر سے بھی مسلمانوں نے اس خوف سے تیر برسانے موقوف کر دیے تھے کہ ان کے تیروں سے مسلمانوں کو بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔

سعیدؓ نے رومیوں کی یلغار کو دیکھ کر کہا:

"اسلام کے شیدائیو! نیزے نکالو کر دشمنوں کا استقبال کرو۔"

مسلمانوں نے کمانیں شانوں میں ڈال لیں۔ ترکش پشت پر لٹکا لیے اور نیزے لے کر مستعد ہو گئے۔ رومیوں نے بھی نیزے اٹھا لیے۔ وہ قریب آ گئے اور فریقین نے ایک دوسرے پر نیزوں سے حملہ کر دیا۔ یہ حملہ نہایت سخت تھا۔

اب فاصلہ کم رہ جانے کی وجہ سے نیزے بھی بیکار ہو گئے اور تلواریں میانوں سے کھینچ لی گئیں۔ تلواریں بجلی کی سی چمک کے ساتھ بلند ہوئیں اور دشمنوں کے خون میں نہا کر سرخ پوش ہو کر پھر اٹھیں۔

اب گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی تھی۔ تلواروں کی کھٹا کھٹ، گھوڑوں کے ہنہنانے اور زخمیوں کی چیخ و پکار سے میدان کارزار گونج اٹھا۔ تلواریں برابر اپنا کام کر رہی تھیں۔ سپاہیوں کے ہاتھ پاؤں، سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ خون کے چھینٹے دور دور تک پہنچ رہے تھے۔ سبزہ زار فرش خون سے لالہ زار ہو گیا تھا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔ گھوڑے لاشوں کے انبار سے ٹھوکریں کھانے لگے تھے۔

رومی مسلمانوں کو کچل ڈالنے کے لیے بڑھ بڑھ کر حملے کرتے تھے۔ مسلمان نہایت ضبط و صبر اور استقلال سے ان کے حملوں کو روکتے تھے اور جوش و خروش سے خود بھی حملے کرتے تھے۔ اگرچہ جنگ زور و شور سے

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ہو رہی تھی لیکن ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ زبردست کون ہے؟

فتح کس کو ہوگی؟ اور

شکست کس کی قسمت میں لکھی ہے؟

آفتاب مغرب کی طرف زیادہ جھک گیا تھا۔ دھوپ میں زردی آ چلی تھی۔ درہ کی طرف سے سپاہیوں کے پیروں تک آ گیا تھا۔ جنگ نہایت زوروں پر تھی۔ رومی عربوں کو کچلنے کے لیے ہمک ہمک کر بڑھ رہے تھے۔ عرب ان کے ہر حملے کو رد کر جس وقت نرغہ کرتے تھے اور اللہ اکبر کا پُرزور نعرہ لگا کر حملہ کرتے تھے تو رومی کسی قدر پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

سعیدؓ نہایت پھرتی سے تلوار چلا رہے تھے۔ وہ جس طرف حملہ کرتے تھے رومی ان کے سامنے سے کائی کی طرح پھٹ جاتے تھے۔ ان کا رعب کچھ ایسا طاری ہو گیا تھا کہ رومی ان سے ٹکرانے لگے تھے۔ ان کی تلوار بجلی کی طرح رومیوں پر پڑتی تھی اور ان کی خرمنِ ہستی کو جلا کر خاک کر دیتی تھی۔

یوقنا نے سعیدؓ کو دیکھا اور سمجھ لیا کہ جب تک سعیدؓ زندہ ہیں عرب ہرگز پسپا نہ ہوں گے۔ وہ گھوڑا بڑھا کر سعیدؓ کے سامنے آیا۔ سعیدؓ نے اس کی شان و شوکت دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہ کوئی ذی عزت سردار ہے۔ یوقنا سے آتے ہی سعیدؓ پر تلوار سے حملہ کیا۔

سعیدؓ نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ اس کا وار خالی دیا۔ یوقنا حیران ہوا۔ اس نے پھر اپنی پوری قوت سے تلوار کا وار کیا۔ سعیدؓ نے اسے بھی خالی دیا۔ اب تو یوقنا کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس کی تلوار تمام ملک شام میں مشہور تھی۔ آج تک کسی نے اس کے مقابلے کی جرأت نہ کی تھی۔ یوقنا نے دوبارہ پھر وار کیا۔ اس مرتبہ سعیدؓ نے اس کے وار کو اپنی تلوار پر روکا۔ یوقنا کی تلوار چھن سے ٹوٹ گئی۔ اب یوقنا کے لیے نازک موقع تھا۔

جس وقت سعیدؓ نے حملہ کرنے کے لیے تلوار کو ہوا میں بلند کیا۔ یوقنا نے جلدی سے اپنی ٹوٹی ہوئی تلوار کو سعیدؓ پر پھینک مارا۔ اس سے یہ ہوا کہ سعیدؓ کو حملہ کرنے سے پہلے اس ٹوٹی ہوئی تلوار سے بچنا پڑا۔ اس عرصہ میں یوقنا نے گھوڑے کو پیچھے ہٹا لیا اور بہت سے عیسائی سعیدؓ کے مقابلے پر آ گئے۔

سعیدؓ نے جوش میں آ کر حملہ کیا اور پہلے ہی ہلّے میں دو عیسائیوں کو قتل کر دیا۔ اب عیسائی پھر ان سے بچنے لگے اور دور دور سے نیزے پھینک کر مارنے لگے۔

سعیدؓ بہت کچھ نیزوں سے بچے لیکن ایک نیزہ ان کے بائیں بازو میں آ کر پیوست ہو ہی گیا۔ سعیدؓ کو زخمی دیکھ کر مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ انھوں نے نہایت جوش سے حملہ کر دیا۔ عیسائی کسی قدر

پیچھے ہٹے۔ سعیدؓ نے مشکل سے نیزہ کھینچا۔ نیزہ باہر کھینچتے ہی خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ سعیدؓ نے اپنے کرتے کا دامن پھاڑ کر بازو پر باندھا لیکن خون کی روانی بند نہ ہوئی البتہ اس میں کچھ کمی ہو گئی جس وقت سعیدؓ اپنے زخم کو باندھ رہے تھے، یوقنا نے اپنے سپاہیوں کو جوش دلا کر آگے بڑھایا۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کی یلغار کو روکنا چاہا لیکن وہ نہ رُکے اور مسلمانوں کو قدرے پیچھے ہٹنا پڑا۔

سعیدؓ ابھی زخم پر پٹی باندھ کر اچھی طرح فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ عیسائیوں نے ان کو نرغے میں لے لیا اور چاروں طرف سے ان پر تلواریں برسنے لگیں۔

سعیدؓ کے لیے یہ موقع نہایت نازک تھا۔ ان کا بایاں ہاتھ کمزور ہو گیا تھا۔ ان کے پاس جھنڈا بھی تھا جسے اب وہ کمزوری کے باعث سنبھال نہیں سکتے تھے۔ انھوں نے جھنڈے کو بازو کا سہارا دے کر سنبھالا اور داہنے ہاتھ میں تلوار لے کر ایک بار پھر حملہ کیا۔۔۔۔ لیکن اب ان کے شانے اور سینے میں زیادہ زخم آ گئے تھے جن سے خون بہ رہا تھا اور ہر لمحہ ان کی طاقت سلب ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اب ان میں حملہ کرنا تو درکنار مدافعت کی قوت بھی باقی نہ رہی تھی۔

اب آفتاب بالکل جملۂ مغرب میں جھک گیا تھا۔ دھوپ درختوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئی تھی۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ آفتاب اس خونی منظر کے دیکھنے کی تاب نہ لا کر جلدی جلدی مغرب کی طرف جھکتا چلا جا رہا تھا۔

اسی وقت ——

رومیوں کی پشت کی طرف سے اللہ اکبر کی غلغلہ انداز نعروں بھری آواز آئی۔

رومی اس آواز سے گھبرا گئے۔ یوقنا نے آنے والی مصیبت کو گھوڑے کی زین پر کھڑے ہو کر دیکھا۔ اسے پشت کی طرف لمبے لمبے جبّے والے عرب تلواروں سے رومیوں کو قتل کرتے نظر آئے۔ وہ گھبرا گیا۔ اس نے سراسیمہ ہو کر کہا:

"فوراً واپس لوٹو۔ دشمن نے پشت پر سے حملہ کر دیا ہے۔"

تمام عیسائی گھبرا گئے۔ وہ جلدی جلدی واپس لوٹے اگر اس وقت مسلمان ان کا تعاقب کرتے تو بہت سے عیسائیوں کو فنا کر دیتے لیکن مسلمان ایک اور ہی غم میں مبتلا ہو گئے تھے۔

وہ یہ کہ سعیدؓ زخموں سے خون زیادہ خارج ہونے کی وجہ سے گھوڑے پر قائم نہ رہ سکے۔ انھوں نے قریب کھڑے ایک عرب کو اشارے سے بلایا اور جھنڈا اسے دے کر گھوڑے سے اترنے کا ارادہ کیا مگر بڑھے ہوئے ضعف کی وجہ سے گھوڑے سے گر پڑے۔ مسلمان ان کی یہ کیفیت دیکھ کر چاروں طرف ان کے گرد جمع ہو گئے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

سعیدؓ نے جھنڈا دیتے وقت رومیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ انھوں نے آہستہ سے کہا:

"مسلمانو! میری فکر نہ کرو۔ میں اب بچ نہیں سکتا۔ تم رومیوں کا تعاقب کرو۔"

لیکن مسلمان اپنے ہر دلعزیز سردار کو اس حالت میں چھوڑ کر کیسے جا سکتے تھے۔ سعیدؓ کی حالت لمحہ بہ لمحہ خراب ہو رہی تھی۔

کعبؓ بھی ان کے پاس آ گئے تھے۔ انھوں نے سعیدؓ کی نازک حالت دیکھی تو ان کے آنسو جاری ہو گئے۔ انھوں نے کہا:

"سعیدؓ! تم ہمیں دغا دیے جا رہے ہو۔"

سعیدؓ نے آنکھیں کھول دیں اور نہایت نحیف آواز میں کسی قدر مسکرا کر کہا:

"کعبؓ۔ میں خوش ہوں کہ خدا نے مجھے شہادت عطا فرمائی۔ شہید مرتے نہیں۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔"

کعبؓ نے آنسوؤں کا دریا بہاتے ہوئے کہا:

"سعیدؓ! کاش میں شہید ہو جاتا۔ ہائے میں مسلمانوں کو تمھاری بابت کیا جواب دوں گا؟"

سعیدؓ نے پھر آنکھیں کھولیں اور نہایت آہستہ سے کہا:

"پانی۔۔۔۔"

فوراً ایک شخص پیالہ لے کر چشمے سے پانی لینے دوڑ گیا۔ کعبؓ نے سعیدؓ کی بالیں پر بیٹھ کر کہا:

"سعیدؓ! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملو گے۔ ان سے میرا سلام کہہ دینا۔"

سعیدؓ نے پھر آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا اور انھوں نے کسی قدر بلند آواز سے کہا۔

"اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ!"

یہ آخری الفاظ تھے جو سعیدؓ کی زبان سے نکلے۔ انھوں نے آخری مرتبہ آنکھیں کھول کر آسمان کی طرف دیکھا۔ ایک ہچکی آئی اور روح پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تمام مسلمانوں کو ان کے انتقال کا رنج ہوا۔ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ان کے جسدِ مبارک کو اٹھا کر چشمے کے کنارے پر نرم نرم گھاس پر رکھ دیا گیا۔

اب کعبؓ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"اسلام کے فدائیو! ابھی تک بزدل رومی لڑ رہے ہیں۔ اس طرف کل دو سو مسلمان ہیں۔ ایسا نہ ہو یہ کمبخت انھیں نقصان پہنچائیں۔ تم تیزی سے چلو اور اپنے بھائیوں کی مدد کرو۔"

اگرچہ مسلمانوں کے دل غمگین تھے لیکن ایک تو وہ سردار کے حکم کی تعمیل کرنا جانتے تھے۔ دوسرے انھیں رومیوں سے سعیدؓ کا انتقام لینا تھا اس لیے وہ کعبؓ کے ہمراہ تیزی سے رومیوں پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ ہو گئے۔

رومی ان دو سو مسلمانوں سے لڑ رہے تھے جو پہاڑی کے اوپر سے تیر اندازی کر کے موقع پا کر رومیوں کی پشت پر پہنچ گئے تھے اور اس طرف سے حملہ کر کے رومیوں کو پریشان کر دیا تھا۔

وہ دو سو مسلمان نہایت پریشان تھے کیونکہ یوقنا کے تمام لشکر نے ان پر حملہ کر دیا تھا لیکن انھوں نے نہایت بہادری سے رومیوں کا مقابلہ کیا۔ ان دو سو مسلمانوں نے دس دس آدمیوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ بنا لیے تھے۔ ہر گروہ نہایت جاں فروشی سے لڑ رہا تھا۔

تلواروں کی جھنکار، زخمیوں کی چیخ و پکار سے تمام وادی گونج رہی تھی۔ سپاہی کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ خون سے زمین سرخ ہو گئی تھی۔

یوقنا کو مسلمانوں کے صبر و استقلال پر تعجب تھا۔ وہ اپنے سپاہیوں کو جوش دلا کر بڑھا رہا تھا مگر مسلمانوں کا سرفروشانہ حملہ انھیں واپس کر دیتا تھا۔

اب آفتاب بالکل چلتا مغرب کی طرف پہنچ گیا تھا۔ پہاڑی کی چوٹیوں پر کہیں کہیں دھوپ نے زرد غازہ پھیر رکھا تھا۔ اس وقت کعبؓ نے رومیوں پر نہایت جوش و خروش سے حملہ کیا۔ یوقنا نے کچھ لشکر کعبؓ کے مقابلہ کے لیے واپس لوٹایا لیکن رومی کعبؓ کے حملے کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹے۔ یوقنا نے بہت کچھ اپنے سپاہیوں کو حرارت دلائی لیکن ان کی ہمتیں اور حوصلے شکستہ ہو گئے تھے اور جوش سرد پڑ گیا تھا۔ وہ اس وقت لڑنے سے جان بچانے لگے تھے۔

مسلمانوں نے ان کی بزدلی کا اندازہ کر لیا تھا۔ انھوں نے اللہ اکبر کا زبردست نعرہ لگا کر بڑے جوش سے حملہ کیا۔ تلواریں جلد جلد اپنا کام کرنے لگیں۔ رومی کٹ کٹ کر گرنے لگے۔

یوقنا نے سمجھ لیا کہ اگر اسی طرح ایک گھنٹہ بھی اور جنگ جاری رہی تو تمام رومیوں کا صفایا ہو جائے گا۔ اس نے اپنے لشکر کو شمال مشرقی گوشے کی طرف ہٹنے کا حکم دیا۔

یوقنا کی یہ تیسری غلطی تھی۔

رومیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ ہر چند یوقنا نے روکنا چاہا مگر شکست یافتہ رومی کسی طرح نہ رکے۔ وہ سراسیمہ اور بدحواس ہو کر بھاگے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور سینکڑوں بھاگتے ہوئے رومیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت ان کے

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

حوصلے بڑھ گئے تھے۔ وہ رومیوں کو قتل کرنے یا گرفتار کرنے کے لیے ان کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ جب یہ گھاٹی کے سرے پر پہنچے تو انھوں نے نئے رومی لشکر کو پہاڑی سے اترتے دیکھا۔ کعبؓ نے مسلمانوں کو فوراً آواز دے کر تعاقب کرنے سے روکا۔

یہ یوقنا کا وہی لشکر تھا جو اس نے چھپا دیا تھا۔ جب مسلمانوں نے اس نئے رومی لشکر کو پہاڑی سے اترتے دیکھا تو گھبرا گئے۔

کعبؓ نے فوراً مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹے۔ پھر اسی سابقہ جگہ پر پہنچ گئے اور اُبھر اُبھر کر لشکر یمن کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ حضرت خالدؓ کے آنے کا انتظار کر رہے تھے لیکن بہت غور سے دیکھنے پر بھی انہیں ان کی آمد کا کوئی نشان نظر نہ آیا۔

مسلمان صبح سے بھوکے تھے۔ انہیں کھانا تیار کرنے اور کھانے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔ سارے دن میں صرف ایک مرتبہ پانی پیا تھا۔ دوپہر تک انھوں نے سفر کیا تھا اور دوپہر سے اب تک جنگ و جدل میں مشغول تھے۔ انھوں نے اپنے سے پانچ گنا رومیوں کا مقابلہ کیا تھا۔

سارا دن لڑتے لڑتے ان کے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔ بھوک اور پیاس نے انہیں پریشان کر دیا تھا۔ فطرتاً اس وقت انہیں آرام کی ضرورت تھی مگر آرام کہاں؟ خدا ان کا امتحان لے رہا تھا۔

یوقنا نے ہزیمت خوردہ لشکر کو روکا اور مسلمانوں کے مقابلے میں گئے ہوئے لشکر کے پیچھے صف بستہ کر دیا۔

کعبؓ اپنے سپاہیوں کے سامنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے رکے اور کہا:

"اے شیدائیانِ اسلام! اے امتِ خیر الانامؐ!

خدا تمہارے عزم و ثبات کا امتحان لے رہا ہے۔ تم نے ان رومیوں کی بہادری کا امتحان کر لیا ہے۔ تمہارے سامنے یہ طفلِ نو آموز ہیں۔ ان کی کثرت سے آزردہ خاطر نہ ہونا۔ تمہارا تھوڑا سا صبر و استقلال انہیں پسپا کر دے گا۔ مجھے معلوم ہے سارا دن تمہیں کھانا بھی نصیب نہیں ہوا۔ آرام نہیں ملا لیکن ہمیں آرام کی ضرورت نہیں۔ ہمارے پیشوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کئی مرتبہ بھوکے اور پیاسے لڑتے رہے ہیں۔ ہم انؐ کا اتباع کریں گے۔ خدا ہمارے حال کو دیکھ رہا ہے اور وہی ہماری مدد کرے گا۔"

اب آفتاب بالکل غروب ہو گیا تھا۔ آسمان پر کہیں کہیں ستارے چمکنے لگے تھے۔ مشرقی افق کی طرف سے چاند سہرے طباق کی طرح نمودار ہو رہا تھا۔

اسی وقت یوقنا نے طبلِ جنگ بجوایا اور رومیوں کو جوش دلا کر مسلمانوں کو بھینچ ڈالنے کے لیے بڑا زوردار حملہ کر دیا۔

رومی ہر طرف سے شور کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ مسلمان اس حملے کی تاب نہ لا کر کسی قدر پیچھے ہٹے تو کعبؓ نے بلند آواز سے کہا:

"مسلمانو! تم پیچھے ہٹتے ہو۔ قیامت کے دن خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ اگر تم بھاگنا چاہتے ہو تو بھاگ جاؤ لیکن میں آخری دم تک رومیوں سے لڑوں گا۔"

مسلمانوں نے کعبؓ کی آواز سنی۔ انہیں غیرت آئی۔ وہ سنبھلے اور نہایت جوش سے رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ تلواریں پھر تیزی سے اپنا کام کرنے لگیں۔ سپاہی کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ خون نے بہہ کر سبزہ زار کو سرخ کر دیا۔ ہاتھ، پاؤں، سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے اور تڑپ تڑپ کر درسِ عبرت دے رہے تھے۔

رومیوں کی تازہ دم فوج ہر مرتبہ جوش و خروش سے بڑھتی تھی اور ہر مرتبہ یہ لگتا تھا کہ اب مسلمان پسپا ہو کر فرار ہو جائیں گے یا فنا کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے لیکن دن بھر کے بھوکے پیاسے اور تھکے ہوئے مسلمان نہایت استقلال اور قابلِ تحسین جرأت کے ساتھ رومیوں کے ہر حملے کو روکتے تھے اور خود حملہ کر کے ان کو پیچھے ہٹا دیتے تھے۔

یوقنا نہایت تعجب سے مسلمانوں کی دلیری کو دیکھ رہا تھا۔ وہ جوش دلا دلا کر رومیوں کو بڑھا رہا تھا۔ خود بھی ان کے ساتھ حملہ کرتا تھا لیکن مسلمان آہنی دیوار کی طرح کھڑے تھے۔ وہ ان کے ہر حملے کو پوری طرح پسپا کر دیتے تھے۔

یوقنا نے یہ دیکھ کر اپنے لشکر کو کسی قدر پیچھے ہٹایا۔ مسلمانوں نے رومیوں پر بڑھ کر حملہ کیا۔ رومی اور پیچھے ہٹے۔ مسلمان جوش میں آ کر بڑھے اور پوری قوت سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کا یہ حملہ نہایت سخت تھا۔ رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

یوقنا نے یہ کیفیت دیکھی تو گھبرا گیا۔ اس نے سپاہیوں کو غیرت دلائی اور خود ان سے آگے جا کر حملہ کیا۔ رومی پھر جم کر لڑنے لگے۔

اب رات زیادہ آ گئی تھی۔ چاند قدرے اونچا ہو گیا تھا۔ چاندنی خوب کھل رہی تھی۔ یوقنا نے ایک دستہ فوج کو مشرقی پہاڑی کے نیچے ہی نیچے لے جا کر گھوم کر چشمے کے کنارے پر جا کھڑا کیا۔ اس طرف مسلمانوں کی پشت تھی۔ وہ سرگرمی سے لڑ رہے تھے۔ انھوں نے رومیوں کی اس کارروائی کو نہ دیکھا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

دفعتاً مسلمانوں کی پشت کی طرف سے رومیوں نے حملہ کر دیا۔ مسلمان اس ناگہانی آفت سے گھبرا گئے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔

کعبؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو بلند آواز سے کہا:

"مسلمانو! بزدل رومیوں کے سامنے سے بھاگے جاتے ہو۔ نہایت افسوس ہے۔ تمہاری عورتیں اور بچے تمہیں بزدل کہیں گے۔ ساری دنیا تم پر ہنسے گی!"

مسلمان پھر سنبھلے۔ کعبؓ نے دو سو مجاہدین کو یوقنا کے ہمراہیوں کی طرف کر دیا لیکن اب مسلمان ہر طرف سے نرغے میں آ گئے تھے۔ جنگ اس وقت اپنے عروج پر تھی۔ لشکروں کی صف بندی ختم ہو گئی تھی۔ دس دس بیس بیس آدمیوں کے گروہ ہو گئے تھے۔ ہر شخص اپنے سامنے کے دشمن سے لڑ رہا تھا۔ مسلمان روح میں جذب ہو گئے تھے۔

کبھی کبھی جب مجاہدین میں سے کوئی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتا تھا تو مسلمانوں کی آنکھیں کھل سی جاتیں اور وہ سب ایک ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے۔ اس نعرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی مسلمان زندہ ہیں۔

تلواروں کی جھنکار، زخمیوں کی چیخ و پکار اور رومیوں کے شور و غل سے تمام میدان گونج رہا تھا۔ ہر طرف قیامت برپا تھی۔

یہاں تو یہ حشر تھا۔ اب ہمیں قصّہ کے تسلسل کے لیے قنسرین کی طرف مراجعت کر کے یہ دیکھنا ہے کہ وہاں اس وقت کیا ہو رہا ہے۔

○

قنسرین میں اس وقت مسلمانوں کے لشکر میں عشا کی اذان ہو رہی تھی۔ لوگ وضو کر رہے تھے اور جوق در جوق آ کر اسی میدان میں جمع ہو رہے تھے جو پہلے نماز کے لیے منتخب کر لیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں ابو عبیدہؓ آئے اور سب سے آگے کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کے پیچھے دور تک صفیں قائم کیں۔ کچھ افسروں نے آگے نکل نکل کر صفیں سیدھی کیں۔

امام نے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی۔ متعدد جگہ سے دور تک پہنچنے کے لیے اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی اور نماز شروع ہوئی۔

جس وقت یہ مسلمان نماز پڑھ رہے تھے ٹھیک اسی وقت میدان میں تین نصرانی خاموش کھڑے ہوئے مسلمانوں کو نماز پڑھتا دیکھ کر متاثر ہو رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا:

"یونس۔ دیکھتے ہو یہ لوگ عبادت کے کس قدر پابند ہیں!"

یونس: حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کو یاد کرتا ہے خدا اس کے ہر کام میں مدد کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ان مسلمانوں کو ہر جگہ فتح ہوتی ہے۔

پہلا نصرانی: عبادت کرنے والے صادق الوعدہ اور ایماندار ہوتے ہیں۔

یونس: جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ اس کی عظمت کو سمجھتا ہے۔ اس سے ڈرتا ہے اور کبھی کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہیں کرتا۔

دوسرا نصرانی: اسی وجہ سے یہ مسلمان منکسر المزاج، حلیم اور رحمدل ہوتے ہیں۔

یونس: بے شک۔ تکبّر انسان کو تباہ کر دیتا ہے۔ مسلمانوں نے ترقی کے فلسفے کو سمجھ لیا ہے۔

پہلا نصرانی: یوں تعصب سے چاہو جو کہو ورنہ مسلمان تم سے نہیں ہیں۔

یونس: تم نے دمشق کا واقعہ[1] سنا ہی ہوگا۔ یہ مسلمان ہی تھے جن کی نیت میں فتور نہیں آیا۔ کوئی دوسری قوم ہوتی کبھی اپنے وعدے پر قائم نہ رہتی۔

دوسرا نصرانی: خاموش۔ نماز ختم ہو گئی۔

یونس: ٹھہرو۔ میں کسی سے ان کے سردار کو معلوم کرتا ہوں۔

یہ تینوں نصرانی شہر حلب کے باشندے تھے جو صلح کے لیے آئے تھے۔

یونس آگے بڑھا اور ایک اعرابی سے کہا:

"یا شیخ۔ ہم تمہارے سردار سے ملنا چاہتے ہیں۔"

عرب نے حیرت سے اسے دیکھ کر پوچھا:

"تم کون ہو؟"

یونس: میں ایک نصرانی ہوں۔

عرب: یہ تو میں سمجھ گیا مگر تم آئے کہاں سے ہو؟

---

[1] دمشق کو ایک ہی رات میں حضرت ابو عبیدہؓ نے بروئے صلح اور حضرت خالدؓ نے بزورِ شمشیر فتح کیا تھا لیکن یہ فتح بروئے صلح ہی تسلیم کی گئی اور رومیوں کو تین دن کی مہلت دی گئی کہ وہ اپنا کل سامان اور خزانہ لے کر نکل جائیں۔ چنانچہ وہ اپنا کثیر خزانہ اور سامان لے کر چلے گئے اور مسلمانوں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

یونس: میں حلب شہر سے آیا ہوں۔

عرب: سردار سے کیا کام ہے؟

یونس: یہ تو تمہارے سردار سے ہی کہا جا سکتا ہے۔

عرب: لیکن جب تک تم اپنے آنے کی غرض نہ بتاؤ گے، کوئی عرب تمہیں سردار تک نہیں پہنچا سکتا۔

یونس نے اشارے سے باقی دونوں ساتھیوں کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا:

"میں اور میرے دونوں ساتھی حلب شہر کے باشندوں کی طرف سے صلح کرنے آئے ہیں۔"

عرب نے تعجب سے اس کے ہمراہیوں کی طرف دیکھ کر کہا:

"صرف تم تین آدمی ہو؟"

یونس: ہاں۔ ہم تین ہی ہیں۔

عرب: اچھا ٹھہرو۔ میں سردار کو تمہارے آنے کی خبر کر دوں۔

یونس: ذرا جلدی آنا۔

عرب: بس۔ ابھی آیا سمجھو۔

عرب چلا گیا۔ یونس اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور ان کو اپنی اور عرب کی گفتگو سے آگاہ کرنے لگا۔

ایک نصرانی نے کہا:

"یہ لوگ بڑے محتاط ہوتے ہیں۔"

یونس: جنگ میں سب ہی احتیاط کرتے ہیں۔

اسی وقت عرب واپس آ گیا اور بولا:

"آیئے۔ آپ کو ہمارے سردار نے طلب کیا ہے۔"

یونس: کیا تنہا میں ہی چلوں؟

عرب: نہیں۔ آپ کے ساتھیوں کے لیے بھی اجازت ہے۔

اب یہ تینوں نصرانی اس عرب کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ انھوں نے مسلمانوں کو قرآن شریف کی تلاوت کرتے اور احادیث کو پڑھتے اور سنتے دیکھا۔ کہیں لہو و لعب یا ہنسی مذاق نہیں ہو رہا تھا۔ سارے عرب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے اور وہ مذہبی رنگ تھا۔

نصرانی عربوں کی یہ حالت دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

اتفاق سے ان کا گزر عورتوں کی قیامگاہ کی طرف سے ہوا۔ انھوں نے بچوں کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

بچوں کی آوازیں انہیں بہت پیاری معلوم ہوئیں۔ یونس نے کہا:

"یا شیخ۔ اگر تم تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ تو ہم ان بچوں کا پڑھنا سن لیں۔"

عرب رک گیا اور اس نے کہا:

"یہ بچے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے ہیں۔ وہ سارا دن تیر اندازی سیکھتے ہیں، مریضوں کی تیمارداری کرتے ہیں اور رات کو نماز یاد کرتے ہیں اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد وہ لکھنا پڑھنا بھی لیتے ہیں۔"

نصرانیوں نے نہایت غور اور توجہ سے بچوں کی تلاوت کو سنا۔ ان کا جی وہاں سے جانے کو نہ چاہ رہا تھا لیکن وہ جس کام کے لیے آئے تھے وہ بھی نہایت ضروری تھا اس لیے وہ آگے بڑھے۔

خیموں کے سامنے متعدد جگہ آگ روشن تھی۔ اس روشنی میں انھوں نے اکثر عربوں کو ہتھیار صیقل کرتے ہوئے دیکھا لیکن باوجود رات گزر جانے کے انہیں ایک بھی مسلمان سوتا ہوا نظر نہ آیا۔ وہ آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ابو عبیدہؓ کے خیمے کے سامنے پہنچے۔ یہاں بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔

نصرانیوں کا خیال تھا کہ مسلمانوں کا سردار کسی عالی شان خیمہ میں رہتا ہوگا جس کے آگے بیش قیمت سائبان ہوگا۔ جس کی چوبیں نقرئی ہوں گی۔ خیمہ اور سائبان دونوں میں قالینوں کا فرش ہوگا۔

لیکن۔۔۔

وہاں نہ عالی شان خیمہ تھا اور نہ خیمے کے سامنے کوئی سائبان۔ فرش کا تو کہیں پتہ بھی نہ تھا۔ صرف ایک معمولی خیمہ تھا جس میں کمبل بچھا ہوا تھا۔

خیمے کے باہر بہت سے مصلّے بچھے ہوئے تھے جن پر حضرت ابو عبیدہؓ اور ان کے وہ بہادر افسران فوج بیٹھے ہوئے تھے جن کی جرأت و شجاعت نے تمام ملکِ شام میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ نصرانی مسلمانوں کی اس سادہ طرزِ معاشرت پر سخت متعجب ہوئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ کے خیمے کے سامنے کسی قدر فاصلے پر آگ روشن تھی۔ آگ کی روشنی میں نصرانیوں نے شیدائیانِ اسلام کو دیکھا۔ سب کے سب ایک ہی قسم کے موٹے کپڑے کے کرتے پہنے ہوئے تھے۔ سروں پر عمامے تھے۔ ان میں کوئی بھی کسی قسم کا شانِ امتیاز نہ رکھتا تھا۔ انہیں مسلمانوں کے سردار حضرت ابو عبیدہؓ کو شناخت کرنے میں سخت دقت ہوئی۔

اس رہنما عرب نے ان کی حیرت کو دیکھا اور قدرے مسکرا کر کہا: "وہ سامنے خیمہ کے دروازے

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

سے لگے ہوئے ہمارے سردار بیٹھے ہیں"۔

نصرانیوں نے فوراً نہایت ادب سے جھک کر سلام کیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"بیٹھ جاؤ۔ تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو؟"

تینوں نصرانی ایک مصلّے پر بیٹھ گئے۔ یونس نے کہا:

"حضور والا۔۔۔۔۔"

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"تم ایسے الفاظ نہ کہو جو رعونت اور تکبر کا پیش خیمہ ہیں"۔

یونس: بہت خوب۔ ہم نصرانی ہیں اور شہر حلب سے آئے ہیں۔

ابوعبیدہؓ: کیا تمہیں یوقنا نے بھیجا ہے؟

یونس: نہیں۔ ہم شہر والوں کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔

ابوعبیدہؓ: تم کس لیے آئے ہو؟

یونس: ہم صلح کرنے آئے ہیں۔

ابوعبیدہؓ: کیا تم نے یوقنا سے اجازت لے لی ہے؟

یونس: یوقنا ان آدمیوں میں سے نہیں ہے جو بغیر قسمت آزمائی کے صلح پر رضامند ہو جائیں۔

ابوعبیدہؓ: پھر تم اس کی منشا کے خلاف کیسے صلح کرنا چاہتے ہو؟

یونس: ہم نے دمشق، بیت المقدس اور یرموک کی جنگوں کا انجام دیکھ لیا ہے۔ ہم سمجھ گئے ہیں کہ آپ کا اقبال یاوری پر ہے۔ خدا آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کے ساتھ جنگ کرنا خدا کے ساتھ جنگ کرنے کے مترادف ہے اس لیے ہم صلح کرنے میں ہی بہتری سمجھتے ہیں۔

ابوعبیدہؓ: یوقنا کا کیا ارادہ ہے؟

یونس: وہ آپ سے جنگ کرنے کے لیے آج ہی حلب سے روانہ ہوا ہے۔

ابوعبیدہؓ نے کسی قدر مضطرب ہو کر کہا:

"وہ کس وقت روانہ ہوا ہے؟"

یونس: آج ہی صبح۔ ہم اس کے روانہ ہونے کے بعد چلے تھے۔

ابوعبیدہؓ (تاسف سے): اس کے ساتھ کس قدر لشکر تھا۔

یونس: دس ہزار۔

یہ سنتے ہی ابوعبیدہؓ کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ انھوں نے بے چین ہو کر زانو بدلا اور بے حد غمگین لہجے میں کہا:

"افسوس بڑی غلطی ہوئی۔ ہائے کعبؓ اور ان کے ہمراہیوں کا کیا حال ہوا ہوگا"۔

تمام مسلمان جو بیٹھے ہوئے تھے اس غم افزا خبر کو سن کر نہایت افسردہ ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے آہ بھرتے ہوئے کہا:

"ہائے میرے بھائی کس مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ خدایا ان کو بچانا"۔

ابوعبیدہؓ نے نصرانیوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"ہم تم لوگوں سے صلح نہیں کر سکتے۔ تم جاؤ ہمیں اپنے بھائیوں کی مدد کرنا ہے"۔

نصرانی خوفزدہ ہو گئے۔ یونس نے کسی قدر جرأت کر کے کہا:

"ہم کس قدر بدقسمت ہیں کہ ہماری صلح کی درخواست بھی منظور نہیں ہوئی"۔

ابوعبیدہؓ: جن لوگوں کا سردار لڑائی کے لیے نکلا ہے اور اس نے ہمارے بھائیوں کو نرغے میں لے لیا ہے۔ ہم کس طرح ان سے صلح کر سکتے ہیں۔

یونس: لیکن اگر ہم ناکام واپس جائیں گے تو تمام ملک میں شہرت ہو جائے گی کہ اب عرب صلح نہیں کرتے۔ اس سے وہ لوگ بھی جو خونریزی کو پسند نہیں کرتے اور مصالحت کے متمنی ہیں، کبھی آپ سے صلح کی درخواست نہ کریں گے اور مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ ہو جائے گا۔

ابوعبیدہؓ: جو کچھ بھی ہو۔ اب ہمارے پاس گفتگو کرنے کا وقت نہیں ہے۔ ہمیں اپنے اس لشکر کے متعلق مشورہ کرنا ہے جو آج صبح کعبؓ کے پیچھے روانہ ہونا ہے۔

ایک نصرانی نے کہا:

"قبل اس کے کہ ہماری صلح کی گفتگو منقطع ہو، میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔

ابوعبیدہؓ: کہو

نصرانی نے کہا:

"انبیا پر جو صحیفے نازل ہوئے ہیں ان میں اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا ہے کہ جو دوسروں پر مہربانی نہیں کرتا میں بھی ان پر مہربانی نہیں کرتا۔ احسان کرنے والوں پر میں بھی احسان کرتا ہوں۔ میرے وہ بندے برگزیدہ ہیں جو درگزر کرتے ہیں اور جو لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں۔"

ابوعبیدہؓ: بے شک یہ صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے:

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

"اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

اسی نصرانی نے پھر کہا:

"پھر آپ خدا کے حکم کو کیوں نہیں مانتے؟ ہم آپ سے امان چاہتے ہیں۔ صلح کے متمنی ہیں۔ آپ کیوں ہماری درخواست کو ٹھکراتے ہیں؟"

ابو عبیدہؓ خاموش ہو گئے۔ مجاہدین میں سے ایک عرب نے کہا:

"ہمیں ان رومیوں کی گفتگو سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ ہم ان سے کیسے صلح کر سکتے ہیں جبکہ ان کا سردار ہمارے مقابلے کے لیے نکلا ہے۔"

خالدؓ: مگر میرے خیال میں صلح کر لینا بہتر ہے۔ اگر ہم ان سے صلح کر لیتے ہیں تو یہ لوگ یوقنا کی مدد نہیں کریں گے اور اس کی قوت کمزور ہو جائے گی۔

عرب: مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ لوگ ہمارے لشکر میں آ کر جاسوسی کریں۔

ضرارؓ: اگر یہ ایسا کریں گے تو صلح باقی نہ رہے گی۔

ابو عبیدہؓ: میرے خیال میں بھی صلح کر لینا ہی بہتر ہے۔

پھر یونس سے مخاطب ہو کر پوچھا:

"اچھا تم کن شرائط پر صلح کرنا چاہتے ہو؟"

یونس: ہم اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرنا چاہتے البتہ آپ کی تمام شرائط منظور ہیں۔

ابو عبیدہؓ: لیکن تم اس صلح کے صلہ میں کس قدر روپیہ ادا کر سکتے ہو؟

یونس: ہماری حالت کو دیکھتے ہوئے جو کچھ مناسب ہو۔

ابو عبیدہؓ: دس لاکھ روپیہ تمہیں دینا ہو گا اسی قدر قنسرین والوں نے دیا ہے۔

یونس: اوّل تو ہم قنسرین والوں کی طرح مالدار نہیں دوسرے یوقنا نے جنگ کے لیے روپیہ لے کر ہمیں بجد مفلس کر دیا ہے اس لیے ہم میں دس لاکھ روپیہ دینے کی قوت نہیں ہے البتہ ہم آپ کو پانچ لاکھ روپیہ دے سکتے ہیں۔

ابو عبیدہؓ: اچھا ہمیں منظور ہے۔

یونس نے اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کیا۔ وہ دونوں اٹھ کر چلے گئے۔

ابو عبیدہؓ نے ایک اقرار نامہ تیار کرایا منجملہ اور شرائط کے اس عہد نامے میں یہ شرطیں بھی تھیں

کہ رومی یوقنا کی مدد نہیں کریں گے۔ مسلمانوں کو یوقنا کی خبریں پہنچاتے رہیں گے۔ مسلمانوں کی رسد رسانی کا انتظام کریں گے۔

اس دستاویز کی دو نقلیں تیار کی گئیں۔ اسی دوران یونس کے ساتھی سونا اور چاندی گھوڑوں پر بار کر کے لے آئے۔ ابو عبیدہؓ نے ان کا وزن کرایا اور ایک دستاویز پر اپنے اور دوسرے سرداروں کے دستخط کرا کے یونس کو دے دی اور دوسری دستاویز پر یونس اور اس کے ہمراہیوں کے دستخط کرا کے اپنے پاس رکھ لی۔

جب صلح مکمل ہو گئی تو ابو عبیدہؓ نے کہا:

"اب تمہاری حفاظت ہم پر فرض ہو گئی ہے اس لیے میں کچھ عربوں کو تمہارے ساتھ بھیجتا ہوں جو تمہیں حفاظت سے حلب پہنچا دیں گے۔"

یونس: اس وقت ہمیں عربوں کو اپنے ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم جس راستے سے آئے ہیں اسی سے واپس چلے جائیں گے۔

ابو عبیدہؓ: اچھا تمہاری خوشی!

اب تینوں نصرانی اٹھے۔ انہوں نے نہایت ادب سے جھک کر سلام کیا اور واپس روانہ ہوئے۔

ابو عبیدہؓ نے خالدؓ کی طرف دیکھ کر کہا:

"کعبؓ اور اس کے ساتھی مبتلائے مصیبت ہیں۔ میرا دل ان کے لیے بے چین ہے۔ کسی طرح ان کو مدد پہنچائی جائے۔"

حضرت خالدؓ کے آنسو جاری ہو گئے۔ انہوں نے کہا:

"اگر آپ حکم دیں تو میں ابھی اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے روانہ ہو جاؤں۔ میرا دل ان کے لیے بہت بے قرار ہو رہا ہے۔"

ابو عبیدہؓ: خالدؓ جاؤ۔ خدا کے لیے جاؤ اور اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کرو۔

حضرت خالدؓ کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے پھر کہا:

"تم اپنے ساتھ ایک ہزار سواروں کو لے جاؤ۔ میں بھی تمہارے پیچھے ہی فجر کی نماز پڑھتے ہی روانہ ہو جاؤں گا۔"

حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں کو روانگی کا حکم سنایا۔ خود اپنے خیمے کے اندر گئے اور جلد جلد آراستہ ہو کر باہر نکل آئے۔ اس عرصہ میں ان کے ہمراہی بھی تیار ہو گئے تھے۔ خالدؓ گھوڑے پر سوار ہوئے اور

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم

نہایت تیزی سے حلب کی طرف روانہ ہوئے۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ چاندنی عجب لطف دے رہی تھی۔

اس وقت بھی کعبؓ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ یوقنا کے لشکر سے جنگ کر رہے تھے۔ رات کے سناٹے میں تلواروں کی جھنکار، زخمیوں کی آہ و زاری اور رومیوں کا شور دور دور تک پھیل رہا تھا۔ مسلمان دن بھر بھوکے رہنے اور مسلسل لڑنے کی وجہ سے مضمحل ہو چکے تھے۔ ان کے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔ تلواریں ان کے ہاتھوں سے چھوٹی جاتی تھیں لیکن وہ شکست کھا کر بھاگنے سے مرجانا بہتر سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ اب تک لڑ رہے تھے۔

کعبؓ نہایت جوش و خروش سے حملے کرتے تھے اور ہر حملہ میں ایک دو رومیوں کے سر اڑا دیتے تھے لیکن ان میں پہلے جیسا ولولہ نہ رہا تھا۔ ان کی طاقت بھی جواب دے چکی تھی۔

یوقنا اپنے ہمراہیوں کو جوش دلا دلا کر حملہ کرتا تھا لیکن گنتی کے چند مسلمانوں کے سامنے رومیوں کا کچھ پیش نہ جاتی تھی۔

یوقنا خود بھی حملے کر رہا تھا لیکن مسلمان لوہے کے بن گئے تھے یا ان کے قدم زمین میں گڑ گئے تھے یا مسلمانوں کو اپنی خبر نہ رہی تھی اور وہ بھاگنا بھول گئے تھے کہ ان کے قدم پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ جو مسلمان جس جگہ تھا وہ اسی جگہ دشمن سے لڑ رہا تھا۔ کبھی کبھی اللہ اکبر کی آواز سے مسلمان چونک پڑتے تھے اور پھر جوش و خروش سے لڑنے لگتے تھے۔

اب یوقنا نے چشمہ کی طرف سے رخ پھیرا اور اپنے افسروں کو سختی سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ زور شور سے طبل جنگ بجا اور رومیوں نے جان توڑ حملہ کر دیا لیکن ٹھیک اسی وقت ایک رومی حواس باختہ سوار یوقنا کو چیرتا ہوا یوقنا کے پاس آیا اور بولا:

"عالی جاہ۔ شہر حلب کی خبر لیجیے۔ حلب کے رئیسوں نے عربوں سے صلح کر لی ہے۔"

یوقنا نے حیرت سے اس رومی کو دیکھتے ہوئے کہا:

"تجھے کیسے خبر ہوئی؟"

رومی: میں ابھی ان لوگوں سے ملا ہوں جو عربوں سے صلح کر کے آئے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ان لوگوں

نے عربوں کو وہ راستہ بتا دیا ہے جس سے وہ شہر حلب میں داخل ہو جائیں اور آپ کو خبر نہ ہو۔

یوقنا گھبرا گیا۔ اس نے تمام افسروں کو واپسی کا حکم دیا۔

لڑائی زور و شور سے جاری تھی۔ مسلمانوں کی قوت ہر گھڑی کم ہوتی جاتی تھی۔ کعبؓ نے مسلمانوں کی کیفیت دیکھی اور دعا کی:

"خدایا! مسلمان مضمحل ہو گئے ہیں۔ اب ان میں مقابلہ کرنے کی قوت نہیں رہی۔ تو ہماری لاج رکھ لے۔ تو ہر شے پر قادر ہے۔"

ابھی کعبؓ کے یہ دعائیہ فقرے ختم ہی ہوئے تھے کہ رومیوں کے لشکر میں ایک عظیم شور و غل پیدا ہوا مسلمانوں کو خوف ہوا کہ رومیوں کا اور لشکر آ گیا۔ خوف سے ان کے بدن سن ہو گئے۔ وہ گھبرا گئے لیکن سوائے لڑنے کے چارہ ہی کیا تھا!

مسلمانوں نے خوف و یاس کی حالت میں حملہ کیا۔ رومی کسی قدر پیچھے ہٹے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر ایک اور حملہ کیا۔ رومیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگے۔

مسلمانوں نے تعجب سے ان کو بھاگتے دیکھا۔ انھوں نے اللہ اکبر کا پُر زور نعرہ لگا کر اپنی پوری قوت سے پھر حملہ کیا۔ رومی پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ رہے سہے رومی لقمۂ اجل ہو گئے۔

اب مسلمانوں نے رومیوں کا تعاقب کرنا چاہا لیکن فوراً کعبؓ نے بلند آواز سے کہا:

"مسلمانو! تمھیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم ہے کوئی رومیوں کے تعاقب میں نہ جائے۔"

مسلمان فوراً رک گئے۔

اب رات دو ثلث کے قریب گزر چکی تھی۔ چاند کسی قدر مغرب میں جھک گیا تھا۔ کعبؓ نے تمام مسلمانوں کو آرام کرنے کا حکم دیا۔ سرفروش عربوں نے گھوڑوں کے زین اتار دیے اور ان کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر زینوں کو سرہانے رکھ کر زمین ہی پر پڑ گئے۔ سارے دن کی تھکان کی وجہ سے پڑتے ہی نیند آ گئی اور سب غافل ہو کر سو گئے۔

رات گزرتی رہی۔ یہاں تک کہ صبح کے آثار ظاہر ہوئے۔ چاندنی پھیکی پڑ گئی۔ پرندے بولنے لگے۔ اس وقت قنسرین کے درے کی طرف سے اسلامی لشکر آتا ہوا نظر آیا۔ اس لشکر میں سب سے آگے حضرت خالدؓ تھے۔

خالدؓ نے بلند آواز سے کہا:

"دین کے مددگارو، چلو!"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر کعبؓ اور ان کے ہمراہی بیدار ہو گئے۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے ابھی وہ اچھی طرح بیدار بھی نہ ہو پائے تھے کہ خالدؓ اس وادی میں آ پہنچے۔ انھوں نے کہا:

"کعبؓ! تم کہاں ہو؟ تمہارے ساتھی کیا ہوئے؟"

کعبؓ نے آگے بڑھ کر سلام علیک کی۔ خالدؓ نے خوش ہو کر سلام کا جواب دیا۔ خالدؓ کے ہمراہیوں نے اللہ اکبر کا پُرزور نعرہ لگایا۔

حضرت خالدؓ نے گھوڑے سے اتر کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ مختصر طور پر کعبؓ نے اپنی سرگزشت سنائی۔ خالدؓ نے سخت تعجب کیا۔

اب آفتاب افقِ مشرق سے نمودار ہو چلا تھا۔ خالدؓ کے ہمراہیوں نے مسلمان شہداؓ کو اٹھا اٹھا کر ایک طرف کیا۔ شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک دستِ پرستانِ توحید شہید ہوئے۔ رومی ڑھائی ہزار سے زیادہ قتل ہوئے۔

عربوں کی اس کارروائی میں کافی وقت گزر گیا یہاں تک کہ آفتاب نصف النہار پہ پہنچ گیا اور دوپہر سر پہ آ گئی۔

مسلمان درختوں کے سائے میں بیٹھے آرام کر رہے تھے کہ سامنے سے حضرت ابوعبیدہؓ کا لشکر نمودار ہوا۔ مسلمان ان کے استقبال کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

ابوعبیدہؓ قریب آئے۔ انھوں نے سلام علیک کیا۔ مسلمانوں نے سلام کا جواب دیا۔ ابوعبیدہؓ نے سب سے پہلا سوال کیا:

"کعبؓ کہاں ہیں؟ خدایا وہ بخیریت ہوں"۔

کعبؓ آگے بڑھے۔ انھوں نے کہا:

"میں موجود ہوں۔ کاش میں شہید ہو جاتا"۔

ابوعبیدہؓ: شکر ہے خدا کا۔ تمہارے ہمراہی کہاں ہیں؟

کعبؓ: افسوس۔ اُن میں سے ایک سو ستر شہید ہو گئے۔

ابوعبیدہؓ کے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ گھوڑے پر سے اتر پڑے اور کہا:

"افسوس۔ اس قدر مسلمان شہید ہو گئے۔ میں قیامت کے روز خدا کو کیا جواب دوں گا؟"

کعبؓ نے مفصل طور پر ابوعبیدہؓ کو تمام واقعہ سنایا۔ حضرت ابوعبیدہؓ اور ان کے ہمراہی مسلمانوں کے شہید ہونے سے بہت غمزدہ ہوئے۔ انھوں نے شہدا کے جنازوں کی ایک ہی مرتبہ نمازِ پڑھی اور گڑھا کھود کر

سب کو دفن کر دیا۔

اس سے فراغت پانے ہی ابوعبیدہؓ نے کہا:

"اب ہمیں فوراً حلب کی طرف روانہ ہونا چاہیے"۔

خالدؓ: بے شک کیونکہ یونانا کو قلعہ کے استحکام کے لیے مہلت دینا لازمی نہیں۔

ابوعبیدہؓ: کعبؓ! تم اور تمہارے ساتھی تھکے ہوئے ہو تم آرام کرو۔ ہم سے بعد چلے آنا۔

کعبؓ: ہمیں لڑائی کے مقابلے میں آرام کی ضرورت نہیں۔

ابوعبیدہؓ: اچھا تو تم بھی تیار ہو جاؤ۔

تھوڑی ہی دیر میں سارا لشکر تیار ہو گیا اور سب نے قلعہ حلب کی طرف کوچ کیا۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ایک بے گناہ شہید

محبت غم کا پیش خیمہ ہے اور اگر اس میں کچھ رشک بھی شامل ہو تو زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔

بدقسمتی سے نوگرفتار لوسی کو اس کی کم فہمی کے سبب رشک سے بھی سابقہ پڑ گیا تھا۔

لوسی اپنے بڑھتے ہوئے شوق کے سبب شہزادہ لادن سے ملی۔ اس کا خیال تھا کہ شہزادے کی ملاقات بھڑکنے والے شعلوں کو ٹھنڈا کر دے گی مگر نتیجہ اس کے خیال کے برعکس ہوا۔ اب وہ پہلے سے بھی زیادہ بے چین ہو گئی۔

اس کے دل میں ہر وقت میٹھا میٹھا درد سا رہنے لگا۔ اب کسی بات میں اس کا دل نہ لگتا تھا۔

طبیعت پریشان رہتی تھی۔ فکر و غم دمساز ہو گئے تھے۔ کھانے پینے کو بھی جی نہ چاہتا تھا۔ جب کبھی شہزادہ لادن کا خیال آ جاتا تو جگر میں دھکا سا لگتا۔ کلیجہ میں غم کی ہوک اٹھتی اور چہرے کا رنگ پھیکا پڑ جاتا۔ وہ ضبط کرنے کے لیے گلاب کی پتی جیسے نازک لبوں کو خوبصورت دانتوں سے دبا لیتی تھی۔ باوجود شہزادے کی یاد اسے تکلیف دیتی تھی لیکن شہزادے کو یاد کر کے وہ خود اس تکلیف کو بلاتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس درد میں بھی اسے ایک قسم کا لطف آتا تھا۔

مریم اس کی رازدار تھی۔ اس کی باتوں میں طبیعت بہلنے کی امید ہو سکتی تھی لیکن لوسی کی بڑھتی ہوئی محبت نے اسے مریم کی طرف سے مشکوک کر دیا۔

محبت کا یہ خاصہ ہے کہ جسے دل پیار کرنے لگتا ہے اس کا کسی اور سے محبت کرنا یا اس سے کسی کا محبت کرنا گوارا نہیں ہوتا۔

لوسی کو شہزادہ لادن سے محبت ہو گئی تھی اس لیے وہ نہیں دیکھ سکتی تھی کہ شہزادہ کسی سے محبت کرے یا کوئی شہزادے کو پیار کرے مگر شہزادے نے بغیر نشیب و فراز سوچے ہوئے اپنی سادہ لوحی کی بدولت یہ کہہ دیا تھا کہ:

"مریم خوبصورت ہے۔ جوان ہے۔ تمہاری ہم نشین ہے۔ میں اسے پسند کرتا ہوں۔"

یہ الفاظ اب تک اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ انہیں الفاظ سے رشک شروع ہوا جس نے حور وش لوسی کو اور بھی مبتلائے مصیبت کر دیا۔

محبت خیالی دنیا کو وسیع کر دیتی ہے لیکن محبت اور رشک تخیل کے جہاں کو اس قدر وسعت دیتے ہیں کہ خود عشاق کو بھی اس کی ابتدا و انتہا معلوم نہیں ہوتی۔ رشک میں سوئے ظن تو رہتا ہی نہیں۔ ہر بات بدظنی کی وجہ سے کچھ اور ہی سمجھی جاتی ہے۔

جب لوسی نے غور کیا کہ مریم نے اس کی دلبستگی کیوں کی؟

اس نے شہزادے سے محبت کا خیال معلوم کرتے ہی یہ کیوں کہہ دیا کہ وہ شہزادے کو باغ میں لے کر آئے گی؟

اگر وہ پہلے سے شہزادے سے ربط ضبط نہ رکھتی تھی تو وہ شہزادے کو اپنے اقرار کے بموجب لے کیسے آئی؟

اس نے یہ خیال آتے ہی سمجھ لیا کہ ضرور مریم شہزادے کو چاہتی ہے اور شہزادہ مریم کو پسند کرتا ہے۔ یہ سوچتے ہی اس کا غم اور بڑھ گیا اور اس غم نے سینہ میں ناسور کر دیا۔ یہ ناسور اس کے لیے سوہانِ روح ہو گیا۔

رات اس نے مریم کو بلایا تھا۔ وہ اس سے کچھ دریافت کرنا چاہتی تھی مگر خادمہ نے آ کر کہا کہ مریم کو بخار ہے۔ وہ اس وقت حاضر نہیں ہو سکتی۔

مریم کے اس جواب سے لوسی کو اور صدمہ ہوا۔

صبح کا وقت تھا۔ آفتاب کسی قدر اونچا ہو گیا تھا۔ دھوپ کھڑکیوں کے دریچوں سے نکل نکل کر کمروں کے اندر پہنچ رہی تھی۔

شہزادی لوسی اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ حزن و ملال کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر تھے مگر اس کے حسن میں کسی قسم کا تغیر واقع نہیں ہوا تھا بلکہ اس کی بھولی صورت اور بھی پیاری معلوم ہونے لگی تھی۔ وہ کسی خیال میں مستغرق تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ کی کہنی اس کی گداز ران پر ٹکی تھی اور مرمریں ہاتھ کی

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ہتھیلی پر رکھا ہوا تھا۔

اس نے ایک گہرا ٹھنڈا سانس لیا اور کسی قدر نظروں کو اٹھا کر دیکھا۔ اس کی آنکھیں بجلیاں گرا رہی تھیں۔ اس نے آہستہ سے کہا:

"یا اللہ یہ کیا ہو گیا؟ ہائے میں کیا کروں؟ اس جگر کی آگ سے میرا سارا بدن جلنے لگا ہے۔ دل کو بے چینی سے کسی پہلو قرار ہی نہیں آتا۔ کاش میں اس بے وفا کی صورت ہی نہ دیکھتی۔ میں تو بالکل مجنون ہو گئی۔ ہر وقت اسی کا خیال رہنے لگا ہے۔ میں نے یہ کیا حماقت کی کہ اپنا سارا حال مریم سے کہہ دیا۔ میرا دل کہتا ہے کہ مریم ضرور شہزادہ لاون کو چاہتی ہے۔ اسی وجہ سے تو وہ کل میرے پاس نہیں آئی۔ اسے شہزادے سے فرصت ملے تو میرے پاس آئے۔

مجھے مریم سے ایسی امید نہیں تھی مگر اس بے چاری کا بھی کیا قصور؟ اس ظالم کی صورت ہی ایسی ہے کہ جو عورت اسے دیکھ لے گی اس کی شیدا ہو جائے گی۔ ہائے اس دل نے کس مصیبت میں گرفتار کر دیا۔ خدایا میں کیا کروں؟"

وہ خاموش ہو گئی۔

اس کی آنکھوں سے حسرت برسنے لگی۔ اس نے اپنے لبوں کو موتی جیسے دانتوں میں دبا لیا مگر بڑھتی ہوئی بے چینی نے اسے اس طرح بھی نہ بیٹھنے دیا۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور اپنے دونوں ہاتھ نرم و گداز سینے پر رکھ لیے۔

وفورِ غم سے اس کے آنسو نکل آئے جو ڈھلک ڈھلک کر اس کے گلاب کے پھول سے رخساروں پر بہنے لگے۔

ابھی وہ رو رہی تھی کہ دروازے پر پڑا ہوا پردہ اٹھا اور یوحنا داخل ہوا۔

لوسی نے اپنے چچا کو دیکھا تو تعظیم کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ یوحنا نے اس کے قریب پہنچ کر بے تابی سے کہا:

"میری بیٹی۔ میری پیاری تو کیوں رو رہی ہے؟ لوسی تجھے کیا ہو گیا؟"

لوسی کا دل بھر آیا۔ اس کا چچا اس پر بہت زیادہ مہربان تھا۔ وہ اور بھی سسک سسک کر رونے لگی۔ یوحنا نے گھبرا کر کہا:

"میری بچی تو کیوں رو رہی ہے۔ بتا تو سہی تجھے کیا غم ہے؟"

لوسی نے سسکتے ہوئے کہا: "چچا جان میرے مرنے کی دعا کریں۔"

یوحنا حیران رہ گیا۔ لوسی کے رونے سے اسے رنج تھا۔ وہ کوچ پر بیٹھ گیا۔ لوسی کو اپنے پاس بٹھا لیا اور دلدہی کے طور پر کہا:

"میری بیٹی تو مجھے اپنے دل کا حال تو بتا۔"

اس ہمدردی نے لوسی کے ساتھ بڑا سلوک کیا۔ وہ ہچکیاں لے کر رونے لگی۔

یوحنا کو لوسی سے بہت زیادہ محبت تھی۔ وہ اسے آزردہ خاطر دیکھ کر ہی بے چین ہو جایا کرتا تھا۔ اس وقت لوسی کو اس طرح روتے دیکھ کر اسے بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ اس نے اس کی پیشانی کو چوم کر کہا:

"میری بیٹی۔ میں تجھے کس دل سے روتے ہوئے دیکھوں۔ تجھے کیا خبر ہے کہ تیرا رونا میرے دل کے ٹکڑے کر رہا ہے۔"

لوسی ہنسی۔ اس نے کہا:

"چچا جان۔ آپ کیوں میرے لیے آزردہ ہوتے ہیں۔ میری قسمت میں تو خدا نے رونا دھونا ہی لکھ دیا ہے۔"

یوحنا: بیٹی تو مجھے اپنے دل کا حال کیوں نہیں بتاتی۔ کیا تجھے مجھ پر بھروسہ نہیں۔

لوسی: ہائے میں کیسے بتا دوں۔ کاش میں بتا سکتی۔

یوحنا: لوسی جب تک تو مجھے اپنے غم کی وجہ نہ بتائے گی میں کیسے تیرے غم کو دور کرنے کی کوشش کروں گا۔

لوسی: میرے اچھے چچا۔ میرا غم میری زندگی کے ساتھ ہے۔

یوحنا: لیکن تجھے غم کیا ہے؟

لوسی: میں بتا دوں گی مگر ابھی نہیں۔

لوسی کے آنسو اب تک جاری تھے۔ یوحنا نے کہا:

"میری بیٹی۔ تیرے آنسو موتیوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔ میری بچی نہ رو۔"

لوسی نے ریشمی رومال سے آنکھیں صاف کیں اور کہا:

"چچا جان۔ دل پر اختیار نہیں رہا۔ ہائے میں کیا کروں؟"

یوحنا: لوسی تو کبھی کسی تکلیف میں نہیں گھبراتی۔ مجھے سخت تعجب ہے کہ اب کس درد نے تجھے پریشان کر دیا ہے۔

لوسی: چچا جان۔ ایک وقت تھا جب میں خوش و خرم رہتی تھی۔ کرائسٹ کی مہربانی سے غم و فکر سے میں

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

واقف بھی نہ تھی — لیکن اب خوشی تو خیال ہو کر رہ گئی۔ غم و فکر نے مجھے گھلا دیا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ہر وقت منہ لپیٹے پڑی رہوں۔

یوحنا: بیٹی۔ کسی سہیلی کی طرف سے تجھے رنج پہنچا؟ تجھے مریم سے بہت انسیت تھی۔ میں دیکھتا ہوں اب مریم تیرے پاس بھی نہیں آتی۔ تو اس سے کیوں خفا ہو گئی؟

مریم کا نام سنتے ہی لوسی کے دل پر ایک تیر سا لگا۔ اس نے کہا:

"چچا جان۔ اسے شہزادہ لاون کے پاس سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ وہ شہزادے کو چھوڑ کر میرے پاس کیوں آنے لگی؟"

یوحنا نے تعجب سے لوسی کو دیکھ کر کہا:

"لوسی۔ تم مریم سے بدظن ہو گئی ہو۔ مریم بہت نیک لڑکی ہے۔ میں نے کبھی اسے شہزادے کے پاس نہیں دیکھا۔"

لوسی نے حیرت سے یوحنا کو دیکھا۔ اس کے دل نے یوحنا کی تائید کی۔ اسے اپنے بے جا رشک پر ندامت ہوئی۔ اس نے کہا:

"لیکن مریم نے میرے پاس آنا کیوں چھوڑ دیا۔"

یوحنا: آج جب وہ گرجا میں آئے گی تو میں اس سے دریافت کروں گا۔

لوسی: نہیں چچا جان۔ آپ اس سے کچھ نہ کہیے گا۔

یوحنا: اچھا میں کچھ نہ کہوں گا۔ لوسی میرا دل بے چین ہے۔ میں تیرے پاس اس لیے آیا تھا کہ تیری بھولی باتوں سے اپنا دل بہلاؤں گا لیکن تجھے غمزدہ دیکھ کر میری طبیعت اور مضطرب ہو گئی۔

لوسی: میرے اچھے چچا۔ تمہارا دل بے چین کیوں ہے؟

یوحنا: بیٹی۔ میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے کہ آج تک میں نے کبھی ایسا وحشت ناک خواب نہیں دیکھا تھا۔

لوسی: آپ نے کیا دیکھا۔ مجھے اپنا خواب سنائیے!

یوحنا: میں نے دیکھا کہ شہر حلب میں مغرب کی طرف سے پانی کا سیلاب آیا۔ لوگوں نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ شہر کے اندر گھس گیا۔ عورتیں اور بچے چیخنے چلانے لگے۔ بہت سے آدمی ڈوب گئے۔ ایک اونچی چٹان پر ہمارا عادل بادشاہ کھڑا ہے۔ وہ سخت پریشان ہے۔ اس پریشانی نے اسے مجنوں بنا دیا ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے لوگوں کو پانی کے سمندر میں دھکیل رہا ہے۔ میں نے

دیکھا پانی کا رنگ دم بدم سرخ ہو رہا ہے۔ میں اپنے بھائی کے پاس پہنچا اور اسے لوگوں کو پانی میں ڈالنے سے روکا۔ وہ ایسا از خود رفتہ ہو رہا تھا کہ اس نے اوروں کے ساتھ مجھے بھی پانی میں دھکا دے دیا۔

میں غوطہ کھا کر ابھرا۔ مجھے اس وقت ہر چیز سرخ نظر آ رہی تھی۔ دفعتاً میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت میرا سارا بدن کانپ رہا تھا۔ جب سے میں نے یہ خواب دیکھا ہے میرا دل بے چین ہے۔

لوسی: چچا جان۔ آج کل سارے ملک شام میں جنگ و جدل جاری ہے۔ جگہ جگہ خون کے دریا بہہ رہے ہیں۔ ہمارا عادل بادشاہ مسلمانوں سے لڑنے گیا ہے۔ ہمیں دن بھر جن باتوں کا خیال رہتا ہے رات کو وہی خواب میں نظر آتی ہیں۔ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔

یوحنا: بیٹی لوسی۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ میں خون کے دریا میں نہاؤں گا۔ میں نے کبھی ایسا خواب نہیں دیکھا تھا۔

لوسی: خدا نہ کرے چچا جان۔ سپاہی خون کے دریا میں نہاتے ہیں۔ آپ مقدس راہب ہیں۔ آپ کیوں خون کے دریا میں نہائیں گے۔

یوحنا: میں نہیں جانتا کہ کیا واقعہ ہونے والا ہے لیکن میرا دل مضطرب ہے۔ مجھے دنیا میں صرف تجھ سے محبت ہے۔ آج میرا دل تیرے پاس سے جانے کو نہیں چاہتا۔

لوسی: یہ میری خوش قسمتی ہے۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ آپ میرے پاس بیٹھے رہیں۔

اب آفتاب بہت اونچا ہو گیا تھا۔ دھوپ میں گرمی پیدا ہو گئی تھی۔ ایک خادمہ حاضر ہوئی۔ اس نے خاصہ تیار ہونے کی اطلاع دی۔ اگرچہ لوسی اور یوحنا دونوں کو بھوک نہ تھی مگر یوحنا نے کہا:

"کھانا لے آؤ۔ آج میں لوسی کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔"

لوسی خاموش رہی۔ خادمہ چلی گئی۔ یوحنا نے پھر کہا:

"لوسی۔ تیری زندہ دلی کیا ہوئی۔ تو کیوں آزردہ خاطر رہنے لگی۔"

لوسی: مجھے خود اپنی حالت پر تعجب ہے۔ میرا دل بہت ہی کمزور ہو گیا ہے۔

یوحنا: دل محبت کی وجہ سے کمزور ہو جاتا ہے۔

لوسی: چچا جان۔ شہزادہ لاون کیسا آدمی ہے۔

یوحنا: بہت نیک۔ بڑا خوش خلق۔ نہایت بہادر اور اچھے چال چلن کا ہے لیکن تو کیوں دریافت کرتی ہے۔

لوسی: کچھ نہیں۔ یونہی دریافت کر لیا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

یوحنا: بیٹی تو سمجھتی ہے کہ میں تیرے دل کا حال نہیں جانتا مگر مجھے سب معلوم ہے۔ میں نے عید صلیب کے روز تیری اور شہزادہ لاؤن کی کیفیت دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ تم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے۔ وہ میں لاؤن کو پسند کرتا ہوں۔ وہ اعلیٰ خاندان کا ہے۔ شریف ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خوبصورت ہے۔ تیرا انتخاب بُرا نہیں ہے۔

لوسی نے تعجب سے یوحنا کو دیکھ کر کہا:

"چچا جان۔ آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔ میری حماقت نے حال راز طشت از بام کر دیا۔"

یوحنا: لوسی۔ محبت کی نظر چھپا نہیں کرتی۔ نہ محبت کرنا گناہ ہے۔ لیکن احتیاط ضروری ہے۔

لوسی شرما گئی۔ اس کا نازک سر جھک گیا۔ یوحنا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خادمہ حاضر ہوئی۔ اس کے پیچھے چند عورتیں خوان لیے ہوتے تھیں۔

خادمہ نے میز پر کھانا چن دیا۔ یوحنا اور لوسی میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے اور کھانا کھانے لگے۔ خادمہ مورچھل جھل رہی تھی۔

اب آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لیے لوگ سائے کی تلاش میں تھے۔ لوسی اور یوحنا کو بھوک نہ تھی۔ وہ جلد ہی کھانا کھا کر فارغ ہو گئے۔ کھانا بڑھا دیا گیا۔ خادمہ اور اس کے ساتھ کی عورتیں چلی گئیں۔

یوحنا نے کہا:

"بیٹی۔ میری خواہش تھی کہ میں تیرے ساتھ کھانا کھاؤں۔ ہمارا یہ مل کر کھانا کھانا کہیں آخری نہ ہو۔"

لوسی: خدا نہ کرے۔ چچا جان یہ مایوسی کی باتیں کیوں کرتے ہیں۔

یوحنا: بیٹی۔ میرا دل سخت مضطرب ہے۔ میری زندگی کا یہ آخری دن معلوم ہوتا ہے۔

لوسی: چچا جان۔ صرف آپ میرے دکھ درد کے شریک ہیں۔ آپ کی یاس بھری باتیں میرے دل کے ٹکڑے کیے دیتی ہیں۔ کیوں ایسی باتیں کرتے ہیں۔

یوحنا: میں دل سے مجبور ہوں۔ میرا دل میری موت کی پیش گوئی کر رہا ہے لیکن میں نہیں سمجھ پا سکتا کہ جب میں اچھا ہوں۔ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ پھر میں اس قدر جلد کیسے مر جاؤں گا۔

لوسی: چچا جان۔ مرنے کا نام نہ لیں۔ میری جان پر بنی جاتی ہے۔ ہائے آپ کے بعد میرا کیا ہو گا۔

یوحنا: میری بیٹی۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ انسان ٹھوکر کھا کر گرتا ہے اور مر جاتا ہے۔ ممکن ہے میری موت بھی اتفاقیہ ہو۔ اس لیے میں کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں۔

لوسی کا دل بھر آیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے کہا:

"یہ آپ کو کیا ہو گیا آپ کیوں مریں گے۔ خدا آپ کو مدت تک زندہ رکھے گا۔"

یوحنا: موت سے مفر نہیں۔ خدا کا حکم ٹل نہیں سکتا۔ لوسی مجھے تجھ سے محبت ہے۔ تو آزردہ خاطر نہ رہنا۔ تجھے غمگین دیکھ کر میری روح بے چین ہو جائے گی۔

لوسی کے آنسو جاری ہو گئے۔ یوحنا بھی چشم پر آب ہو گیا۔ لوسی نے کہا:

"خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کریں۔ میں پہلے ہی غمگین ہوں۔ آپ میرے غموں میں اور اضافہ کیوں کر رہے ہیں؟"

یوحنا: میں تجھے رنج نہیں دینا چاہتا۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ میں تجھ سے آخری مرتبہ باتیں کر رہا ہوں۔ ملک الموت میری گھات میں ہے۔ پیاری بیٹی تو میری قبر پر روز تازہ پھول چڑھا دیا کرنا۔ اب میں تجھے دعا دیتا ہوں لیکن قبر میں میں تیری دعا کا محتاج رہوں گا۔

یوحنا کے آنسو نکل آئے۔ لوسی اپنے چچا سے لپٹ گئی۔ اس نے کہا:

"میرے بزرگ چچا۔ میرے مہربان چچا۔ آپ ایسی دردبھری باتیں نہ کریں۔ آپ زندہ رہیں گے۔ خدا آپ کو زندہ رکھے گا۔"

یوحنا: کاش میں زندہ رہتا میری بیٹی۔ تو نہ رو رہا ہے میرے بعد تجھے کون تسلی دے گا۔

اب دونوں رونے لگے۔ دونوں کے آنسو ڈھلک ڈھلک کر رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ کوئی تیسرا ایسا شخص نہیں تھا جو دونوں کو سمجھاتا۔ دیر تک دونوں روتے رہے۔

آخر لوسی نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا:

"ہائے میں کیا کروں گی۔ وہ وقت کیسا کٹھن ہو گا؟"

یوحنا نے رومال سے آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کہا:

"بیٹی تو صبر کرنا۔ خدا تجھے ہمیشہ خوش رکھے۔ تیری ہر آرزو پوری ہو۔"

لوسی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ دفعتاً شور وغل کی آواز آئی۔ یوحنا نے کہا:

"معلوم ہوتا ہے میرا بھائی مسلمانوں سے شکست کھا کر واپس آ گیا ہے۔"

لوسی نے تعجب سے یوحنا کو دیکھ کر کہا:

"میرے باپ کو بھی مسلمان شکست دے سکتے ہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

یوحنا نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا: "بیٹی۔ عیسائیوں نے خدا کو یاد کرنا چھوڑ دیا ہے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

وہ عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے ہیں۔ شکست و خواری ان کی قسمت میں لکھ دی گئی ہے۔ مسلمان خدا پرست ہیں۔ وہ ہر وقت خدا کو یاد کرتے ہیں اس لیے فتح اور عزت ان کے ہم رکاب ہے۔"

اب شور و غل کی آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ یہ آواز مسرت و شادمانی کے نعرے نہیں تھے بلکہ چیخنے چلانے اور رونے پیٹنے کی آواز تھی۔

کچھ دیر تک یوحنا اور لوسی نے اس شور و غل کی طرف اپنے کان لگائے رکھے۔ آخر یوحنا نے کہا:

"لوسی۔ یہ مظلوموں کی چیخ و پکار ہے، کوئی مسیحیوں کو قتل کر رہا ہے۔"

لوسی: چلیے قلعہ کی فصیل پر کھڑے ہو کر دیکھیں۔ وہیں اس شور و غل کی وجہ معلوم ہو گی۔

یوحنا: یہ آوازیں شہر کی طرف سے آ رہی ہیں۔ میں شہر میں جا کر دیکھتا ہوں کہ کیا واقعہ ہو رہا ہے۔ تم فصیل پر سے دیکھ لو۔

لوسی: چچا جان۔ آپ شہر میں نہ جائیں۔ نہ معلوم کون مسیحیوں پر ظلم و ستم کر رہا ہے۔ مجھے آپ کے خیال نے تردد میں ڈال دیا ہے۔

یوحنا: بیٹی میں ضرور جاؤں گا۔ تم میری فکر نہ کرو۔

لوسی: نہیں چچا جان آپ نہ جائیں۔ ممکن ہے کہ مسلمان آ گئے ہوں اور انھوں نے ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا ہو۔

یوحنا: بیٹی۔ مسلمان ظالم نہیں ہیں۔ وہ نیک، دیندار اور خدا ترس ہیں۔ انہوں نے عہد کیا ہوا ہے کہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور راہبوں پر تلوار نہ چلائیں گے۔

لوسی: یہ شور و غل کی آواز تو بڑھتی جا رہی ہے۔ کہیں شہر میں آگ تو نہیں لگی۔

یوحنا اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

"بیٹی۔ میں جاتا ہوں۔ یہ چابی تم لو۔ اگر میں آج شام تک زندہ رہا تو اس چابی کو واپس آ کر تم سے لے لوں گا اور اگر میں مارا گیا تو تم کلیسا میں جا کر قربان گاہ کے قریب جو الماری ہے اسے کھولنا۔ تمہیں وہاں کچھ کاغذات ملیں گے۔ میں تمہارے لیے ان میں کچھ ہدایات چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر مناسب معلوم ہو تو ان پر عمل کرنا۔"

لوسی نے چابی لے لی۔ اس کی نرگسی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ اس نے کہا:

"چچا جان۔ زندگی سے اس قدر مایوس کیوں ہو گئے ہیں۔ خدا آپ کو زندہ رکھے گا۔"

یوحنا نے لوسی کی چاندسی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا: "میری بیٹی۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ یہ میری

زندگی کا آخری دن ہے۔ ممکن ہے یہ غلط ہو اور میں تجھ سے پھر آ کر ملوں۔ اچھا رخصت!

لوسی: خدا حافظ۔

یوحنا چلا گیا۔

لوسی کچھ دیر خاموش رہی۔ اس وقت وہ یوحنا کے لیے مضطرب تھی۔ اس کا دل بھی یہی کہہ رہا تھا کہ اس کا چچا پھر اس سے نہ ملے گا۔ اسے خیال ہوا کہ وہ یوحنا کو نہ جانے دے چنانچہ وہ کمرے سے نکل کر باہر آئی — مگر اس کا چچا محلسرا سے جا چکا تھا۔ اس نے ایک ٹھنڈا سانس لیا اور آہستہ آہستہ مغرب کی طرف چلی گئی۔

○

شور و غل کی آواز دم بدم بڑھ رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ قلعہ کے نیچے ہی ہنگامۂ دار و گیر برپا ہے لوسی محلسرا کے آخری سرے پر پہنچی۔ یہاں متعدد کمرے بنے ہوئے تھے۔ وہ شمال کی طرف گھوم کر باغیچہ کے قریب والی روش پر آئی اور باغیچہ کے اختتام پر پہنچ کر پھر مغرب کی طرف بڑھی اور چند قدم چل کر زینہ پر چڑھنے لگی۔

وہ جلد جلد جس قدر اس کی نزاکت اسے اجازت دے سکتی تھی، سیڑھیوں کو طے کر کے اوپر چھت پر پہنچی۔ یہ محلسرا کا آخری حصہ تھا۔ یہاں شمال کی طرف تین فٹ اونچی دیوار تھی۔ اس دیوار کے دوسری طرف فوجی بارکوں کی چھت تھی جس پر ایام جنگ میں سپاہی رہا کرتے تھے جو دشمنوں کو قلعہ کے قریب آنے سے روکتے تھے۔

لوسی نے جھروکے سے جھانکا۔ قلعہ سے کسی قدر فاصلے پر شہر تھا۔ شور و غل کی آوازیں وہیں سے آ رہی تھیں لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہ ہو پاتا تھا کہ شہر والوں پر کیا مصیبت نازل ہو رہی ہے۔

اب آفتاب کسی قدر مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ آجکل کے وقت کے حساب سے تقریباً دو بج گئے تھے یوحنا محلسرا سے باہر آیا۔ اس نے ہر اس شخص سے جو اسے راستہ میں ملا، اس شور و غل کی وجہ پوچھی لیکن کوئی اسے تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ البتہ اسے ہر شخص پریشان نظر آیا۔

وہ تیز قدمی سے قلعہ کے پھاٹک پر پہنچا اور قلعہ کے محافظوں سے اس چیخ و پکار کی بابت استفسار کیا۔ انھوں نے بھی کوئی معقول وجہ نہ بتائی۔ وہ قلعہ سے باہر آیا اور شہر حلب کی طرف روانہ ہوا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

شہر قلعہ سے دور تھا وہ پا پیادہ جلد جلد چل رہا تھا۔

دھوپ میں تمازت بہت بڑھ گئی تھی۔ اس کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے نمودار ہو گئے تھے اس وقت وہ نہایت تیزی سے چل رہا تھا۔ اس کا تمام بدن پسینہ پسینہ ہو گیا۔

جب وہ شہر کے نزدیک پہنچا تو بچوں کے بلک بلک کر رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ اس کا دل رحم سے لبریز ہو گیا اور وہ کسی قدر تیزی سے شہر میں داخل ہو گیا۔

شہر حلب میں ہنگامہ دار و گیر برپا تھا۔ گھر گھر سے شیون و بکا کی آواز آ رہی تھی۔ ہر شخص کا چہرہ فق تھا۔ منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ عورتیں گھبرائی ہوئی پھر رہی تھیں۔ بچے خوفزدہ ہو رہے تھے۔ لوگوں نے یوحنا کو دیکھا تو اس کے گرد جمع ہو گئے۔ متعدد لوگوں نے کہا:

"کرائسٹ کے لیے ہمیں بچاؤ۔"

یوحنا: تم کیوں پریشان ہو۔ یہ لوگ کیوں رو رہے ہیں؟

ایک عیسائی آگے بڑھا اور بولا:

"ہم نے مسلمانوں سے صلح کر لی ہے۔ ہماری صلح کا حال ہمارے عادل بادشاہ کو معلوم ہو گیا ہے وہ مسلمانوں سے شکست کھا کر واپس آیا ہے۔ اب اس نے شہر والوں کو قتل کرنے اور لوٹنے کا حکم دے دیا ہے۔ ہمارے سینکڑوں آدمی مار ڈالے گئے ہیں۔ ہزاروں گھر برباد کر دیے گئے ہیں۔ ہمیں اس تباہی سے بچاؤ۔"

یوحنا: میں بچاؤں گا۔ میرا بھائی کہاں ہے؟

وہی جوان: وہ شہر سے باہر ہے۔ وحشی سپاہیوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا ہے۔ ہر شہری کی زندگی خطرے میں ہے۔ خدا کے لیے جلدی کریں ورنہ سارا شہر تباہ کر دیا جائے گا۔

یوحنا آگے بڑھا۔ اس کے پیچھے کثیر التعداد عیسائی تھے۔ وہ شہر کے جس محلہ سے گزرا اسے ویران پایا۔ لوگ گھروں میں چھپے بیٹھے تھے۔ فوجی سپاہی گھروں میں گھس گھس کر لوگوں کو قتل کر رہے تھے۔ یوحنا نے ان کو روکنا چاہا لیکن وحشی سپاہیوں نے اس کی ایک نہ سنی۔ وہ بدستور سفاکی میں مصروف رہے گھروں سے نالہ و فریاد کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سڑکوں پر خون بہہ رہا تھا۔

یوحنا کا دل دہشت و بربریت کے دل ہلا دینے والے یہ مظالم دیکھ کر لرز گیا۔ وہ جلد جلد چل کر شہر سے باہر آیا اور سیدھا اپنے بھائی یوقنا کے پاس پہنچا۔

یوقنا ایک اونچے پتھر کے ٹیلے پر کھڑا تھا۔ اس کے سر پر زر نشکی کا سائبان تھا۔ وہ سخت غضبناک تھا

اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ اس سے کسی قدر ہٹ کر اس کے عقب میں فوج کے سردار خاموش کھڑے تھے۔ عورتوں اور بچوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ان زہرہ گداز آہوں سے پتھر پسیج رہے تھے لیکن یوقنا اور اس کے حواری کچھ ایسے سنگدل ہو گئے تھے کہ وہ ان صدائے نالہ و فریاد سے خوش ہو رہے تھے۔

یوحنا اپنے بھائی کے پاس پہنچا اور کہا:

"بھائی۔ یہ کیا ظلم کر رہے ہو۔ اپنے بھائی عیسائیوں کو قتل کر رہے ہو۔"

یوقنا نے منہ پھیر کر کہا:

"نامرد سرکشوں کو قتل ہونے دو۔"

یوحنا: لیکن یہ قتل و خونریزی ایک عادل بادشاہ کی شان کے خلاف ہے۔

یوقنا: اپنے ملک، اپنے بادشاہ اور اپنے مذہب سے غداری کی سزا بھگتنا ضروری ہے۔

یوحنا: عادل بادشاہ۔ جب رعایا تباہ ہو جائے گی تو حکومت کس پر کرو گے؟

یوقنا: ایسے بزدلوں اور خود سروں کا تباہ ہو جانا ہی ٹھیک ہے۔

یوحنا: مگر ان کا قصور؟

یوقنا: دشمنوں سے ساز باز کرنا۔ اپنے بادشاہ کو دھوکا دینا، یہ قصور کیا کم ہے؟

یوحنا: لیکن سچ پوچھو تو انہوں نے کوئی قصور نہیں کیا۔ مسلمانوں کا خدا مددگار ہے۔ وہ کسی سے پسپا نہیں ہو سکتے۔ اگر انہوں نے دور اندیشی کی بنا پر مسلمانوں سے صلح کر لی تو کیا برا کیا۔

یوقنا کو اور بھی طیش آیا۔ فرطِ غضب سے اس کی پیشانی کی رگیں ابھر آئیں۔ اس نے غضبناک ہو کر کہا:

"یوحنا۔ ان بدبخت شہریوں کو تو نے صلح کا مشورہ دیا؟"

یوقنا کے برافروختہ ہونے سے فوج کے سردار گھبرا گئے۔ انہوں نے خوفزدہ ہو کر یوقنا کو دیکھا۔ یوحنا نے جواب میں کہا:

"میں کیسے ایسا مشورہ دے سکتا تھا؟"

یوقنا: تو بزدل ہے۔ مکار راہب ضرور تو نے انہیں صلح پر ابھارا ہو گا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ یوقنا ایسے برے طریقے سے یوحنا کے ساتھ پیش آیا۔ یوحنا نے کہا:

"تمہیں غصہ نے از خود رفتہ کر دیا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ تم کیا کر رہے ہو۔"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

یوقنا کا غصہ بڑھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں فرطِ غضب سے اُبل آئی تھیں۔ اس نے کہا:
"نامرد گئے۔ میں سب سمجھتا ہوں۔ بغیر تیرے مشورے کے شہر والوں کی مجال نہ تھی کہ وہ مسلمانوں سے صلح کر لیتے۔"

یوحنا: بھائی! تم غلطی پر ہو۔ میں ایسی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔
یوقنا: تُو جھوٹا ہے۔ تیرا جھوٹ تجھے نہیں بچا سکتا۔

یوقنا نے آگے بڑھ کر یوحنا کا گلا پکڑا اور اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ یوحنا نحیف الجثہ تھا۔ عبادت و ریاضت نے اسے کمزور کر دیا تھا۔ اس نے یوقنا کے قوی ہاتھوں سے نکلنے کی کوشش کی تو یوقنا نے اس کے سینے پر اپنا گھٹنا رکھ دیا۔

یوحنا نے حسرت بھری نظروں سے یوقنا کو دیکھ کر کہا:
"بھائی . . . . ."
وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ یوقنا نے ڈپٹ کر کہا:
"بس خبردار۔ آواز نہ نکلے۔"

یوحنا: اچھا۔ تم کیا کرو گے؟
یوقنا: میں تجھے قتل کروں گا۔
یوحنا: عادل بادشاہ۔ مجھے قتل کر کے اپنا بازو کیوں کمزور کرتے ہو؟
یوقنا: تُو مارِ آستین ہے اور مارِ آستین کا قتل کرنا ہی دانشمندی ہے۔
یوحنا: لیکن میں مظلوم ہوں۔
یوقنا: تُو غدار ہے۔

اب یوقنا نے خنجر یوحنا کے گلے پر رکھ دیا۔
یوحنا نیک خلق تھا۔ لوگ عام طور پر اس سے محبت کرتے تھے۔ فوجی سردار جو اس وقت موجود تھے اسے بچانا چاہتے تھے لیکن یوقنا کو غضب ناک دیکھ کر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔
یوحنا نے حسرت بھری نظروں سے یوقنا کو دیکھ کر کہا:
"بھائی۔ مجھے ضرور قتل کرو گے؟"
یوقنا: ہاں۔ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔
یوحنا: عادل بادشاہ۔ مجھے تم بے شک قتل کر دو لیکن سنو۔ مسلمانوں کا خدا مددگار ہے۔ جب تک

وہ اپنے مذہب پر قائم ہیں کوئی انہیں شکست نہیں دے سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو تمہاری حکومت رہے اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تم مسلمانوں سے صلح کر لو۔
یوقنا: بزدل راہب۔ خاموش!
یوحنا: صرف ایک بات اور سن لو۔ لوسی پر ہمیشہ مہربانی کرنا۔ وہ بہت نیک لڑکی ہے۔ اسے ستا کر میری روح کو بے چین نہ کرنا۔
یوقنا: لوسی کا نام لینے سے تیری جان نہیں بچ سکتی۔
یوحنا: میں جان بچانا نہیں چاہتا عادل بادشاہ۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ عرب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوں گے۔ ان کا مذہب مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گا۔ یہ عرب مسلمان اسی نبیؐ کی امت ہیں۔ میں تمہیں گواہ کر کے صدقِ دل سے مسلمانوں کا مذہب اختیار کرتا ہوں۔ خدا میرے گناہ معاف کرے۔

یوقنا کو اور غصہ آیا۔ اس نے کہا:
"کمبخت نامرد۔ میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ تو مسلمان ہو گیا ہے۔"
اب یوقنا نے خنجر چلایا۔ یوحنا نے مسکرا کر کہا:
"اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ"[1]
یہ آخری الفاظ تھے جو یوحنا کی زبان سے نکلے۔ یوقنا نے تیزی سے خنجر چلایا۔ یوحنا نے آسمان کی طرف دیکھا۔ وہ بے زبان جانور کی طرح ذبح ہو گیا۔
خون کا فوارہ جاری ہوا۔ ایک دو مرتبہ یوحنا تڑپا۔ پھر اس کی حسرت بھری آنکھیں بے نور ہو گئیں اور روح پرواز کر گئی۔

یوحنا کی موت سے فوجی افسروں کو صدمہ ہوا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے لیکن وہ یوقنا کے خوف سے رو نہ سکے۔

یوقنا اپنے بھائی کی نعش پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا غصہ اب فرو ہو گیا تھا۔ سامنے بھائی کی لاش پڑی تھی جسے اس نے خود ذبح کیا تھا۔ غیظ و غضب شیطانی جذبہ ہے۔ اس سے مغلوب ہونے والا ہمیشہ متاسف و پریشان ہی رہتا ہے۔ یوقنا کا غصہ فرو ہوتے ہی اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے یوحنا کی

1۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لاش کو دیکھا۔

یوحنا کے لبوں پر اب بھی مسکراہٹ معلوم ہوتی تھی۔ وہ دیوانہ وار جھکا اس نے مرنے والے بھائی کے لبوں کو بوسہ دیا۔

جس وقت وہ راست قد کھڑا ہوا اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اس نے کہا:

"افسوس۔ یہ میں نے کیا کیا؟ ہائے میں نے اپنے بھائی کو بے گناہ مار ڈالا!"

اب اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بھائی کی محبت نے جو جوش مارا اور وہ زار و قطار رونے لگا۔ اس کو روتا دیکھ کر اس کے ہمراہی بھی رونے لگے لیکن اب رونا بے سود تھا۔ مرنے والا مر چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد یوقنا کی طبیعت ٹھہری۔ اس نے آنسوؤں کو صاف کیا اور اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھ کر کہا:

"دیکھتے ہو کہ میں نے حب الوطنی کے جوش سے مغلوب ہو کر اپنے بھائی کو مار ڈالا۔ شہر حلب کے رئیسوں اور سوداگروں نے غداری کی ہے۔ جاؤ اس شہر کو تباہ اور اس کے باشندوں کو قتل کر دو۔"

باوجودیکہ شہر تباہ کیا جا رہا تھا۔ مظلوموں کی چیخ و پکار کی آوازیں کانوں میں آ رہی تھیں لیکن چند افسر اس جانگداز منظر کو پُر ہیبت بنانے کے لیے اور روانہ ہوئے۔

یوقنا اپنے بھائی کی لاش کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے یوحنا کا برف جیسا ٹھنڈا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پُرنم ہو کر کہا:

"میرے مظلوم بھائی۔ زندگی بھر مجھے تیری موت کا افسوس رہے گا۔ آہ! میں نے کس قدر تجھے سخت سست کہا لیکن تو ادب ہی کے ساتھ گفتگو کرتا رہا۔ تیری وفاداری یاد آئے گی۔ تیری محبت مجھے آٹھ آٹھ آنسو رُلائے گی۔ ہائے تو لوسی سے محبت کرتا تھا۔ لوسی تجھ سے مانوس تھی۔ وہ تیرے مرنے کی خبر سن کر کس قدر سوگوار ہو گی۔ میں نے کیسا غضب کیا!"

کرکلس نے کسی قدر جرأت کر کے کہا:

"عالی جاہ۔ اب سوائے صبر کے چارہ ہی کیا ہے۔ اگر حکم ہو تو ان کی لاش قلعے میں پہنچا دی جائے۔"

یوقنا نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:

"ہاں۔ اس کی لاش قلعے میں پہنچاؤ اور وزیر اعظم کو حکم دو کہ وہ اعلان جاری کرے کہ کل رعایا میرے بھائی کے غم میں سیاہ پوش ہو۔"

کرکلس نے اشارہ کیا۔ دو سوار دوڑ کر شہر سے ایک چوبی صندوق لائے اور اس میں یوحنا کی لاش

رکھ کر قلعے کی طرف روانہ ہوئے۔

یوقنا حسرت و افسوس سے دیکھتا رہا۔

فوجی سپاہی شہر میں قتل و غارت گری کر رہے تھے۔ شور و غل کی آواز ہر لحظہ ترقی کر رہی تھی۔

○

اب تخمیناً چار بج گئے تھے۔ دھوپ کی تمازت جاتی رہی تھی۔ لوسی اب بھی قلعہ کی فصیل پر چڑھی ہوئی جھروکے میں سے شہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ایک دفعہ اس کی نظر سامنے قسطرین کے راستے پر جا پڑی تو اس نے گرد و غبار اڑتے ہوئے دیکھا۔ وہ تعجب سے دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ گرد کا دامن چاک ہوا اور کچھ سوار گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے شہر کی طرف آتے نظر آئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔

جب وہ سوار قریب آئے تو لوسی نے پہلی ہی نظر میں شناخت کر لیا کہ آنے والے عرب ہیں جو عربی گھوڑوں کو دوڑاتے چلے آ رہے ہیں۔ ان کی عباؤں کے دامن ہوا میں اڑ رہے تھے۔

لوسی ان سواروں کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس نے گھبرائی ہوئی ہرنی کی طرح اپنی صراحی دار گردن اٹھا کر داہنی طرف دیکھا اور اس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر شہزادہ لاذن کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

لوسی کی آنکھیں جھک گئیں۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے دل کڑا کر کے ایک دفعہ اور شہزادے کو دیکھا۔ شہزادے نے مسکرا کر سلام کیا۔ لوسی نے اشارے سے سلام لیا۔ پھر وہ سنبھلی اور اس نے شہزادے کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

اب اس نے دیکھا کہ عرب سوار شہر حلب کے قریب آ گئے ہیں اور ان کے پیچھے ان کی فوج کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ گویا آدمیوں کا سمندر ہے جو لہریں لیتا ہوا بڑھا چلا آ رہا ہے۔

یہ حضرت خالدؓ کا لشکر تھا جو نہایت تیزی سے بڑھا چلا آ رہا تھا۔ انہوں نے شہر کے باشندوں کا نالہ و فریاد کا غلغلہ سنا تو بولے:

"خدا کی قسم! یوقنا ہم سے صلح کرنے والے عیسائیوں پر ظلم کر رہا ہے۔ اے خدا کے پرستارو! آگے بڑھو اور مظلوموں کی مدد کرو۔"

عربی سوار اور بھی تیزی سے بڑھے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

یوقنا نے جو اس وقت غیض و غضب سے مجنون ہو رہا تھا، مسلمانوں کے لشکر کو آتے دیکھا تو اس نے فوراً اپنے لشکر کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ واپسی کا بگل ہوا۔ سپاہی جلد جلد شہر سے باہر نکل نکل کر مشرقی میدان میں جمع ہو گئے۔ یوقنا نے صفیں درست کیں، طبلِ جنگ بجا۔ عرب مجاہدین قریب آ گئے۔ حضرت خالدؓ نے کہا:

"خدا پر بھروسہ کرنے والو۔ ان رومیوں کے ٹکڑے کر ڈالو۔"

مسلمانوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگا کر حملہ کیا۔ رومی پہلے ہی سے تیار تھے۔ انہوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں اور جنگ شروع ہو گئی۔

تلواریں جلد جلد اپنا کام کر رہی تھیں۔ خون کے فوارے اڑ رہے تھے۔ سپاہی کٹ کٹ کر گر رہے تھے دیکھتے ہی دیکھتے زمین لالہ زار ہو گئی۔ قومی نعروں کی آواز، زخمیوں کی چیخ و پکار اور آلاتِ حرب کی جھنکار سے تمام میدان گونج اٹھا۔

مسلمان بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ ان کا ہر سپاہی جوش و خروش سے حملہ کرتا تھا۔ رومی بھی مقابلہ کر رہے تھے لیکن وہ مسلمانوں کی شجاعت دیکھ چکے تھے۔ وہ مسلمانوں سے خائف تھے۔ ڈرتے تھے یوقنا نے اپنے سپاہیوں کی بددلی دیکھی تو اس نے کہا:

"بہادرو! دشمن تمہارے دروازے پر پہنچ گیا ہے۔ اس وقت تمہاری ذرا سی بزدلی ساری قوم کو ہمیشہ کے لیے مصیبت کر دے گی۔ ہمت کرو، بڑھو اور دشمنوں کو کاٹ کر ڈال دو۔"

اب یوقنا نے خود ہی حملہ کیا۔ رومیوں کے دل بڑھ گئے اور انہوں نے نہایت جوش سے حملہ کیا۔ یہ حملہ بڑا سخت تھا۔ مسلمان اس کی تاب نہ لا کر کسی قدر پیچھے ہٹے۔ حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو انہوں نے بلند آواز سے کہا:

"مسلمانو۔ یہ کیا بزدلی ہے۔ کیا تم طلب گارِ شہادت نہیں ہو؟ تم کیوں خدا کو ناخوش کرتے ہو۔ بڑھو اور بزدل رومیوں کو ہلاک کر دو۔"

اب مسلمانوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگا کر حملہ کیا لیکن رومی آہنی دیواروں کی طرح ایک انچ بھی نہ ہٹے۔ تلواریں اپنا کام کر رہی تھیں۔ جانبازوں کے سر ہوا میں گیند کی طرح اچھل رہے تھے۔ ہاتھ پیر اور دھڑ زمین پر تڑپ رہے تھے۔ لاشوں کے انبار لگ گئے تھے۔ خون کا دریا بہ رہا تھا۔

حضرت خالدؓ نے یوقنا کو دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہی رومیوں کا سردار ہے۔ وہ گھوڑا بڑھا کر اس کے سامنے آئے اور بآواز بلند کہا:

"اے رومی سردار۔ میں خالدؓ ہوں۔ آ۔"

یوقنا نے حضرت خالدؓ کا نام سنا تھا لیکن آج تک انہیں دیکھا نہیں تھا۔ اس نے غور سے حضرت خالدؓ کو دیکھا اور تلوار بلند کر کے حملہ کیا۔

خالدؓ نے حیرت انگیز سرعت سے اس کا وار خالی دیا اور خود بڑھ کر حملہ کیا۔ یوقنا نے ان کا وار ڈھال پر روکا۔ یہ ڈھال ہوئے کی کھال کی تھی۔ خالدؓ کی تلوار نے ڈھال کو کاٹ ڈالا اور یوقنا کے خود پر پڑی۔ خود آہنی تھا۔ برق دم تلوار آہنی خود میں دو انچ اتر گئی۔ جب خالدؓ نے تلوار کو کھینچا تو وہ ٹوٹ کر رہ گئی۔ اب خالدؓ نہتے رہ گئے۔

یوقنا نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ اس نے فوراً تلوار بلند کی اور پوری قوت سے حملہ کیا۔ خالدؓ نے ڈھال سامنے کر دی۔ یوقنا کی تلوار نے ڈھال کو کاٹ ڈالا اور گھوڑے کے یال پر پڑی۔ خیریت ہوئی کہ گھوڑا بجلی کی سی تیزی سے گھوم گیا۔

اب خالدؓ نے گھوڑے کو پیچھے ہٹایا۔ یوقنا نے دیکھا۔ اس نے گھوڑے کو تیز کیا اور تلوار والا ہاتھ بلند کیا۔ خالدؓ نے فوراً نیزہ سنبھالا۔ یوقنا نے تلوار کا وار کیا۔ خالدؓ نے نیزہ آگے بڑھا دیا۔ یوقنا جھکا اور تلوار نیزے کی انی پر پڑی۔ یوقنا کسی قدر پیچھے ہٹا۔ خالدؓ نے گھوڑے کو بڑھا کر نیزہ مارا۔ نیزہ یوقنا کی زرہ میں الجھ گیا۔ خالدؓ نے نیزہ چھوڑ دیا اور اپنی پشت کی طرف گھوم کر دیکھا۔ ایک اعرابی ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے جلدی سے تلوار اور ڈھال خالدؓ کو دی۔

یوقنا نے بڑھ کر خالدؓ پر حملہ کیا۔ خالدؓ نے ڈھال پر روکا اور نہایت پھرتی سے اس کے شانے پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار نے کندھے پر پڑی زنجیروں کو کاٹ ڈالا۔

یوقنا کو طیش آ گیا۔ اس نے پھر اپنی پوری قوت سے حملہ کیا۔ اس وقت دونوں کے گھوڑوں کی کنوتیاں اکنوتیوں سے مل گئی تھیں۔ خالدؓ نے پھر اس کا وار ڈھال پر روکا اور جلدی سے تلوار کی نوک یوقنا کے گھوڑے کی پیشانی میں بھونک دی۔

زخم خوردہ گھوڑا واپس لوٹا اور تیزی سے سرپٹ دوڑا۔ یوقنا نے بہت کچھ گھوڑے کو روکا لیکن وہ منہ میں لگام لگا کر ایسا دوڑا گویا ہر طرف سے اس پر تلواروں کی ہولیں لگ رہی ہوں۔

جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ خون کے فوارے اڑ رہے تھے۔ مقتولین کے انبار لگ گئے تھے جن کو گھوڑوں نے روند ڈالا تھا۔ تلواریں جلد جلد اپنا کام کر رہی تھیں۔ ملک الموت نہایت تیزی سے روح قبض کر رہا تھا۔ رومی مغلوبہ جنگ لڑ رہے تھے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

جب عیسائیوں نے یوقنا کو بھاگتے دیکھا تو ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ اوسان جاتے رہے۔ وہ پسپا ہوتے اور ابتری کی حالت میں بھاگے۔

مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور نہایت سختی سے حملہ کر دیا۔ بھاگنے والے رومی بے دریغ قتل ہونے لگے۔ ان کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ قلعہ کی طرف بھاگا اور دوسرے گروہ نے جنگل کا رخ کیا۔ حضرت خالدؓ نے قلعہ کی طرف بھاگنے والوں کا تعاقب کرنے سے مسلمانوں کو روکا اور جنگل کی طرف دوڑنے والے عیسائیوں کا پیچھا کیا۔

مسلمانوں نے بہت جلد اس گروہ کو جا پکڑا اور چاروں طرف سے گھیر کر انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ رومی مولی گاجر کی طرح کٹنے لگے۔

ٹھیک اس وقت جبکہ خالدؓ کے ہمراہی رومیوں کو قتل کر رہے تھے، حضرت ابوعبیدہؓ معہ مسلمانوں کے تمام لشکر کے آ گئے۔ اس تازہ دم لشکر نے بھی تلواریں سونت لیں اور بہت جلد ایک ایک رومی کو چن چن کر قتل کر دیا۔

شہری باشندے مسلمانوں کا لشکر دیکھ کر ان کے قریب آئے۔ انھوں نے رو رو کر اپنی تباہی کا حال حضرت ابوعبیدہؓ سے بیان کیا۔

انھوں نے یہ بھی بتایا کہ یوقنا نے ان کے تین سو آدمی مار ڈالے ہیں۔ تمام مسلمانوں کو نہایت رنج ہوا لیکن جب عیسائی مقتولین کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد تین ہزار تھی۔ مسلمان اس قدر رومیوں کے مارے جانے سے خوش ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے شہر سے باہر مسلمانوں کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے جلد جلد قیام کا انتظام کیا۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ انھوں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی اس لیے وہ جلد جلد وضو کر کے نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے۔

اب آفتاب مغرب میں پہنچ گیا تھا۔ مشرق کی طرف سے سیاہی نمودار ہو چلی تھی۔ یوقنا شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا تھا۔ لوسی اب تک قلعہ کی فصیل پر کھڑی جھروکے سے رومیوں کے قتل کا منظر دیکھ رہی تھی۔

اس نے سورج غروب ہوتے دیکھا۔ ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور جس طرف اسے شہزادہ لاون نظر آیا تھا ادھر نظر کی۔

اس کی طرف نظر کرتے ہی لوسی نے شہزادہ لاون کے پاس مریم کو کھڑے دیکھا۔ اس منظر کو دیکھتے

ہی اس کے نازک دل پر ایک تیر سا لگا۔

تمام بدن میں سناٹا چھا گیا۔ اسجرات دماغ کی طرف دوڑنے لگے۔ یہ سب بڑھے ہوئے رشک و رقابت کا نتیجہ تھا۔

وہ نازک مزاج تھی۔ اس صدمہ کی تاب نہ لا سکی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سینے کے اندر اچھلنے والے دل کو پکڑ لیا اور نہایت رنج و کرب کے ساتھ واپس لوٹی۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

بے جا رشک

یوحنا کی موت سے رومیوں کو سخت صدمہ ہوا۔ ہر شخص نالہ و فریاد کرنے لگا۔ قلعہ حلب ایک دار الماتم بن گیا۔ عورت مرد، بچے بوڑھے سب غریو و فغاں کرنے لگے۔ سب یوحنا کے غم میں سیاہ پوش ہو گئے۔ اس کا جنازہ نہایت احترام کے ساتھ اٹھایا گیا۔ قلعہ حلب کے تمام رومی ننگے سر اور ننگے پیر جنازے کے ساتھ روانہ ہوئے۔

لوسی کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی تھی۔ رشک و رقابت نے اسے صدمہ پہنچایا تھا۔ رقابت کی آگ سے اس کا تمام بدن پھنک رہا تھا۔ وہ اپنے چچا کے مرنے کی خبر سن کر غم سے بے ہوش ہو گئی۔ بڑی دوڑ دھوپ کرنے سے اسے ہوش آیا۔ وہ اپنے مہربان چچا کو یاد کر کے رونے لگی۔ اس کی والدہ نے اسے تسلی دی۔ وہ اٹھی اور جنازے کے ساتھ چلی۔ جب تک یوحنا کو دفن کر کے آئے وہ بدستور روتی رہی۔ ہر چند اس کی والدہ نے دلدہی کی لیکن اس کے آنسو نہ رکے۔

اس کا ریشمی رومال آنسو صاف کرتے کرتے تر ہو گیا۔ زیادہ رونے کی وجہ سے اس کے سر میں درد ہو گیا۔ اس روز اس نے کچھ نہیں کھایا۔ وہ مسہری پہ پڑ گئی اور روتے روتے ہی سو گئی۔ رات بھر اسے خواب میں اس کا پیارا چچا اسے تسلی دیتا ہوا نظر آیا۔

صبح جب وہ اٹھی تو اس نے چاروں طرف دیکھا۔ شاید وہ خواب کو عالمِ بیداری میں چچا سے باتیں کرنا سمجھی تھی اور اسی خیال سے اس نے ادھر ادھر دیکھا تھا لیکن وہاں اس کا غریب چچا کہاں تھا! وہ تو ہزاروں من مٹی کے نیچے آرام کر رہا تھا۔ لوسی کا نازک کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ وہ پھر رونے لگی۔

اس کی ماں علی الصبح اس کے کمرے میں آئی۔ وہ لوسی کو روتے دیکھ کر بے چین ہو گئی۔ اس نے لوسی کے قریب بیٹھ کر اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"میری پیاری بیٹی۔ تو رو رو کر اپنی جان ہلکان نہ کر۔"

لوسی بلک بلک کر رونے لگی۔ اس نے اپنا نازک سر اپنی ماں کی گود میں ڈال دیا اور آہیں بھرنے لگی۔ اس کی ماں نے پیار سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"لوسی۔ یوحنا کے مرنے کا سب ہی کو رنج ہے۔ تیرا باپ رات بھر اسے یاد کر کے روتا رہا۔ میرے بھی سونے کے وقت تک آنسو بند نہیں ہوئے۔ دراصل یوحنا نیک تھا۔ خیرخواہ تھا۔ ہم اسے یاد کر کر کے ساری عمر روتے ہی رہیں گے لیکن اس کا وقت آ گیا تھا۔ اس کی موت اسی طرح لکھی تھی۔ میری آنکھوں کی پتلی۔ دل کو قابو میں کر اور اس طرح نہ رو۔ تیرا رونا ہم کن آنکھوں سے دیکھیں!"

لوسی نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا:

"ہائے میں کیا کروں مجھے صبر نہیں آتا۔ ماں! میرے چچا کو بلا دو۔"

لوسی کی ماں کے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کہا:

"میرے دل کے ٹکڑے۔ اگر ممکن ہوتا تو میں اپنی جان دے کر اسے زندہ کرنے کی کوشش کرتی مگر مرنے والا تو زندہ ہو ہی نہیں سکتا۔ میں کیسے تیرے چچا کو بلا دوں؟"

لوسی: ماں۔ کاش میں مر جاتی۔ ہائے یہ غم کیسے برداشت ہو گا۔

ماں: بیٹی رمرنے سے مردے کی روح کو اذیت ہوتی ہے۔ تو رو رو کر یوحنا کی روح کو بے چین کر رہی ہے۔ آنسوؤں کو روک۔ دل کو قابو میں کر اور سیاہ پوش ہو کر اپنے چچا کی تربت پہ جا۔ اس کی قبر دیکھ کر تجھے ضرور تسکین ہو گی۔ میری بچی اٹھ۔

لوسی اٹھ بیٹھی۔ رومال سے آنکھیں صاف کیں۔ اس کی ماں نے ایک خادمہ کو بلایا۔ وہ آئی تو اس نے اس سے لوسی کی سیاہ پوشاک لانے کو کہا۔ تھوڑی ہی دیر میں خادمہ لوسی کی سیاہ پوشاک لے آئی۔

لوسی کی آنکھوں میں اب بھی آنسو تھے۔ اس کی والدہ نے کہا:

"بیٹی۔ یہ کپڑے بدل لے۔"

لوسی نے خادمہ کی مدد سے سیاہ کپڑے بدل لیے۔ اگرچہ وہ غمگین تھی حزیں تھی۔ رنج و غم نے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

اس کے چہرے کا گلابی رنگ اڑا دیا تھا لیکن اس سیاہ پوش نے اس کے حسن کو دوبالا کر دیا تھا
اس کا غمزدہ چہرہ بہت ہی بھلا معلوم ہونے لگا۔

اس کی والدہ نے اس کی پیشانی کا بوسہ لے کر کہا:

"بیٹی جاؤ۔ کچھ دیر باغ کی سیر بھی کرنا طبیعت درست ہو جائے گی"۔

لوسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ اپنے کمرے سے باہر نکل آئی اور آہستہ آہستہ چل کر محلسرا سے نکلی۔ وہ ویسے ہی نازک تھی۔ رنج و غم نے اسے اور بھی نازک بنا دیا تھا۔ چلنے میں اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے لیکن وہ سنبھل سنبھل کر آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

کنیسہ کچھ دور نہ تھا لیکن نازک اندام و مغموم لوسی نے یہ فاصلہ بھی بہت زیادہ عرصہ میں طے کیا۔ خدا خدا کر کے وہ کنیسہ کے باغیچے میں داخل ہوئی۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا کیونکہ وہ اپنے پیارے چچا کی قبر دیکھنے والی تھی۔

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بڑھتی رہی یہاں تک کہ وہ باغیچہ کے وسط میں آ پہنچی اور داہنی طرف گھوم کر سامنے والی روش پر چل پڑی۔

ابھی وہ روش پر تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ اس کی نظر سامنے پڑی۔ قریب ہی یوحنا کی قبر تھی۔ قبر کے قریب شہزادہ لاون کھڑا تھا۔ اس طرف اس کی پشت تھی۔

لوسی، شہزاد سے کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اس نے ایک گہرا ٹھنڈا سانس بھرا۔ اس کے دل پر تلاطم پیدا ہو گیا۔ اس نے آہستہ سے کہا:

"جفا شعار۔ کاش تو باوفا ہوتا"۔

لوسی کا خیال تھا کہ شہزادہ واپس لوٹ کر اس طرف ہی کو آئے گا اور وہ شہزادے کے سامنے ہونا نہ چاہتی تھی اس لیے وہ انگور کی بیل کے پیچھے چل گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے جھانک کر دیکھا شہزادہ سامنے کی روش پر جا رہا تھا۔ وہ روش پر آئی اور آہستہ آہستہ چل کر یوحنا کی تربت پہ آن پہنچی۔

یوحنا کی قبر دیکھتے ہی اس کا دل تڑپ گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے قبر کو بوسہ دیا اور زار و قطار رونے لگی۔

یوحنا کی قبر پر پھولوں کی چادر پڑی تھی اور کثرت سے پھول ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے

لوسی مشرق کی طرف بیٹھ گئی اور روتے ہوئے آہستہ آہستہ کہنے لگی:

"اچھے چچا۔ تم آرام سے سو رہے ہو۔ تمہاری پیاری بھتیجی غم میں مبتلا ہے۔ ہر وقت روتی رہتی ہے۔ تم مجھے روتا دیکھ کر بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ میری دلدہی کرتے تھے لیکن اب کیوں میری تسلی نہیں کرتے؟ کیوں مجھے رونے سے نہیں روکتے؟ چچا مجھے بھی اپنے پاس بلا لو۔ میں یوں کب تک روتی رہوں؟"

معصوم لوسی آنسوؤں کے دریا بہا رہی تھی۔ کوئی ایسا نہ تھا جو اس بے چاری کی دلدہی کرتا۔ وہ دو غموں میں مبتلا تھی۔ ایک پیارے چچا کی موت کا صدمہ۔ دوسرا رشک و رقابت کا رنج۔ وہ بہت دیر تک روتی رہی۔

جب زیادہ رونے سے اس کے دل کا غبار دھل گیا تو اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر رومال سے آنکھوں کو صاف کیا۔ اٹھ کر قبر کو پھر بوسہ دیا۔ اپنے چچا کی دعا والی وصیت یاد آئی تو اس نے کہا:

"خدایا میرے چچا کو بہشت میں داخل کرنا"۔

اس نے انگور کی بیل کے پاس سے کچھ پھول توڑ لیے اور قبر پر ڈالے۔ اسے پتھر کے قریب کچھ پھول تازہ معلوم ہوئے۔ اس نے ان پھولوں کو اٹھا لیا۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ پھول شہزادہ لاون نے چڑھائے ہیں۔ دل نے کہا:

"ان پھولوں کو لے چل"۔

لیکن ــــ فوراً رشک و رقابت کا کانٹا اس کے دل میں لگا۔ وہ اچھل پڑی۔ اس نے جلدی سے ان پھولوں کو پھینک دیا اور آہستہ سے کہا:

"یہ پھول سانپ سے کم نہیں۔ مریم ہی کو یہ پھول مبارک ہوں۔ میں ان کو اپنے چچا کی قبر پر بھی نہ رہنے دوں گی"۔

لوسی جلدی سے پھول پھینک کر واپس لوٹی اور خراماں خراماں چل پڑی۔ جب وہ کنیسہ کے پاس آئی تو اسے خیال ہوا کہ کنیسہ کے اندر قربان گاہ کے قریب والی الماری میں یوحنا مرحوم نے کچھ کاغذات رکھے ہیں جو اس کے متعلق ہیں۔

اس نے چابی کو دیکھا۔ وہ اس کے گچھے میں موجود تھی۔ وہ کلیسا میں داخل ہوئی اور قربان گاہ کے قریب پہنچ کر الماری کو کھولا۔

الماری میں متعدد کتابیں تھیں۔ ایک طرف کاغذات سرخ فیتے میں بندھے ہوئے رکھے تھے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

اس نے ان کو اٹھالیا اور الماری کا تالا لگا کر واپس لوٹی۔

آہستہ روی سے چل کر وہ مجلس میں داخل ہوئی اور سیدھی اپنے کمرے میں پہنچی۔ اسے تھکان ہو گئی تھی۔ وہ مسہری پر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے قیمتہ کھول کر کاغذات نکالے۔

یہ کل تین کاغذ تھے۔

ایک بڑا نقشہ تھا جس پر پہاڑ وغیرہ دکھائے گئے تھے۔ کہیں کہیں صرف نقطے ہی لگے ہوئے تھے۔

دوسرا ایک خط تھا جس میں لکھا تھا:

"بیٹی لوسی!

تو غمگین ہے۔ میں تیرے غم کی وجہ جانتا ہوں۔ تو شرم کی وجہ سے چپ ہے۔ یہ تیری سعادت مندی ہے۔ تجھے شہزادہ لاؤں سے محبت ہے۔ شہزادہ تیرے قابل ہے۔ میرے مقدر میں تیری شادی میں شریک ہونا نہیں لکھا۔ میری دعا ہے کہ خدا تجھے ہمیشہ خوش رکھے۔

بیٹی! شادی کے وقت تیرے دوست تجھے تحفے دیں گے۔ میں غریب راہب ہوں۔ میرے پاس تجھے دینے کے لیے کوئی تحفہ نہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ شہر حلب کے قریب ایک گہرا غار ہے۔ اس غار کے داہنی طرف بڑے بڑے تین پتھر اوپر تلے پڑے ہوئے ہیں۔ تو ہمت کر کے اس غار میں اتر جانا۔ غار بالکل صاف اور ہموار ہے۔ اس کے انتہائی سرے پر بالکل اندھیرا ہے۔ تو اپنے ہمراہ مشعل لے جانا اور غار کے آخری سرے پر پہنچ کر اسے روشن کرنا۔ غار کے داہنی طرف پتھر سے ڈھکا ہوا ایک راستہ ملے گا جس کے نیچے کی طرف ایک خلا ہے جس سے آری دوسری طرف جاتا ہے۔ تو بے خوف ہو کر خلا سے گزر کر اس طرف چلی جانا۔ وہاں بھی اندھیرا ہوگا۔ مشعل کی روشنی میں وہ جگہ ایک مستطیل کمرہ معلوم ہوگی۔ اس کمرہ کے داہنی طرف گھوم کر ایک پہلے ہی جیسا پتھر سے ڈھکا ہوا راستہ اور ملے گا۔ اس کے برابر آدمی کے نکل جانے کے قابل سوراخ ہے۔ تو اس سوراخ سے گزر جانا۔ اس جگہ تجھے سرسبز بیلوں سے

ڈھکا ہوا راستہ ملے گا۔ اس راستے کو عبور کر کے کھلا میدان ہے۔ اس میدان کا نقشہ اس خط کے ساتھ ہے۔

اس نقشے میں جس جگہ نقطے لگے ہوئے ہیں اس جگہ کو کھودنا۔ جو تیری قسمت کا ہے تجھے مل جائے گا لیکن نقشہ کو احتیاط سے رکھنا۔ اس کے کھو جانے پر تجھے سوائے افسوس کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

دوسرا بند لفافہ شادی ہونے کے بعد کھولنا۔ بیٹی۔ میری دعا ہے کہ تو خوش رہے۔ تیری ہر آرزو پوری ہو۔ میں آج تجھ سے جدا ہوں لیکن میری روح تجھے خوش دیکھنا چاہتی ہے۔ کبھی کبھی فرصت کے وقت میری قبر پر آنا اور پھول چڑھا دیا کرنا۔

بیٹی! آج میں دعا کا محتاج ہوں۔ میرے لیے دعائے خیر کرتی رہنا۔

تجھ سے دعا کا طالب: تیرا چچا

لوسی"

لوسی اس خط کو پڑھ کر منتخب ہوئی۔ اسے چچا کی محبت یاد آ گئی۔ غم پھر تازہ ہو گیا۔ اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کہا:

"چچا۔ تمہیں مرتے وقت بھی میرا ہی خیال رہا۔"

اب اس نے آنسوؤں کو صاف کیا۔ اس کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ تیسرا لفافہ بھی کھول کر اسی وقت دیکھ لے لیکن اس نے مناسب نہ سمجھا اور اپنے بڑھے ہوئے شوق کو مشکل سے قابو میں کیا۔ پھر اس نے بدستور ان کاغذات کو سرخ فیتے میں باندھ دیا اور اٹھ کر الماری میں رکھ کر تالا لگا دیا۔

اب دوپہر ہو رہی تھی۔ آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ لوسی کی والدہ اس کے کمرے میں آئی۔ اس کے پیچھے ایک خادمہ کھانا لیے ہوئے تھی۔ والدہ نے کہا:

"بیٹی لوسی۔ کھانا کھالے۔"

لوسی: اچھی ماں۔ مجھے بالکل بھوک نہیں ہے۔

ماں: نہیں بیٹی۔ کھالے، دیکھ میں نے بھی اب تک کچھ نہیں کھایا۔

لوسی: ماں۔ میں کس قدر بد قسمت ہوں کہ تم بھی میری وجہ سے تکلیف اٹھا رہی ہو۔ اگرچہ مجھے

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

بھوک نہیں لیکن میں تمہارے ساتھ کھاؤں گی۔

خادمہ نے کھانا چُن دیا۔ لوسی اور اس کی والدہ نے کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر لوسی کی والدہ نے کہا:

"بیٹی۔ اب تھوڑی دیر آرام کر لے"۔

لوسی کی ماں اور خادمہ دونوں چلی گئیں۔ لوسی مسہری پر لیٹ گئی۔ لیٹتے ہی اسے شہزادہ لاون کا خیال آیا۔ اس نے کوشش کر کے اس خیال کو دور بھگانا چاہا مگر کسی طرح شہزادے کے تصور سے پیچھا نہ چھوٹا۔ اس نے جھنجھلا کر کہا:

"کم بخت دل اس بے وفا کو کیوں یاد کرتا ہے! اسے مریم سے محبت ہے۔ وہ میری پرواہ نہیں کرتا۔ پھر تو کیوں اس ستم پیشہ کو یاد کیے جاتا ہے۔ بے وقوف دل! مارِ آستین دل! میں خود ستم رسیدہ ہوں تو کیوں اور مجھ پر ستم کرتا ہے۔ ظالم مجھے بے چین نہ کر"۔

لوسی نے دوسری طرف کروٹ لے لی لیکن شہزادے کے تصور نے اس طرف بھی چین نہ لینے دیا۔ اس نے آنکھیں کھول لیں مگر جو تصور ایک دفعہ جم گیا تھا وہ کس طرح دور ہوتا؟

لوسی بہت کچھ بن بن کے پڑی مگر خیالِ یار نے اسے چین نہ لینے دیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ خاموش ہو کر کچھ غور کرنے لگی۔

اس طرح بیٹھے بیٹھے پانچ بج گئے۔ اس وقت وہ چونکی۔ اس نے دیکھا کہ آفتاب غروب ہونے میں صرف ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے۔ اسے اس وقت بھی اپنے چچا کی قبر پر جانا تھا۔ وہ اٹھی اور آہستہ آہستہ کمرے سے نکل کر محلسرا سے باہر آئی۔

آفتاب مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ دھوپ میں زردی آ چکی تھی۔ لوسی کلیسا والے باغ میں پہنچی۔ جب وہ یوحنا کی قبر کے قریب آئی تو اس نے شہزادہ لاون اور مریم کو قبر پر کھڑے دیکھا۔ مریم شہزادے کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

لوسی کا دل جل اٹھا۔ اس کے سارے بدن میں آگ سی لگ گئی۔ وہ الٹے پاؤں واپس ہوئی اور جس قدر جلد جلد اس سے چلا جا سکتا تھا، چل کر وہ محلسرا میں آئی اور سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی وہ مسہری پر جا پڑی۔

لوسی کو غم و رنج نے پہلے ہی ہلکان کر دیا تھا۔ اب اس میں کوئی اور صدمہ برداشت کرنے کی قوت نہ رہی تھی۔ وہ اس وقت شہزادہ لاون اور مریم کو ایک جگہ کھڑے دیکھ کر رشک کے صدمہ کو

برداشت نہ کر سکی۔ مسہری پر گرتے ہی اسے بخار ہو گیا۔

اس کا سارا بدن جلنے لگا۔ رخسار سے تمتما گئے۔ کچھ غم و صدمہ اور کچھ بخار کی شدت سے لوسی بے ہوش ہو گئی۔

دن چھپنے کے قریب جب ایک خادمہ اس کے کمرے میں روشنی کرنے آئی تو لوسی کو خلافِ وقت اس طرح پڑا ہوا دیکھ کر متعجب ہوئی۔ اس نے قریب جا کر آہستہ سے آواز دی:

"پیاری شہزادی!"

لوسی بے ہوش پڑی تھی وہ کیسے جواب دیتی۔ خادمہ نے جھک کر دیکھا۔ وہ سمجھ گئی کہ شہزادی پر غشی طاری ہے۔ اس نے ہاتھ رکھ کر اس کے بدن کو دیکھا جو پھُنک رہا تھا۔ وہ جلدی سے کمرے میں روشنی کر کے اس کی والدہ کے کمرے میں پہنچی اور نہایت ہی گھبرائے ہوئے لہجے میں لوسی کی بے ہوشی کی خبر سنائی۔

لوسی کی والدہ بے چین ہو گئی۔ وہ دوڑ کر بیٹی کے کمرے میں آئی۔ اس نے لوسی کو بے ہوش دیکھا۔ محبت نے جوش مارا اور اس نے کہا:

"ہائے میری بچی! ارے یہ تجھے کیا ہوا بیٹی لوسی۔ آنکھیں تو کھول میری قرۃ العین! تو کب سے بے ہوش پڑی ہے۔ ارے کوئی حبیب کو بلاؤ"۔

خادمہ دوڑ کر باہر گئی اور ساری محلسرا میں لوسی کی بے ہوشی کی خبر مشہور ہو گئی۔ یوقنا لپک کر لوسی کے کمرے میں آیا۔ اس نے دیکھا لوسی بے ہوش پڑی ہے اور اس کی ماں اس کے پاس بیٹھی رو رہی ہے۔

یوقنا نے لوسی کا ہاتھ دیکھا اور کہا:

"اُف کس قدر تیز بخار ہے۔ پیاری زیتون (لوسی کی ماں کا نام) گھبراؤ نہیں۔ اسے ابھی ہوش آ جائے گا"۔

زیتون نے روتے ہوئے کہا:

"خدا کے لیے جلد کوئی تدبیر کرو"۔

اب طبیب آ گیا تھا۔ یوقنا ایک طرف ہٹ گیا۔ طبیب نے نبض دیکھی اور کہا:

"کسی موذی صدمہ سے شہزادی کی یہ کیفیت ہو گئی ہے۔ اسے بخار کب سے ہے؟"

زیتون: صبح تو اچھی تھی۔ بخار ابھی ہوا ہو گا۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

طبیب نے لوسی کو ہوش میں لانے کی تدبیر شروع کی۔ تھوڑی دیر میں اسے ہوش آ گیا اور اس نے اپنی بڑی بڑی مستانہ آنکھیں کھول دیں۔

زیتون نے اس کی جلتی ہوئی پیشانی کا بوسہ لے کر کہا:

"میری بیٹی۔ تجھے کیا ہو گیا تھا؟"

لوسی نے حسرت بھری نظروں سے اپنی والدہ کو دیکھا۔ ڈاکٹر نے اشارے سے زیتون کو بات کرنے سے منع کیا۔ لوسی پھر غافل ہو گئی۔

طبیب نے کہا:

"اب کوئی اندیشہ نہیں۔ بخار تیز ہے۔ اس وقت بخار کی وجہ سے غفلت ہو گئی ہے۔ اب اسے ہوشیار کرنے کی کوشش نہ کیجیے۔"

زیتون نے آنسو بھری آنکھوں سے ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے کہا:

"ڈاکٹر صاحب! میری لوسی کو اچھا کرنے کی کوشش کیجیے۔ اس کو اس کے چچا کے مرنے کا بہت صدمہ ہے۔ اس کی تندرستی پہ میری زندگی کا مدار ہے"۔

ڈاکٹر: گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ اچھی ہو جائیں گی۔ صبح تک ان کی غفلت دور ہو جائے گی۔ رات بھر ان کی نگرانی کی ضرورت ہے لیکن کمرے میں زیادہ آدمی نہ رہنے دیں۔ میں رات کو کئی مرتبہ حاضر ہو کر دیکھوں گا۔

ڈاکٹر چلا گیا۔ لوسی غفلت میں تھی۔ اس کے سرہانے ایک طرف زیتون اور دوسری طرف یوقنا بیٹھ گیا۔ زیتون نے کہا:

"ہائے اسے تو بالکل ہوش نہیں۔ یہ کیسے اچھی ہو گی"۔

یوقنا: گھبراؤ نہیں۔ خدا فضل کرے گا۔ بخار ٹوٹتے ہی اس کی غفلت دور ہو جائے گی۔

لوسی کو بخار بہت تیز تھا۔ اس کا سارا بدن جل رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ اچھل پڑتی۔ رات بھر یوقنا اور زیتون بیٹھے اس کی نگرانی کرتے رہے۔ ڈاکٹر بھی کئی مرتبہ دیکھنے آیا۔

محلسرا میں سب رات بھر جاگتے رہے۔ لوسی سے سب کو محبت تھی۔ سب اس کے اچھا ہونے کی دعا مانگ رہے تھے۔

خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ لوسی کا بخار ہلکا ہوا۔ اس کی غفلت دور ہوئی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں چونکہ ڈاکٹر نے سب کو گفتگو سے منع کر رکھا تھا اس لیے سب خاموش تھے۔

جب لوسی کی غفلت دور ہوئی۔ اسے ہوش آیا۔ تو اس نے اپنے حواس درست کیے۔ یوقنا اور زیتون اس کے پاس بیٹھے تھے۔ لوسی نے کہا:

"ہاں۔۔۔۔۔"

وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن بڑھے ہوئے ضعف نے اجازت نہ دی۔

زیتون نے اس کو پیار کرتے ہوئے کہا:

"میری بیٹی۔ میری نورِ نظر"۔

لوسی: ہائے میرا دم گھبرا رہا ہے۔

یوقنا: کہیں درد تو نہیں۔

لوسی: نہیں۔

ڈاکٹر نے آ کر دوا پلائی۔ چونکہ یوقنا اور زیتون دونوں رات بھر جاگتے رہے تھے اس لیے وہ آرام کرنے چلے گئے۔ خواصیں اور کنیزیں لوسی کی خدمت کو رہ گئیں۔ اب اس عورتوں اور مرد آ رہے تھے۔

لوسی کو افاقہ ہو گیا تھا۔ بخار بہت کم رہ گیا تھا اور کبھی کبھی عیادت کرنے والوں کا شکریہ بھی ادا کر لیتی تھی۔ یہ عجیب بات تھی کہ اس وقت بھی اس کا حسن نہایت دلفریب تھا۔ سیاہ پوشاک اس کو بہت ہی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

اراکینِ سلطنت میں کوئی ایسا نہیں رہا جو اسے دیکھنے نہ آیا ہو لیکن نہ آیا تو وہ ستم پیشہ جس کی محبت نے اس کا یہ حال کر دیا تھا۔

دوپہر تک لوسی کی طبیعت بہت درست ہو گئی تھی۔ وہ اچھی باتیں کرنے لگی تھی۔ اس وقت وہ اپنے کمرے میں تنہا تھی۔ شہزادہ لاون کے تکلیف دہ خیال نے اسے پھر ستانا شروع کر دیا تھا۔ وہ اس کے خیال سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی کہ دروازہ کھلا اور مریم کمرے میں داخل ہوئی۔

لوسی نے مریم کو دیکھا۔ اسے غصہ آیا۔ فرطِ غضب سے اس کا بدن کانپنے لگا۔ اس کی متانہ آنکھوں میں خفیف سی سرخی جھلکنے لگی۔ اس نے کروٹ بدل لی۔

مریم نے قریب آ کر کہا:

"میری حضور۔ میری سرکار"۔

لوسی کو اس وقت غصہ آ رہا تھا۔ وہ کیوں بولنے لگی۔ رشک نے اس کے کانوں میں کچھ ادا رہی

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

منتر پھونک رکھا تھا۔ وہ خاموش پڑی رہی۔

مریم کرکلس سپہ سالار کی بھتیجی تھی۔ عہد طفلی ہی میں اس کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ کرکلس نے اسے اپنی لڑکی ہی کی طرح پرورش کیا تھا۔ وہ اچھے خاندان کی لڑکی تھی۔ تعلیم یافتہ خوبصورت تھی۔ اس کی دانشمندی کا بھی شہرہ تھا۔ سب اسے وقار اور محبت کی نظر سے دیکھتے لوسی اور مریم میں بھی بہت زیادہ محبت تھی لیکن رشک نے اس کی محبت کا قریب قریب خاتمہ کر دیا تھا۔

مریم، لوسی کے سرہانے بیٹھ گئی۔ اس نے لوسی کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

"میری حضور۔ مزاج کیسا ہے؟"

لوسی کو ایسا معلوم ہوا کہ اس کا ہاتھ کسی اژدہے کے منہ میں جا پڑا ہو۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔ مریم نے کہا:

"کیا مجھ سے خفا ہو؟"

لوسی اب بھی خاموش رہی۔ مریم نے کہا:

"آخر میرا قصور کیا ہے؟ مجھ سے کیوں ناراض ہو؟"

لوسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ مریم کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ ایک خادمہ کمرے میں آئی اور اس نے مریم سے کہا:

"حضور کو ملکہ صاحبہ یاد کر رہی ہیں۔"

مریم: کیا مجھے؟

خادمہ: ہاں۔ حضور ہی کو۔

مریم: چلو۔ آتی ہوں۔

خادمہ: کوئی ضروری بات ہے۔ ابھی تشریف لے چلیے۔

مریم نے لوسی سے مخاطب ہو کر کہا:

"میں ابھی آ کر حضور سے اس خفگی کا سبب معلوم کر دں گی۔"

مریم چلی گئی۔ خادمہ بھی اس کے پیچھے روانہ ہوئی۔ لوسی نے مریم کو جاتے ہوئے دیکھا اور آہستہ سے کہا:

"خوبصورت ناگن۔ تو نے مجھے ڈسا ہے۔"

لوسی نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور خاموش ہو گئی۔ اب اسے پھر شہزادہ لاون کا خیال ستانے لگا۔ اس نے کہا:

"سب مجھے دیکھنے آئے لیکن وہی بے وفا نہیں آیا ——"

ابھی اس کا یہ فقرہ ختم ہی ہوا تھا کہ کمرے کے دروازے پر پڑا ہوا پردہ اٹھا اور شہزادہ لاون کمرے میں داخل ہوا۔

لوسی نے حیرت اور محبت کے ساتھ ساتھ غصہ کی نظر سے شہزادے کو دیکھا۔ شہزادے نے سلام کیا۔ اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ شہزادہ اس کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور بولا:

"پیاری لوسی ——!"

لوسی خاموش رہی۔ شہزادے نے پھر کہا:

"کیا مجھ سے خفا ہو؟ لیکن کیوں؟"

لوسی اب بھی چپ رہی۔ شہزادے نے پھر کہا:

"کیا بولنے کی قسم کھا لی ہے۔ اس قدر بیدردی تو مناسب نہیں۔"

شہزادے کو دیکھتے ہی لوسی کا سارا غصہ جاتا رہا تھا۔ دل بھی اس سے باتیں کرنے کو چاہتا تھا لیکن رقابت کے رشک کی جلن منع کرتی تھی۔ شہزادے نے کہا:

"اب ہم اس قابل ہو گئے کہ ہم سے بات بھی نہ کی جائے۔"

شہزادے نے یہ فقرہ کچھ ایسی عاجزی سے کہا کہ لوسی کو رحم آ گیا۔ اس نے اپنا چاند سا چہرہ شہزادے کی طرف کر کے کہا:

"کیا کہتے ہو؟"

لاون: اب کیسی طبیعت ہے؟

لوسی: تمہاری بلا سے۔

لاون: اس قدر خفگی کیوں ہے؟

لوسی: اپنے دل سے پوچھو۔

لاون: میرا دل خود حیران ہے۔

لوسی: پھر میں کیا بتاؤں۔

لاون: کیا میں نے کوئی قصور کیا ہے؟

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

لوسی: خدا نہ کرے کہ تم کوئی قصور کرو۔

لاون: واللہ مجھے معلوم نہیں۔ اگر کوئی نادانستگی میں ہو گیا ہو تو بتا دو۔

لوسی: ایسے ہی ننھے ہو۔ تمہیں آج میرے پاس آنے کی فرصت کیسے مل گئی؟

لاون: میں کیوں نہ آتا۔

لوسی: تمہیں مریم نے یہاں آنے کی اجازت دیدی؟

اب لاون نے متعجب ہو کر لوسی کو دیکھا۔ اسے خفگی کی وجہ معلوم ہو گئی۔ اس نے کہا:

"پیاری لوسی۔ مجھے قسم دے لو جو میں نے مریم سے بات کی ہو۔"

لوسی: جی بجا ہے۔ قلعہ کی فصیل پر مریم کے ساتھ اس روز کون کھڑا تھا کل چھپا یوحنا کی قبر پر مریم کا ہمراہ کون تھا؟

لاون: بے شک ان دونوں موقعوں پر مریم میرے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی لیکن میں نے اس سے کلام نہیں کیا۔

لوسی: بے شک۔ جو کچھ تم کہو درست ہے۔

لاون: خدا کی قسم میں سچ کہہ رہا ہوں۔

لوسی: قسم کھا کر گنہگار نہ ہو۔

لاون: اب تمہیں کیسے یقین آئے۔

لوسی: یقین آنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

لاون: پیاری۔ تم بلا وجہ خفا ہو۔

لوسی: میری خفگی سے کیا ہوتا ہے۔

لاون: میری جان تمہاری خفگی کی نذر ہو گئی۔

لوسی: یہ کیوں نہیں کہتے کہ مریم ناراض ہو گئی ہے۔ جان اس کے پیچھے دبی ہے اور الزام مجھ پر لگایا جا رہا ہے۔

لاون: پیاری شہزادی! خدا کی قسم مجھے مریم سے کوئی مطلب نہیں۔ میں تمہارا دلدادہ ہوں اور تم پر ہی جان دوں گا۔

لوسی: جب مریم تم سے خفا ہو گئی پھر اس سے مطلب ہی کیا رہا لیکن تم اپنی جان نہ دو۔ میں اسے سمجھا دوں گی۔ وہ تم سے ناراض نہ رہے۔

لاون: میں حیران ہوں کہ کس طرح تمہیں یقین دلاؤں کہ مریم سے نہ میرا کبھی کوئی واسطہ تھا اور نہ اب ہے۔

لوسی: اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

لاون: میری طرف سے تمہارا دل کس طرح صاف ہو۔

لوسی: فضول باتوں سے کیا مطلب۔ صاف کیوں نہیں کہتے کہ میں مریم سے تمہاری سفارش کر دوں۔

لاون: پیاری شہزادی۔ کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟

لوسی: محبت میں جھوٹ بولنے کی بھی عادت ہو جاتی ہے۔

لاون: انتہا ہو گئی۔ اب سوائے جان دینے کے کوئی چارہ نہیں۔

لوسی: لیکن اگر مریم ناخوش نہ رہی تو پھر جان دینے کی کیا ضرورت!

لاون: پیاری لوسی۔ اور تم چاہے جو کچھ کہو لیکن مجھ پر غیر کی محبت کا الزام نہ لگاؤ۔ اس سے مجھے صدمہ ہوتا ہے۔

لوسی: کاش ایسا ہی ہوتا۔

لاون: بالکل ایسا ہی ہے۔

لوسی: لیکن ہر وقت مریم کے ساتھ رہنے کے کیا معنی ہیں؟

لاون: آپ سنیں تو میں عرض کروں۔

لوسی: کوئی قصہ گھڑ لیا ہو گا۔

لاون: اسی وقت خدا مجھے غارت کر دے اگر میں ذرا بھی جھوٹ بولوں۔

لوسی: فرمائیے!

لاون سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا:

"شہزادی! میں خدا کی قسم کھا کر سچ کہتا ہوں کہ مجھے نہ مریم سے محبت ہے اور نہ میں پہلے سے اسے جانتا تھا۔ عید صلیب کے روز کرکلس کے ساتھ وہ میرے پاس آئی۔ کرکلس نے مجھے بتایا کہ وہ اس کی بھتیجی ہے۔ دوران گفتگو مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ تمہاری سہیلی ہے۔ مجھے تم سے محبت تھی۔ میں ایسے شخص کی تلاش میں تھا جس کا تعلق تم سے ہو۔ میں اس وقت خوش ہوا لیکن کیا خبر تھی کہ یہ خوشی ہی میرے غموں کا باعث ہو گی۔

مریم مجھ سے ملی۔ اس نے مجھے تمہارے باغ میں چلنے کی ترغیب دی۔ میں گیا۔ تم سے ملا۔ تم نے

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

مجھے مریم سے گفتگو نہ کرنے کی ہدایت کی۔ میں نے پورے طور پر تمہارے حکم کی تعمیل کی۔ وہ کئی
میرے پاس آئی۔ میں منہ لپیٹ کر پڑا رہا۔ وہ چلی گئی۔

اس روز فصیل پر وہ میرے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ تم نے اسے میرے پاس کھڑے ہوئے
میں اسی وقت کھٹک گیا تھا۔ وہی کھٹکا میرے سامنے آ گیا۔ تم مجھ سے خفا ہو گئیں۔ کل جب
تمہارے چچا کی قبر کے پاس کھڑا تھا وہ بھی میرے قریب آ کر کھڑی ہو گئی لیکن قسم لے لو
اسے دیکھا بھی نہیں۔

لوسی: تو گویا مریم تمہیں چاہتی ہے۔

لاون: بالکل نہیں۔ وہ جب آئی اس نے تمہارا تذکرہ کیا۔ مجھے ظالم اور بے درد کہا۔ اس کی گفتگو
ماحصل یہ تھا کہ میں تم سے لاپرواہی کر رہا ہوں۔ اس پر وہ مجھے سرزنش کرتی تھی لیکن میں
تمہارے خوف کی وجہ سے بات نہ کر سکتا تھا۔

اب پردہ اٹھ گیا تھا۔ لوسی کو صداقت معلوم ہو گئی۔ اس کا غصہ فرو ہو گیا۔ شہزادہ لاون نے کہا:
"پیاری لوسی۔ اگر میں نے اس میں ذرا بھی غلط کہا ہو تو خدا کا غضب مجھ پہ نازل ہو۔ حضرت مریم
مجھ سے ناراض رہیں!"

لوسی نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:
"شہزادے ....." وہ کچھ اور نہ کہہ سکی۔

لاون اس کے قریب مسہری پر جا بیٹھا۔ اس نے کہا:
"پیاری لوسی۔ کیا اب بھی تمہیں مجھ پہ شک ہے۔

لوسی: نہیں۔ اب مجھے شک نہیں رہا۔ شہزادے! میرا یہ حال تمہاری ہی عنایتوں نے کیا۔

لاون: میں سمجھ گیا۔ رشک نے تمہیں بیمار کر ڈالا۔

لوسی: ہاں۔

لاون: پیاری لوسی۔ میں تمہارا ہی رہوں گا۔ خدا کے لیے خود کو ہلکان نہ کرو۔

لوسی: میں نے خود اس مصیبت کو مول لیا۔ نہ میں تمہیں مریم سے گفتگو کرنے کو منع کرتی نہ میری ایسی
خراب حالت ہوتی۔ اب میں تمہیں کسی سے بولنے کو منع نہ کروں گی۔

لاون: پیاری لوسی۔ میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ میں بغیر تمہارے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر اس
وقت تم خوش نہ ہو جاتیں تو میں آج ہی اپنا خاتمہ کر لیتا۔

اب مریم کمرے میں آ گئی تھی۔ اس نے کہا:
"آہا شہزادہ۔ آج یہ چاند کس طرف سے نکلا۔

شہزادے نے مسکرا کر کہا:
"مریم۔ حسن کی ملکہ کی عیادت کے لیے آیا ہوں۔"

مریم: شکر ہے آپ آج مجھ سے بولے۔ شہزادے تم بڑے ظالم ہو۔

لوسی: مریم۔ میں تمہاری گنہ گار ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔

مریم نے تعجب سے لوسی کو دیکھ کر کہا:
"میری شہزادی۔ یہ کیسی معافی ہے۔"

لوسی: مریم۔ میں صاف گو ہوں۔ میں نے شہزادے کو تم سے بولنے سے منع کر دیا تھا۔ یہی میرا قصور ہے
میں تم سے معافی چاہتی ہوں۔

مریم: آہا۔ اب سمجھ میں آیا۔ میں بھی کہوں شہزادہ کس قدر سنگدل ہے۔ پیاری شہزادی! محبت میں
رشک ضرور ہوتا ہے۔ تم قابلِ معافی ہو۔ میں نے معاف کر دیا۔

لوسی نے شکر گزار نظروں سے مریم کو دیکھا۔ مریم نے کہا:
"لیکن شہزادے۔ تم کیوں میری شہزادی سے ناراض تھے؟"

لاون: میری مجال ہے کہ میں ناراض ہو سکوں۔

اب لوسی کی والدہ زیتون کمرے میں آ گئی تھی۔ شہزادے اور مریم نے اسے دیکھا اور فوراً ہی
تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ زیتون نے لوسی کے چہرے پر اس وقت بشاشت دیکھی اور خوش ہو گئی۔
اس نے بڑھ کر اپنی بیٹی کی پیشانی چوم لی۔

لوسی کو ابھی تک بخار تھا۔ اس کی پیشانی گرم تھی۔ زیتون نے کہا:
"بیٹی۔ اب جی کیسا ہے؟"

لوسی: اچھی ہوں۔

مریم (شوخی سے): یہ تو ایک بہانہ تھا۔

لوسی نے مسکرا کر مریم کو دیکھا۔ زیتون اس کو مسکراتا دیکھ کر باغ باغ ہو گئی۔ اسی وقت ڈاکٹر آ
گیا۔ اس نے نبض دیکھی اور متعجب ہو کر کہا:
"خلافِ قیاس اس قدر جلد طبیعت درست ہو گئی!"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

مریم : اور طبیعت خراب کب تھی ؟

ڈاکٹر: تم رات دیکھتیں۔ بہت ہی سخت بخار تھا۔

مریم : ممکن ہے ، اگر مجھے رات خبر ہو جاتی تو رات ہی بخار اتر جاتا۔

لوسی (مسکرا کر) : تم ایسی ہی ہو۔

مریم : اس میں کچھ شک ہے کیا۔ دیکھ لو میرے آتے ہی بخار جاتا رہا۔

ڈاکٹر نے دوا پلا کر کہا :

"اب شہزادی کو آرام کرنے کی ضرورت ہے۔"

شہزادے نے لوسی اور ملکہ کو سلام کیا اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد مریم بھی چلی گئی۔

لوسی نے اطمینان کا سانس لیا اور ڈلائی اوڑھ لی۔ ملکہ زبیتون اسے آرام کرنے کو چھوڑ کر چلی گئی۔

لوسی کا مرض اسی وقت سے گھٹنے لگا اور وہ روبہ صحت نظر آنے لگی۔

○

محاصرہ اور ایک خونی منظر

○

مسلمانوں نے شہر حلب سے باہر قیام کیا تھا۔ انھوں نے مغرب کی نماز پڑھی اور کھانے کے انتظام میں مشغول ہو گئے۔

مجاہدین نے کثرت سے آگ روشن کی اور لشکر کی حفاظت کا معقول انتظام کیا۔ انھوں نے علی الصبح نماز پڑھتے ہی کمر بستہ ہو کر حملہ کرنے کے لیے صفیں آراستہ کیں۔ یوقنا قلعہ کی فصیل پر کھڑا ہوا مسلمانوں کی نقل و حرکت دیکھ رہا تھا۔ اس نے رات کو ہی تمام فوج فصیل کے اوپر متعین کر دی تھی۔ مسلمانوں کو کمر بستہ دیکھ کر وہ بھی تیار ہو گئے۔

حضرت خالدؓ کا لشکر سب سے آگے تھا۔ اس وقت سارے مسلمان پاپیادہ تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ لشکر کے وسط میں تھے۔

اب آفتاب نکل آیا تھا۔ اس کی زرد زرد کرنیں فصیل پر پڑنے لگی تھیں۔ اس وقت مسلمانوں کے لشکر کو حرکت ہوئی۔ وہ قلعہ کی طرف بڑھے۔ قلعہ کی دیواریں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ سرفروش مجاہدین آگے بڑھ رہے تھے۔

ابھی تک رومیوں نے کسی قسم کی حرکت نہیں کی تھی۔ مسلمان ان کی خاموشی سے حیران تھے۔ اسلامی لشکر برابر بڑھ رہا تھا کہ دفعتاً رومیوں نے شور و غل کیا۔ طبلِ جنگ بجا اور مسلمانوں پر فصیل کے اوپر سے پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔

مسلمانوں نے نہایت استقلال سے پتھروں کو روکا لیکن نوکدار پتھر اس کثرت سے آ رہے تھے کہ

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ان کا ڈھالوں پر رُکنا ناممکن تھا۔ بہت سے مسلمان ان پتھروں سے زخمی ہو گئے۔

حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ وہاں پتھروں سے بچ کر قلعہ تک پہنچنے کی تدبیر سوچنے لگے لیکن اس وقت ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ رومیوں کے نوکدار پتھر برابر آ آ کر مسلمانوں کو زخمی کر رہے تھے۔

مسلمان تھے کہ پتھر کی طرح جمے کھڑے تھے۔ وہ پیچھے ہٹنا بزدلی سمجھتے تھے اور آگے بڑھنے میں موت کا سامنا تھا۔ اگرچہ اس جگہ کھڑے ہونے سے بھی مسلمانوں کو بہت کچھ نقصان پہنچ رہا تھا مگر ان کا قدم پیچھے نہ ہٹتا تھا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے دور کھڑے ہوئے صورت حال معلوم کر لی۔ انھوں نے فوراً ایک دستہ کو کسی قدر پیچھے ہٹا کر ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا کر دیا اور ان کو فصیل پر تیر اندازی کا حکم دیا۔ اس دستے نے فوراً تیر اندازی شروع کی لیکن مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ اکثر تیر قلعہ کی بلند دیوار سے ٹکرا جاتے تھے۔ اگرچہ کچھ تیر فصیل تک پہنچے بھی تھے لیکن وہ رومیوں کو کچھ زیادہ نقصان نہ پہنچا سکے تھے۔ حضرت خالدؓ نے بہت کچھ غور و خوض کیا لیکن ان کی سمجھ میں پتھروں سے بچ کر قلعہ تک پہنچنے کی کوئی تدبیر نہ آئی۔

یوقنا ایک برج میں بیٹھا مسلمانوں کے شش و پنج کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اور تیزی سے پتھر برسانے کے احکام جاری کیے۔ رومیوں نے اس کثرت سے پتھر برسائے کہ جیسے آسمان سے اولے گرتے ہیں۔ مسلمان اس وقت مصیبت میں گرفتار تھے۔ ان نوکدار پتھروں نے سینکڑوں مسلمانوں کو زخمی کر دیا تھا۔

قلعہ کی فصیل پر زور زور سے طبل جنگ بج رہا تھا۔ رومیوں کے شور و غل کی آواز کوسوں تک جا رہی تھی۔ پتھر نہایت تیزی اور شدت سے پھینکے جا رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ رومیوں نے کسی پہاڑی کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر اس کے ٹکڑے کر کے سارے قلعہ کو ان پتھروں سے بھر لیا تھا اور ان پتھروں کو سختی سے پھینک پھینک کر مسلمانوں کو فنا کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔

آفتاب بلند ہوتے ہوتے نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ قلعہ کا سایہ گھٹتے گھٹتے قلعہ کی دیواروں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس وقت ابر کے ہلکے ہلکے سفید ٹکڑے آسمان پر پھیلے ہوئے تھے۔ جب یہ بادل کے ٹکڑے سورج کو ڈھک لیتے تھے تو نہایت خوشگوار سماں ہو جاتا تھا۔

رومی بدستور پتھروں کی بارش کر رہے تھے جس سے مسلمان زخمی ہو رہے تھے۔ حضرت خالدؓ نے

ہر چند غور کیا لیکن کوئی تدبیر ذہن میں نہ آئی۔ آخر انھوں نے مسلمانوں کو پھر آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ مسلمان نہایت جوش و خروش سے آگے بڑھے۔ رومیوں نے نہایت شدت سے پتھر برسائے لیکن سرفروش مجاہدین بڑھتے ہی چلے گئے۔

اگرچہ اس جد و جہد میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے لیکن ان کے عزم و استقلال میں کسی طرح کا فرق نہ آیا۔ رومی مسلمانوں کی یلغار کو دیکھ کر ڈر گئے۔ یوقنا نے فوراً سپہ سالار کرکلس کو بلا کر فصیل پر گشت کرنے اور رومیوں کو تیزی سے پتھر پھینکنے کا حکم دیا۔

کرکلس فصیل پر آیا۔ اس نے سپاہیوں کو شدت سے پتھر برسانے کو کہا۔ رومیوں نے نہایت شدت سے پتھر پھینکنے شروع کیے۔ مسلمان ان پتھروں کی تاب نہ لا کر کسی قدر پیچھے ہٹے۔ رومیوں نے زور زور سے طبل بجایا اور مسلمانوں کے پیچھے ہٹنے پر شور و غل کر کے خوشی کا اظہار کیا۔

مسلمان حیران تھے۔ ان کی آگے بڑھنے کی کوشش کارگر نہ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں کثیر التعداد مسلمان لُولے اور لنگڑے ہو گئے تھے مگر وہ پیچھے ہٹ کر بزدلی کا بدنما دھبہ اپنے دامنِ شہرت پر لگانا نہیں چاہتے تھے۔

وقت گزر رہا تھا۔

آفتاب جلد جلد اپنا دورہ پورا کرنے کی فکر میں تھا۔ بادلوں کے موٹے موٹے ٹکڑے آسمان پر محیط ہو گئے تھے۔ ان بادلوں نے سورج کو ڈھک لیا تھا۔ اس لمحے وقت کا پتہ چلنا دشوار تھا مگر قیاس کہتا تھا کہ سورج ڈھل گیا ہے اور ظہر کی نماز کا وقت تنگ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے قریب قریب نصف لشکر کو پیچھے ہٹایا۔ اس لشکر نے جلدی جلدی وضو کیا۔ ایک شخص نے ایک صاف سی جگہ پر کھڑے ہو کر اذان دی۔ اذان ختم ہوتے ہوتے مسلمانوں نے وضو کر لیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے امامت کی۔ نماز شروع ہوئی۔ پہلی رکعت پڑھتے ہی مسلمانوں نے سلام پھیرا اور جلد جلد میدانِ جنگ میں جا پہنچے۔ انھوں نے بقیہ لڑنے والے مسلمانوں کو سجدہ کیا اور خود رومیوں کے پتھروں کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔

میدانِ جنگ سے ہٹنے والا لشکر حیرت انگیز سرعت کے ساتھ وضو کر کے حضرت ابوعبیدہؓ کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے دوسری رکعت میں کوئی لمبی سورت شروع کر دی تھی جس سے میدانِ جنگ سے واپس آنے والے سپاہیوں کو یہ دوسری رکعت مل گئی۔ دوسری رکعت کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے سلام پھیرا۔ دعا مانگی اور اٹھ کر سپاہی جلد جلد میدانِ جنگ میں پہنچ گئے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

رومی حیرت و استعجاب سے مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قلعے کی فصیل کے اوپر سے دیکھ رہے تھے۔ مسلمانوں کی اس عبادت گزاری سے ان پر کچھ ایسی حیرت طاری ہوئی کہ تھوڑی دیر کے لیے ان کا سنگ باری ہلکی پڑ گئی۔

یہ موقع مسلمانوں کے لیے بہت غنیمت تھا کہ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر نہایت جوش سے حملہ کیا۔ رومی نعرے کی آواز سن کر چونک پڑے اور پھر شدت سے پتھر برسانے لگے۔ مسلمان اپنے جوش میں بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ رومی، مسلمانوں کے اس جوش کو دیکھ کر پھر دریائے حیرت میں غرق ہو گئے لیکن اب انھوں نے سنگ باری میں کوتاہی نہ کی۔ وہ سمجھ گئے کہ اگر مسلمانوں کا یہی جوش رہا اور ہماری طرف سے کچھ بھی کمی ہوئی تو مسلمان قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچ جائیں گے اور مسلمانوں کا قلعہ کی دیوار تک پہنچ جانا رومیوں کو تباہ کر دے گا۔ اس لیے رومی سپاہی اس شدت سے پتھر برسانے لگے کہ مسلمانوں کو آگے بڑھنا دشوار ہو گیا۔

مسلمان ٹھہر گئے۔ کچھ دیر اسی جگہ ٹھہرے رہے۔ رومیوں نے اپنی انتہائی قوت سے جلد جلد اور نہایت شدت سے پتھر پھینکے۔ اب مسلمان ان پتھروں کی تاب نہ لا سکے اور مزید پیچھے ہٹے۔ رومیوں نے اور سختی سے پتھر پھینکے۔ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ پسپا ہوئے اور نہایت تیزی سے واپس لوٹے۔ رومیوں نے ان کو واپس جاتے دیکھا تو خوش ہو کر فتح کا نعرہ لگایا۔

یوقنا نے مسلمانوں کو پسپا ہوتے دیکھا تو کرکلس سے کہا:

"فوراً جا کر قلعہ کا دروازہ کھول دو۔ رومیوں سے کہو کہ شکست خوردہ مسلمانوں کا تعاقب کریں"

کرکلس نے کسی قدر پس و پیش کرتے ہوئے کہا:

"لیکن عالی جاہ۔ آفتاب غروب ہو رہا ہے۔ ہمارے سپاہیوں کو قلعہ سے باہر نکلتے نکلتے اندھیرا ہو جائے گا اور اندھیرے میں دوست دشمن کی تمیز مشکل ہے اس لیے تعاقب کرنے میں زیادہ فائدہ نہیں"۔

یوقنا: خیر جانے دو۔ اب مسلمان کبھی قلعہ حلب کا رخ نہ کریں گے۔ وہ بری طرح پسپا ہوئے ہیں انہیں آج تک ایسی شکست کے مقابلے میں ایسی شکست نہ ہوئی تھی۔ میرے بہادر سپاہیوں کو میری طرف سے مبارک باد دو۔ ان سے کہو کہ اب وہ بے خوف ہو کر آرام کریں۔

کرکلس نے اظہارِ اطاعت کے لیے سر جھکایا۔ اس نے یوقنا کو فتح پر مبارک باد دی اور باہر جا کر تمام سپاہیوں تک شاہی حکم پہنچا دیا۔

اب آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ اس وقت اچھی خاصی گھٹا آسمان پر چھا رہی تھی۔ اس کی وجہ سے قبل از وقت اندھیرا ہو گیا تھا۔

مسلمان شکست کھا کر بھاگے جا رہے تھے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے بلند آواز سے کہا:

"مسلمانو! تعجب ہے کہ تم بھاگ رہے ہو۔ کیا خدا کا خوف تمہارے دلوں سے نکل گیا۔ بھاگ کر کیوں گنہ گار بنتے ہو۔ قیامت کے دن خدا کے سامنے پیش ہونا ہے اس وقت خدا کو اس بھاگنے کا کیا جواب دو گے؟"

مسلمانوں نے اپنے سردار کی آواز سنی۔ وہ ٹھہر گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو آواز دے دے کر روکا۔ سب مسلمان ٹھہر گئے۔ جس جگہ رات کو انھوں نے قیام کیا تھا اسی جگہ پہنچے۔ مسلمان آج کی شکست پر نادم تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے نماز پڑھی۔ پھر عام طور پر سب نے کھانے کا بندوبست شروع کیا۔ جن لوگوں کے پاس غلام تھے ان کے غلام کھانے کا انتظام کرنے میں مصروف ہوئے۔ تمام لشکر میں کثرت سے آگ روشن کی گئی۔

آج کسی قدر خنکی تھی۔ اس خنکی کی وجہ سے بھی آگ زیادہ روشن کی گئی تھی۔ کچھ مسلمان مشعلیں لے کر شہیدوں کی لاشوں کو اٹھانے کے لیے میدانِ جنگ میں گئے۔ وہاں پہنچ کر مشعلوں کو روشن کیا اور شہیدوں کو تلاش کرنے لگے۔

قلعہ حلب کی فصیل کی حفاظت کرنے والے رومی میدانِ جنگ میں ہوا سے لہراتی ہوئی مشعل کی روشنی دیکھ دیکھ کر متعجب ہو رہے تھے۔ انہوں نے بہت کچھ اس روشنی کے بارے میں قیاس دوڑایا لیکن انکی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

رات اندھیری تھی۔ فاصلہ زیادہ تھا۔ روشنی کے ساتھ انہیں کبھی کبھی کسی آدمی کا سایہ بھی نظر آ جاتا تھا۔ وہ اس روشنی کے معمے کو حل کرنا چاہتے تھے لیکن وہ کسی طرح حل ہونے ہی میں نہ آتا تھا۔ رفتہ رفتہ رومیوں پر خوف طاری ہوا۔ انھوں نے سونے والے سپاہیوں کو جگا کر یہ تماشہ دکھایا۔ سپاہی آنکھیں مل مل کر دیکھتے تھے۔ صاف طور پر روشنی سامنے نظر آ رہی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں اس روشنی کی خبر سارے لشکر کو ہو گئی۔ رومی حیرت و استعجاب سے میدانِ جنگ میں متحرک روشنی کو دیکھنے لگے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

مسلمانوں نے تلاش کر کر کے تمام شہیدوں کو جمع کیا۔ اس جنگ میں گیارہ مسلمان شہید ہوئے تھے۔ مجاہدین ان کو اٹھا لائے۔ مسلمانوں نے جنازے کی نماز پڑھی اور گہرا گڑھا کھود کر ان سب کو دفن کر دیا۔

رومی اب تک روشنی کے معمہ کو حل کرنے کی فکر میں تھے۔ بوقنا نے بھی ماجرا سن لیا تھا۔ وہ بھی برج پر کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ عقل حیران تھی۔ اس نے سوچا چلو اس روشنی کا حال میدانِ جنگ میں چل کر ہی دریافت کریں۔

کرکلس بھی بوقنا کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے کہا:

"عالی جاہ! اس وقت میدانِ جنگ میں تشریف لے جا کر کیا کیجیے گا۔ صبح سب معلوم ہو جائے گا۔ نہ معلوم کون بلا ہے جو وہاں گشت کر رہی ہے۔ ہم اسے اپنے سر کیوں لیں؟"

بوقنا نے کہا:

"کچھ پروا نہیں۔ اس روشنی کا حال ضرور معلوم کرنا ہے۔ صرف سو سپاہی ہمراہ لے چلنے کافی ہوں گے۔"

کرکلس کی روح اس وقت میدانِ جنگ میں جانے سے کانپ رہی تھی۔ خدا نے اس کی حالت پر رحم کیا۔ اسی وقت ننھی ننھی بوندیں پڑنے لگیں۔

کرکلس نے کہا:

"عالی جاہ! بارش ہونے کو ہے۔ بوندیں پڑنے لگی ہیں۔ اس وقت میدانِ جنگ میں جانے کا ارادہ ملتوی کر دیں تو مناسب ہے۔"

بوقنا: اچھا اس وقت جانے دو لیکن صبح تحقیقات کرنا۔

اب بڑی بڑی بوندیں پڑنے لگیں۔ کالی گھٹا نے رات کو تاریک اور خوفناک بنا دیا تھا۔ مسلمان عشا کی نماز بہت دیر ہوئی پڑھ چکے تھے۔ انہوں نے آگ اور تیز کر دی۔

اب کسی قدر ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلنے لگے تھے جو مسلمان سپاہیوں کے موٹے کرتوں میں سے گزر کر ان کے جسموں کو کپکپا رہے تھے۔

مجاہدین کے پاس اس قدر خیمے نہ تھے جن میں کل مسلمان آرام کر سکتے۔ بہت سے عرب رات کو کھلے میدان میں آگ کے قریب سوتے تھے۔ یہ میدان میں سونے والے مسلمان بوندیں پڑنے پر کمبل اوڑھ اوڑھ کر آگ کے گرد آ بیٹھے۔

لشکر میں سینکڑوں جگہ آگ روشن تھی اور ہر جگہ آگ کے گرد مسلمان گردہ در گردہ کمبل اوڑھے بیٹھے تھے۔

اب ہوا تیز چلنے لگی۔ بوندیں بھی بڑی بڑی پڑنے لگیں۔ عرب چاروں طرف سے کمبل لپیٹ لپیٹ کر بیٹھ گئے مگر ٹھنڈی ہوا کمبلوں میں سے گزر کر انہیں کپکپائے دیتی تھی۔ اگر آگ کی گرمی کا سہارا نہ ہوتا تو عربوں کو رات بسر کرنی دشوار ہو جاتی۔

اب اچھی خاصی بارش ہونے لگی۔ عربوں کے کمبل بھیگ گئے۔ آگ بجھ گئی۔ ہوا اور زور شور سے چلنے لگی۔ وہ سردی سے اکڑے جاتے تھے۔ اس وقت انہیں سردی سے بچنے کے لیے سائے کی ضرورت تھی لیکن وہاں سایہ کہاں تھا؟

اگرچہ رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تھی لیکن حضرت ابوعبیدہؓ جاگ رہے تھے۔ بارش اور ہوا کے طوفان کو دیکھ کر وہ خیمہ سے باہر نکل آئے۔ وہ بھی کمبل میں تھے۔ ہوا کے تھپیڑے کمبل کو اڑائے دیتے تھے اور بارش کے چھینٹے ہر چیز کو بھگو رہے تھے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے غلام کو آواز دی۔ غلام کمبل کو خوب لپیٹے ہوئے حاضر ہوا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کو حکم دیا:

"جو مسلمان خیموں میں سو رہے ہیں، ان سے کہو کہ وہ باہر پڑے ہوئے مسلمانوں کو اپنے خیموں میں جگہ دیں۔"

غلام فوراً چلا گیا۔ اس نے بہت جلد سب جگہ حضرت ابوعبیدہؓ کا حکم پہنچا دیا۔ مسلمان جلد جلد اٹھے اور میدان میں ٹھٹھرتے ہوئے مسلمانوں کو بلا بلا کر اپنے خیموں میں لے آئے۔ اب کوئی شخص کھلے میدان میں باقی نہیں رہا تھا۔

اب بادل کڑک رہا تھا۔ بجلی جلد جلد چمک رہی تھی۔ ہوا نہایت تیزی سے چل رہی تھی۔ بارش بھی زور شور سے ہو رہی تھی۔ گویا بادوباراں کا طوفانِ شدید امنڈ آیا تھا۔ بادل کڑکنے کی دل ہلا دینے والی آواز متواتر آ رہی تھی۔ تیز ہوا خیموں کے پردے اڑا اڑا کر پانی کے چھینٹے اندر پہنچا رہی تھی۔ تاریکی اس بلا کی تھی کہ قریب کی سفید چیز بھی نظر نہ آتی تھی۔ کبھی کبھی بجلی چمک کر آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی۔

خدا خدا کر کے ہوا کا زور کم ہوا۔ بارش بھی ہلکی ہونے لگی۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ، بجلی کا چمکنا بند ہوا۔ رفتہ رفتہ ہوا بالکل بند ہو گئی۔ بارش رک گئی لیکن سردی اور بڑھ گئی۔

بعض عربوں نے خیموں سے نکل نکل کر آسمان کو دیکھا۔ آسمان پر کہیں کہیں ستارے چمکنے لگے تھے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

آسمان دُھل کر صاف ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر میں سپیدۂ سحر نمودار ہوا۔ مؤذن نے اذان دی۔ مسلمان کلمہ پڑھ پڑھ کر اٹھ بیٹھے اور حوائج ضروری سے فارغ ہو کر وضو کر کے نماز پڑھنے لگے۔

نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابوعبیدہؓ اپنے خیمے میں پہنچے۔ چند سردار اُن کے ہمراہ تھے۔ سب فرش پر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"کل ہمیں جنگ میں سخت ناکامی ہوئی۔"

خالدؓ: ناکامی بے شک ہوئی لیکن پتھروں کی بارش میں صبح سے شام تک ٹھہرنا بھی آسان کام نہیں تھا۔ ہمارے سینکڑوں بھائی لنگڑے اور لولے ہو گئے جس کی وجہ سے یہ جنگ مدت تک یادگار رہے گی۔

ابوعبیدہؓ: اگر کوشش کی جائے تو قلعہ تک پہنچنا ممکن تھا۔

خالدؓ: ممکن تو تھا مگر قلعے کی مضبوطی اور بلندی دیکھ کر زیادہ کوشش نہ کی۔

کعبؓ: اس میں شک نہیں قلعہ نہایت مضبوط اور بہت ہی بلند ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کس طرح فتح ہو گا۔

ابوعبیدہؓ: خدا فتح کرائے گا۔ اب ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ کیا کریں! اوّل تو قلعہ تک پہنچنا دشوار ہے اور اگر قلعہ کی دیوار تک پہنچ بھی گئے تو اس کو فتح کرنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔

شیخ یونس: میں نے اکثر ملک شام کی سیر کی ہے۔ بڑی بڑی دشوار گزار گھاٹیوں اور راستوں کو طے کیا ہے۔ قلعے بھی بہت دیکھے ہیں لیکن اس قلعہ سے زیادہ مضبوط قلعہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ اس کا فتح کرنا آسان نہیں ہے۔

میرے خیال میں ہمیں اس قلعے کا محاصرہ جاری رکھنا چاہیے۔ جب ان رومیوں کو کسی قسم کی مدد نہ پہنچے گی اور ان کے کھانے کا ذخیرہ ختم ہو جائے گا تو وہ مجبور ہو کر ہم سے صلح کر لیں گے۔ یہی ایک راستہ ہے۔

ضرارؓ: لیکن سنا ہے یوقنا نے کافی ذخیرہ فراہم کر لیا ہے جو اسے سال بھر تک کافی ہو سکتا ہے۔ اگر ہم سال بھر اس کا محاصرہ کیے پڑے رہے تو خوف ہے ہرقل اعظم ہمارے مقابلے کے لیے کثیر التعداد لشکر جمع کر کے بھیج دے جو ہمارے اور قلعے کے درمیان حائل ہو جائے گا۔ اس وقت ہم اس قلعے کو فتح نہ کر سکیں گے۔

خالدؓ: اگر ہم حملہ کر کے قلعہ کی دیوار تک پہنچ ہی گئے تو فصیل پر کیسے چڑھ سکتے ہیں۔ اس سے تو اس قلعہ کا محاصرہ کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ابوعبیدہؓ: میرے خیال میں بھی محاصرہ کرنا ہی بہتر ہے۔

اب آفتاب کسی قدر اونچا ہو گیا تھا۔ اس کی آڑی ترچھی کرنیں زمین پر پڑنے لگی تھیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر کو کوچ کر کے محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ ابھی تک سردی سے مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں ٹھٹھرے ہوئے تھے لیکن وہ جلد جلد تیار ہو گئے اور لشکر روانہ ہوا۔

○

رومیوں کا خیال تھا کہ مسلمان اب واپس لوٹ جائیں گے لیکن جب انھوں نے مجاہدین کے لشکر کو قلعہ کی طرف آتے دیکھا تو بہت حیران ہوئے۔

مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ رومیوں نے ان کی اس کارروائی کو دیکھا تو ہنسے۔ یوقنا نے کہا:

"ان کو محاصرہ کرنے دو۔ میں انہیں ایسا سبق دوں گا کہ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔"

مسلمانوں نے نہایت سختی سے محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ کسی پرند کو بھی قلعہ تک نہ جانے دیتے تھے۔

دن گزرتے رہے۔

رومی مسلمانوں سے اور مسلمان رومیوں سے بے فکر ہو گئے۔ یہ بے فکری ایسی بڑھی کہ مسلمان بالکل غافل ہو گئے۔

ایک رات کو جبکہ کافی وقت گزر چکا تھا اور مسلمان نہایت بے فکری سے غافل ہو کر سو رہے تھے آگ جو رات بھر جلائی جاتی تھی بعض جگہ پر بجھ چکی تھی۔ لشکر کی حفاظت پر مامور دستہ آہستہ آہستہ جنوب کی طرف آیا۔ اس طرف آگ بالکل سرد ہو گئی تھی اور لوگ غفلت کی نیند سو رہے تھے۔

طلایہ گرد دستہ آگے بڑھ گیا اور جب کچھ دور نکل گیا تو قلعہ حلب کی طرف سے کچھ لوگ آتے نظر آئے۔ یہ رومی تھے۔ ان کی تعداد دو ہزار تھی۔

یوقنا ان کے آگے آگے تھا۔ یہ سب خاموشی کے ساتھ نہایت احتیاط سے آہستہ آہستہ آ رہے تھے۔ ان کا ارادہ شب خون مارنے کا تھا۔

رات اندھیری تھی۔ چاند مہینے کی ابتدائی تاریخیں ہونے کی وجہ سے چھپ گیا تھا۔ نیلے آسمان پر

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ستارے روشن تھے۔ مسلمان بے فکری سے سو رہے تھے۔ اتفاقیہ ایک مسلمان کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے رومیوں کو قریب ہی کھڑے ہو کر آپس میں باتیں کرتے ہوئے سنا۔ پہلے وہ یہ سمجھا کہ خواب دیکھ رہا ہے لیکن جب سر اٹھا کر دیکھا تو آگ کے الاؤ کے قریب اسے بہت سے رومی کھڑے ہوئے نظر آئے۔ وہ فوراً سمجھ گیا کہ آج رومیوں نے شب خون مارنے کا ارادہ کیا ہے۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا اور اس نے چلا کر کہا:

"مسلمانو! اٹھو اٹھو۔ دشمن شب خون مارنا چاہتا ہے۔"

اس کی آواز بہت بلند تھی۔ بہت سے مسلمان اس کی آواز سن کر بیدار ہو گئے۔ رومیوں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر سوئے ہوئے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ جو مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے تھے انھوں نے حملہ کرنے والوں کو للکارا اور تلواریں سونت سونت کر رومیوں کے مقابلے میں جا ڈٹے۔

جنگ شروع ہو گئی۔ تلواروں کی کھٹا کھٹ اور زخمیوں کی چیخ و پکار سے تمام میدان گونج اٹھا۔ مسلمانوں کا طلایہ گرد دستہ فوراً واپس پلٹا اور آتے ہی رومیوں پر ٹوٹ پڑا۔

اب مسلمانوں کا تمام لشکر بیدار ہو گیا تھا۔ مجاہدین تلواریں کھینچ کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ رومی بھی نہایت دلیری سے لڑے۔

حضرت ابو عبیدہؓ خیمے سے باہر نکل آئے۔ وہ فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے اور نہایت تیزی سے موقعۂ جنگ پر پہنچ گئے۔ لڑائی اس وقت نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ سپاہی کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ یوقنا اپنے سپاہیوں کو جوش دلا دلا کر حملہ کرا رہا تھا۔ کچی نیند سے بیدار ہونے والے مسلمان جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔

اب صبح کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ ستارے جھلملا رہے تھے۔ یوقنا نے اپنے سپاہیوں کو بلند آواز سے کہا:

"بہادر رومیو! صبح ہونے والی ہے۔ واپس لوٹو۔"

رومی اپنے سردار کی آواز سنتے ہی لوٹے۔ انھوں نے پچاس مسلمانوں کو گرفتار کر لیا اور نہایت تیزی سے چل کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔ فوراً ہی قلعہ کا دروازہ بند کر لیا گیا۔

اب صبح ہو گئی تھی۔ ستارے چھپ گئے تھے۔ صبح کی آمد کے نقیب پرندے اپنی پیاری پیاری بولیوں میں نوا سنجی کر رہے تھے۔

مسلمانوں نے صبح کی نماز پڑھی اور جب سورج نکل آیا تو انھوں نے مقتولین کو دیکھا۔ رومی تو

سے زیادہ مارے گئے تھے اور مسلمان ساٹھ کے قریب شہید ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے شہدا کی نماز جنازہ پڑھی اور انھیں دفن کر دیا۔

اب آفتاب کافی اونچا ہو گیا تھا۔ دھوپ چاروں طرف پھیل گئی تھی کہ دفعتاً قلعہ کی فصیل پر رومیوں نے شور و غل کیا۔

مسلمانوں نے حیرت سے قلعہ کی طرف دیکھا۔ انھیں کچھ مسلمان قلعہ کی فصیل پر زنجیروں سے بندھے ہوئے نظر آئے۔

یہ وہی افراد تھے جنھیں یوقنا پکڑ کر لے گیا تھا۔ مسلمان اپنے بھائیوں کو اس کسمپرسی کی حالت میں دیکھ کر مغموم ہوئے۔

مسلمان ان ستم زدوں کو دیکھ رہے تھے کہ ان کی زنجیریں کاٹی گئیں اور انھیں سے ایک کو فصیل کے اوپر کھڑا کر کے ایک رومی نے تلوار ماری۔ مسلمان کا سر کٹ گیا۔ اس کی لاش اور سر فصیل سے نیچے دھکیل دیا گیا۔

اس طرح ایک ایک کر کے سب مسلمان قیدیوں کے سر کاٹ کاٹ کر قلعہ سے نیچے گرا دیا گیا۔ مسلمان حسرت و غم کے ساتھ اس روح فرسا منظر کو دیکھتے رہے۔ اپنے بھائیوں کی اس بے کسی کی موت پر سب مسلمانوں کے آنسو نکل آئے۔ انہیں رومیوں کی اس بے دردی پہ غصہ آیا لیکن وہ کچھ نہ کر سکے۔

اس روز سے لشکر کی حفاظت کا پورا انتظام کیا گیا اور محاصرہ میں اور سختی کر دی گئی۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

فریبِ وفا

○

یوقنا کو یوحنا کی موت کا از حد صدمہ تھا۔ وہ ہر وقت مغموم رہتا تھا۔ اس نے یوحنا کی قبر پہ سنگِ مرمر کا ایک کتبہ نصب کر دیا تھا اور اس پر ذیل کی عبارت کندہ تھی:

"یہ قبر شہیدِ جفا یوحنا کی ہے جس کو یوقنا نے
حب الوطنی کے جوش میں بے گناہ شہید کر دیا۔
خدا کی برکت اس شہیدِ ستم کی قبر پر نازل ہو
اور اس کے بیٹے کی مہربانی سے وہ بہشت میں
داخل ہو۔"

یوقنا کے حکم سے شہیدِ ستم یوحنا کی قبر پر روزانہ تازہ پھولوں کی چادر چڑھائی جاتی تھی۔ اکثر یوقنا قبر کے سرہانے رویا کرتا تھا۔ حقیقت میں یوقنا نے اپنے دوراندیش بھائی کو خود اپنے ہی ہاتھوں سے کھو دیا تھا۔ قلعہ کے مرد و زن یوحنا کے غم میں سیاہ پوش تھے۔

اب لوسی کو آرام آچکا تھا۔ اس کا پیارا پیارا چہرہ دل آویز ہو گیا تھا۔ بیماری کے بعد اس کا حسن نکھر آیا تھا۔

لوسی روز دونوں وقت اپنے چچا کی قبر پر جاتی۔ اسے یاد کر کے روتی اور تازہ پھول اس کی قبر پہ چڑھایا کرتی۔

یوحنا سے عام طور پر سب کو محبت تھی۔ لوگ اس کی تربت پہ آتے۔ اس کے لیے دعائے خیر کرنے

ندیم

آنسوؤں کے چند قطرے گراتے اور پھول چڑھا کر واپس چلے جاتے۔ اس کی تربت پہ ہر وقت ایک میلہ سا لگا رہتا۔

قبر کے چاروں طرف کلیسا کے مالی نے پھولوں کے پودے لگا دیے تھے۔ کچھ درخت سدا بہار کے لگائے تھے۔ ہمیشہ سرسبز رہنے والی بیلیں بھی لگا دی گئی تھیں۔

یوقنا کی قبر پہ نور برس رہا تھا۔ لوگ حیرت سے منور قبر کو دیکھتے تھے۔

ایک روز علی الصبح لوسی اپنے چچا کی قبر پر پہنچی۔ آفتاب ابھی نکلا ہی تھا۔ اس کی زرد زرد کرنیں درختوں کی چوٹیوں پہ لوٹ رہی تھیں اور رات کو پڑی ہوئی شبنم کو ابخرات بنا کر اڑا رہی تھیں۔ لوسی اپنے نازک نازک ہاتھ اٹھا کر اپنے پیارے چچا کے لیے دعا مانگ رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی مستانہ آنکھیں اشک آلود تھیں۔ اس وقت وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہمہ تن محو ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں اس نے دعا ختم کی اور آہِ سرد کھینچ کر قبر کو بوسہ دیا۔ پھر وہ پھولوں کی چادر کو درست کر کے لوٹنا ہی چاہتی تھی کہ کسی نے کہا:

"شہزادی صاحبہ! مجھے کچھ عرض کرنا ہے!"

لوسی چونک پڑی۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ اس کے سامنے ایک تیس بتیس سالہ جوان کھڑا تھا۔ اس کا سر بڑا تھا۔ پیشانی تنگ تھی۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور اندر کو دھنسی ہوئی تھیں جن سے خود غرضی مترشح تھی۔ ناک چپٹی اور ہونٹ باریک تھے۔ جب وہ اپنے لبوں کو بند کرتا تھا تو ایک لکیر سی معلوم ہوتی تھی۔

لوسی نے اسے دیکھا۔ وہ اکثر اسے اپنے چچا یوحنا کے ساتھ دیکھ چکی تھی۔ اس نے کہا:

"کہو سرجس، کیا بات ہے؟"

نووارد، جس کا نام سرجس تھا، نے کہا:

"شہزادی صاحبہ کو معلوم ہوگا کہ مرحوم شہزادہ یوحنا مجھ پہ بہت زیادہ مہربان تھے۔ انھوں نے مجھے اپنا ہمراز بنا لیا تھا۔ کوئی راز ان کا مجھ سے پوشیدہ نہ تھا۔"

لوسی نے سرجس کو سر سے پیر تک دیکھ کر کہا:

"اس تمہید سے تمہارا مطلب؟"

سرجس: میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں یوحنا مرحوم کا رازدان تھا۔

لوسی: لیکن اس سے تمہاری غرض کیا ہے؟

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

مرجس: مجھے یوحنا مرحوم کا ایک راز معلوم ہے جو آپ سے تعلق رکھتا ہے۔

لوسی: مجھ سے؟

مرجس: جی ہاں آپ سے۔ مرحوم نے ایک نقشہ کھینچ کر مجھے دکھایا تھا اور ہدایت کر دی تھی کہ اگر شہزادی صاحبہ کی شادی سے پہلے مرحوم مر جاتے تو میں شہزادی صاحبہ کی رہنمائی کر کے اس راز کی جگہ تک پہنچا دوں۔

لوسی: لیکن میرے مرحوم چچا مجھ سے کچھ پوشیدہ نہ رکھتے تھے۔

مرجس: ممکن ہے۔ میرے خیال میں آپ کو اس راز کی بابت ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہے۔

لوسی: یہ راز کیا ہے؟

مرجس: یہ ایک دفینے کے متعلق ہے جو شہر حلب کے قریب پہاڑ کی کھوہ میں ایک چھوٹی سی سرسبز وادی میں دفن ہے۔

لوسی: مجھے اس دفینے کا حال معلوم ہے۔

مرجس: بہت خوب۔ میں نے ناحق آپ کو تکلیف دی اور آپ کا وقت ضائع کیا۔ کیا آپ اس وادی میں کبھی تشریف لے گئی ہیں؟

لوسی: نہیں۔ مجھے اس کا علم چچا کے مرنے کے بعد ہوا۔

مرجس: میں سمجھتا ہوں آپ کو وہ نقشہ مل گیا ہے جو شہزادہ مرحوم نے مجھے دکھایا تھا۔

لوسی: ہاں اور اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا۔

مرجس: ٹھیک ہے میں سمجھ گیا لیکن آپ جانتی ہیں کہ میں ایک سپاہی ہوں۔ جنگ ہو رہی ہے۔ اس وقت سپاہی کی موت اور اس کی زندگی کا اعتبار نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور آپ کو اس نقشے سے کوئی نتیجہ نہ ملے اور یہ سربستہ راز ہی رہ جائے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک مرتبہ ملاحظہ فرما لیں۔

شہزادی صاحبہ! وہ جگہ ایسی قدرت کی تخلیق واقع ہوئی ہے کہ انسان کا وہاں سے واپس آنے کو جی نہیں چاہتا۔ وہ جگہ دنیا کی بہشت ہے۔

لوسی کو اس جگہ کے دیکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے کہا:

"لیکن ہم شہر حلب کے قریب کس طرح جا سکتے ہیں جبکہ قلعہ کو عیسائیوں نے محاصرہ کر رکھا ہے۔"

مرجس: نہایت آسانی سے رات کے وقت ہم اس کھوہ میں پہنچ کر دنیا کی اس بہشت کی سیر کر آئیں گے۔

ہو سکتے ہیں۔

اس مختصر وادی میں انواع و اقسام کے پھل پھول ہیں۔ سرسبز و شاداب گھاس کا مخملیں فرش بچھا ہوا ہے۔ جس وقت آفتاب اس وادی میں طلوع ہوتا ہے تو اس کا نظارہ بے حد دلفریب معلوم ہوتا ہے۔ انسان کا اس جگہ سے واپس آنے کو جی ہی نہیں چاہتا۔

لوسی کو وہ جگہ دیکھنے کا کچھ ایسا شوق پیدا ہوا کہ وہ وہاں جانے کے لیے فوراً ہی تیار ہو گئی۔

اس نے مرجس سے کہا:

"اچھا۔ میں آج ہی چلوں گی۔ ایک میں ہوں گی ایک تم۔ اور دو آدمیوں کو ساتھ لے لیں گے۔"

مرجس نے عذر بنا کر کہا:

"شہزادی! یہ کیسے ممکن ہے۔ مرحوم شہزادے نے جس بات کو راز میں رکھا وہ لوگوں پر کیسے افشا کیا جا سکتا ہے۔ مجھے مرحوم نے مرنے سے ایک ہفتہ پہلے یہ وصیت کی تھی کہ میں صرف شہزادی صاحبہ کو وہ جگہ دکھا دوں۔ میں نے اقرار کر لیا تھا۔ اب اس اقرار کے بموجب میں صرف آپ کو وہاں پہنچا سکتا ہوں۔"

شہزادی نے اپنا نازک سر جھکا لیا۔ اس کا پیارا چہرہ کچھ فکرمند ہو گیا۔ مرجس نے پھر کہا:

"اب لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو جائے گی۔ جلد ہی کوئی فیصلہ کر لیجیے۔"

لوسی نے اپنی دلفریب آنکھیں اٹھائیں اور کہا:

"لیکن ہم دونوں قلعہ کے باہر کیسے جا سکتے ہیں۔ دروازے پر محافظ ہمیں روک لیں گے؟"

مرجس: مجھے قلعہ سے باہر جانے کا ایک راستہ معلوم ہے اس راستے پر پہرہ نہیں ہے۔ ہم دونوں اس راستے سے باہر جا سکتے ہیں۔

لوسی نے کسی قدر پس و پیش کرتے ہوئے کہا:

"لیکن ہم دونوں کا تنہا جانا مناسب نہیں۔"

مرجس جو اب تک امید و بیم کی حالت میں تھا، مایوس ہو کر بولا:

"آپ کی مرضی۔ شاید خدا کو یہ راز سربستہ رکھنا ہی منظور ہے۔"

لوسی پھر تذبذب میں پڑ گئی۔ اس کا بڑھا ہوا شوق اسے دفینے اور اس وادی میں چلنے کے لیے ابھارتا تھا۔ ایک نامعلوم خوف اس شوق کے سدِ راہ تھا۔ اس نے کچھ دیر غور کیا۔ وہ خوف کو بزدلی سمجھی۔

آخر اس نے استقلال سے کہا:

"مرجس۔ میں آج ہی رات کو تمہارے ہمراہ چلوں گی۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

سرجس خوش ہو گیا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس نے کہا:

"میں آدھی رات کو مخلصر اکے دروازے پر ملوں گا۔"

لوسی: میں تیار ہو کر آجاؤں گی۔ اچھا خدا حافظ!

لوسی خرام ناز سے سبزہ مسلتی ہوئی چلی گئی۔

سرجس اسے اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔ جب نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئی تو سرجس آہستہ آہستہ کلیسا کی طرف چلا۔ وہ کلیسا میں داخل ہوا اور قربان گاہ کے قریب پہنچ کر اپنے گھٹنوں پہ جھک گیا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ کہا:

"خداوند میری مدد کر۔ غموں نے مجھے تباہ کر دیا ہے۔ تم میری آرزوؤں اور تمناؤں کو جانتے ہو۔ اپنے باپ سے میری کامیابی کی سفارش کرو۔ ورنہ میں گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گا۔"

وہ راست قد کھڑا ہوا اور ایک گہرا ٹھنڈا سانس بھر کر کلیسا سے باہر آیا۔ پھر احاطے سے نکل کر ایک طرف کو چلا اور غائب ہو گیا۔

○

آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا۔ دھوپ درختوں کی چوٹیوں سے اتر کر زمین پر پھیل گئی تھی۔ چچا کی قبر پہ کثرت سے لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ پھولوں کے گجرے قبر پر اس قدر چڑھائے گئے تھے کہ تربت پھولوں سے ڈھک گئی تھی۔

رفتہ رفتہ سورج نصف النہار پر پہنچ گیا۔ لوسی اس وقت کھانے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں مسہری پر آرام کر رہی تھی۔ وہ سدا بہار وادی دیکھنے کے شوق میں بے قراری سے رات کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ اپنے چچا کی شکر گزار تھی کہ اس نے اس کے لیے وہ قلعہ چھوڑا تھا۔

آجکل جنگ کا زمانہ تھا۔ اس کے باپ کو روپیہ کی ضرورت تھی۔ شاہی خزانہ فوج بھرتی کرنے اور سامانِ حرب و خوراک کا ذخیرہ خریدنے میں قریب قریب سب ہی خرچ ہو گیا تھا۔

وہ خوش ہو رہی تھی کہ وہ قلعہ کا پتہ لگا کر سب اپنے باپ کے قدموں میں ڈھیر کر دے گی۔ وقت گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

لوسی اپنے چچا کی قبر سے لوٹ کر آئی تھی۔ اس نے آتے ہی کھانا کھایا۔ پھر اٹھی۔ قریب ہی جو الماری تھی اسے کھول کر کچھ کاغذات اٹھا لائی۔

کمرہ کے وسط میں ایک میز تھی جس پہ شمعدان میں موم بتی جل رہی تھی۔ لوسی نے ان کاغذات کو میز پہ رکھ دیا۔ یہ وہی کاغذات تھے جو لوسی یوحنا کی الماری سے نکال کر لائی تھی۔ اس نے فیتہ کھول کر نقشہ نکالا۔ باقی کاغذات فیتہ میں باندھ کر الماری میں رکھ دیے۔ وہ میز کے قریب کرسی پر بیٹھ گئی اور غور سے نقشے کو دیکھنے لگی۔

عرصہ تک وہ نقشے کو دیکھتی رہی۔ اس نے اچھی طرح تمام مقامات کو ذہن نشین کر لیا۔ جب وہ خوب سمجھ گئی تو اس نے نقشہ لپیٹ کر احتیاط سے واسکٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

اب رات دو ثلث گزر چکی تھی۔ چاندنی رات تھی۔ چاند نکل آیا تھا۔ لوسی نے الماری سے ایک کتاب نکالی۔ اسے میز پہ رکھا اور اس کے ورق الٹ کر اس میں لکھا:

"میرے چچا نے میرے لیے سدا بہار وادی میں وہ قلعہ چھوڑا ہے۔ میں آج رات کو سرجس کے ہمراہ اس وہ قلعے کی تلاش میں جا رہی ہوں۔ ارادہ صبح تک واپس آنے کا ہے لیکن اگر وہ قلعہ کی تلاش میں زیادہ وقت صرف ہو گیا تو شاید آج واپس نہ آسکوں کیونکہ سدا بہار وادی قلعہ سے باہر پہاڑیوں سے گھری ہوئی ہے اور عربوں کے خوف سے دن کے وقت قلعہ میں آنا غیر ممکن ہے اس لیے میں کل رات کو واپس آجاؤں گی۔

اگر میں رات کو واپس نہ آسکوں تو سمجھ لیں کسی خطرے میں گرفتار ہو گئی۔"

راقم: لوسی

لوسی نے کتاب بند کر کے میز پر ڈالدی اور الماری سے ایک خنجر نکال کر پیٹی کے نیچے اس طرح رکھ لیا کہ ضرورت کے وقت فوراً نکالا جا سکے۔

اس نے ایک اونی شال اوڑھ لی جس کے کناروں پر بیش قیمت زردوزی کا کام ہو رہا تھا۔ اس سیاہ شال نے اس کی چاندسی صورت کو ایسا دلفریب کر دیا تھا کہ اس کے رخ سے نظر ہٹنے کا نام نہ لیتی تھی۔

یہ سچ ہے کہ سیاہ پوشی، حسینوں کے حسن میں چار چاند لگا دیتی ہے۔ اس وقت لوسی کو دیکھنے والا کسی طرح اپنے دل پہ قابو نہ رکھ سکتا تھا۔

لوسی اپنے کمرے سے باہر نکل آئی۔ اس نے کمرے کا دروازہ آہستہ سے بند کیا اور چل پڑی۔ رات آدھی کے قریب گزر چکی تھی۔ چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ چاندنی فرشِ زمین پہ لوٹ

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

رہی تھی۔

لوسی آہستہ آہستہ چل کر محل کے دروازے پر آئی۔ دروازے پر پہرہ تھا لیکن محافظ کونوں میں پڑے ہوئے خراٹے لے رہے تھے۔

لوسی نہایت ہی آہستہ سے چل کر دروازے سے باہر آئی۔ اس نے دروازے سے چند قدم آگے پہنچ کر چاروں طرف دیکھا۔ اسے کوئی متنفس نظر نہ آیا۔ وہ کسی قدر گھبرائی۔ اسے خیال ہوا کہ آج مرجس کسی وجہ سے نہ آ سکا۔ اسے مرجس کی وعدہ خلافی پر افسوس ہوا۔ وہ اب بھی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ سامنے ایک تناور درخت تھا جس کے نیچے اندھیرا تھا۔

جب لوسی اس درخت کے نیچے پہنچی تو اس نے کلیسا کی طرف سے دو آدمیوں کو گفتگو کرتے ہوئے اسی طرف آتے دیکھا۔ لوسی نے ان میں سے ایک کو پہچان لیا۔ یہ شہزادہ لارن تھا۔ لوسی کا دل شہزادے کو دیکھ کر زور زور سے دھڑکنے لگا۔

شہزادہ اور اس کا ساتھی قریب آ گئے۔ شہزادہ کہہ رہا تھا:

"میرا دل آج اس قدر بے چین ہے کہ کیا کہوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ کیا بات ہونے والی ہے۔"

شہزادے کے ساتھی نے کہا:

"دیکھیے۔ اس طرف کوئی کھڑا ہوا ہے۔"

شہزادہ: جانے بھی دو ہم کیوں اس کا تعاقب کریں۔

لوسی اس خیال سے کہ شہزادہ اس طرف کو نہ چلا آئے، پیچھے ہٹ کر اور اندھیرے میں ہو گئی۔ شہزادے نے پھر کہا:

"میرا دل سخت مضطرب ہے۔ معلوم نہیں کیا حادثہ پیش آنے والا ہے۔"

اس وقت شہزادے کے ساتھی نے کہا:

"کچھ فکر نہ کیجیے۔ بعض اوقات دل خود بخود بے چین ہو جاتا ہے۔ آج آپ شہزادی صاحبہ سے نہیں ملے اسی لیے بے چینی ہے۔"

شہزادہ: بے شک جب سے اس ملکہ حسن سے نہ مل سکا۔ معلوم نہیں اس کی کیا کیفیت ہے۔ خدا کرے وہ اچھی ہو۔

اب یہ دونوں باتیں کرتے ہوئے دور نکل گئے تھے۔ ان کی باتوں کی آواز لوسی تک نہ آتی تھی۔

لوسی نے پھر چاروں طرف دیکھا۔

اسے اندھیرے میں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اسے کسی قدر خوف معلوم ہوا لیکن اس نے جرأت کی اور جس طرف سے قدموں کی آواز آتی تھی اسی طرف دیکھنے لگی۔

تھوڑی ہی دیر میں ایک شخص اس کے سامنے آ کھڑا ہوا جو سر سے پیر تک سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔ لوسی اس صورت کو دیکھ کر ڈر گئی۔ وہ فوراً سنبھلی اور اپنے دل کو لعنت ملامت کرنے لگی کیونکہ جس مہم پر وہ جانے والی تھی وہ نہایت خوفناک تھی۔ وہ ہمت کر کے کھڑی رہی۔

اس سیاہ پوش نے کہا:

"جناب شہزادی صاحبہ!"

لوسی: کون — مرجس؟

یہ لبادہ پوش مرجس ہی تھا۔ اس نے کہا:

"جی شہزادی صاحبہ!"

لوسی: تم تیار ہو؟

مرجس: بالکل تیار۔ لیکن ذرا آہستہ گفتگو کیجیے۔

لوسی (آہستہ سے): تم نے کچھ روشنی کا انتظام بھی کیا ہے؟

مرجس: سرکار میرے پاس سب سامان ہے۔

لوسی: اچھا چلو۔

مرجس: آئیے۔

اب یہ دونوں چل پڑے۔ اس وقت چاند کسی قدر مغرب کی طرف جھک گیا تھا لیکن چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ دونوں آہستہ آہستہ چل کر قلعے کی فصیل کے نیچے پہنچے۔ یہاں بہت تناور درخت تھے۔ ان درختوں کے اندر جانا انسان کے لیے مشکل تھا لیکن مرجس نے راستہ تلاش کیا اور ایک پگڈنڈی ڈھونڈ لی۔ وہ اس پر چل پڑا۔ لوسی بھی اس کے پیچھے ہو لی۔

تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد مرجس ایک غار کے کنارے پر جا کر رک گیا۔ غار پر کثرت سے جھاڑیاں پڑی تھیں۔ مرجس نے آہستہ آہستہ جھاڑیوں کو غار سے علیحدہ کیا۔ اس کام میں اسے زیادہ دیر لگ گئی لیکن اس نے غار کو کھول کر بالکل صاف کر دیا۔ پھر اس کے اندر اترا اور بولا:

"شہزادی صاحبہ! سنبھل کر آہستہ آہستہ آ جائیے گا۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

شہزادی نہایت آہستگی سے سنبھل کر غار میں اتر گئی۔ غار کئی فٹ گہرا تھا۔ جب وہ غار کے عمق میں پہنچی تو وہاں اس کا دم گھٹنے لگا کیونکہ غار میں اندھیرا تھا اور ہوا نہایت متعفن تھی۔ اس نے سر جس کو ٹٹولا لیکن تاریکی زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ اسے نہ پا سکی اور سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اسی عرصہ میں سر جس نے بتی روشن کی۔

لوسی نے غار کو دیکھا۔ اندھیرے میں اسے کچھ معلوم نہ ہوا۔ اب یہ دونوں شمال کی طرف بڑھے۔ غار کے ختم ہونے پر وہ ایک سرنگ میں داخل ہوئے جو گہری زمین کھود کر بنائی گئی تھی۔ اس کی چھت محراب دار تھی اور اس میں سے ایک سوار آسانی سے گزر سکتا تھا۔ یہاں ہوا بھی قدرے صاف تھی۔

سر جس نے نہایت ہی آہستہ سے کہا:

"شہزادی صاحبہ۔ یہاں بولیے گا نہیں کیونکہ آواز گونج کر ان سپاہیوں کو جو غار سے باہر داہنی طرف سو رہے ہیں، بیدار کر دے گی۔ ہم دونوں پکڑے جائیں گے اور ہماری مہم خاک میں مل جائے گی۔"

یہ دونوں آہستہ قدمی سے آگے بڑھے اور پندرہ منٹ تک اس سرنگ میں چلتے رہے یہاں تک کہ سرنگ ختم ہو گئی اور سامنے پہاڑ کی دیوار نظر آئی۔ لوسی نے آہستہ سے پوچھا:

"اب ہم باہر کیسے جائیں گے؟"

سر جس: دیکھیے۔ میں راستہ دیکھتا ہوں۔

وہ بہت دیر تک ادھر ادھر دیواروں کو ٹٹول کر دیکھتا رہا لیکن جب کسی راستہ یا دروازہ کھلنے کا سراغ نہ ملا تو بولا:

"شہزادی صاحبہ۔ مجھے اس سرنگ سے باہر نکلنے کا راستہ یاد نہیں رہا۔"

لوسی: غور سے دیکھو اور اگر نہ ملے تو واپس لوٹ چلو۔

سر جس نے پھر کوشش کی۔ اس مرتبہ تھوڑی ہی جدوجہد سے اس نے ایک پتھر کو آہستہ سے سرکا لیا۔ پتھر ہٹ گیا۔ اس نے اور زور لگایا۔ پتھر نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ایک آدمی کے جانے کا راستہ نکل آیا۔ فوراً وہ دونوں سرنگ سے نکل آئے۔

یہ کسی پہاڑی کا کوئی حصہ تھا۔ سر جس نے ایک دوسرے پتھر کو حرکت دی۔ اپنی جگہ چھوڑنے والا پتھر پھر اپنی جگہ پر قائم ہو گیا۔ سر جس نے بتی گل کر دی۔

اب رات دو ثلث گزر چکی تھی۔ چاند مغرب کی طرف زیادہ جھک گیا تھا۔ اس وقت سر جس اور لوسی

جس جگہ کھڑے تھے یہ ایک پہاڑی کا حصہ تھا جو کسی قدر بلند تھا۔ یہاں سے قلعہ نصف فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔

ان کے داہنی طرف شہر تھا جہاں اس وقت بالکل خاموشی تھی۔ گویا وہ شہر خموشاں بنا ہوا تھا۔ سامنے سربیوں کا لشکر تھا جو قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے پڑے تھے جس میں جگہ جگہ آگ روشن تھی۔

اس وقت ہر چہار طرف خاموشی طاری تھی البتہ کبھی کبھی شہر حلب سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آجاتی تھیں۔

سر جس اور لوسی شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ دونوں چپ چاپ چلتے رہے اور نصف گھنٹے تک چل کر ایک بڑے غار کے دہانے پر پہنچے۔

اس غار کے داہنی طرف تین بڑے پتھر اوپر نیچے پڑے ہوئے تھے۔ سر جس آگے بڑھا تو لوسی نے کہا:

"سر جس! آگے کہاں جاتے ہو وہ غار تو یہی ہے۔"

سر جس ٹھہر گیا اور بولا:

"بے شک غلطی ہوئی ٹھہریے۔ پہلے میں غار میں اترتا ہوں۔"

سر جس اس غار میں اتر گیا۔ اس نے بتی پھر روشن کی۔ لوسی بھی آہستہ آہستہ سنبھل کر نیچے اتری۔ یہ دونوں آگے بڑھے۔ تھوڑی دور چل کر غار تنگ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ سرے پر پہنچ کر صرف ایک آدمی کے جانے کی گنجائش رہ گئی۔ یہ دونوں آگے چل کر اس کے آخری سرے پر پہنچی۔

سر جس نے سامنے کی طرف ہر چند راستہ طے کیا لیکن اسے نہ ملا۔ جب بہت دیر ہو گئی تو لوسی نے کہا:

"تم کہاں راستہ دیکھ رہے ہو۔ وہ تو داہنی طرف ہے۔"

سر جس شرمندہ ہوا۔ اس نے کہا:

"شہزادی صاحبہ۔ آپ کی تکلیف کے خیال سے میرا خیال معطل ہو گیا۔ بے شک مجھے داہنی طرف دیکھنا چاہیے۔"

اب سر جس داہنی طرف کے پتھروں کو ٹٹولنے لگا لیکن اس طرف بھی اسے راستہ نہ ملا۔ اس پر لوسی نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"معلوم ہوتا ہے تم ایک ہی دفعہ آئے ہو۔ لاؤ بتی دو میں راستہ دیکھوں۔"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

سرجس نے بتی لوسی کو دی۔ وہ خود پیچھے ہٹ گیا۔ لوسی نے داہنی طرف بیٹھ کر پتھر کے نیچے دیکھا، وہاں ایک خلا تھا۔ وہ اس میں داخل ہوئی۔ سرجس بھی آگے بڑھا۔

اب یہ دونوں ایک مستطیل کمرے میں پہنچے جس کی دیواریں اور چھت سب پتھر کے تھے۔ لوسی اس کمرے کے داہنی طرف گھومی اور برابر میں لگے ہوئے پتھر کو ٹٹولنے لگی۔ اس پتھر کے برابر میں ایک سوراخ تھا جس قدر کشادہ تھا کہ ایک آدمی آسانی سے دوسری طرف جا سکتا تھا۔ وہ فوراً اس سوراخ سے گزر گئی۔ سرجس بھی اس کے پیچھے چلا۔

اب یہ دونوں ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں پر چہار طرف سرسبز بیلیں پتھروں کے اوپر چڑھی ہوئی تھیں۔ ان کے سامنے ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ یہ دونوں دروازے کو عبور کر کے دوسری طرف پہنچے یہ ایک کھلا ہوا سرسبز میدان تھا جو پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔

اب صبح کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ چاند پھیکا پڑ گیا تھا۔ ستارے جھلملانے لگے تھے۔ جس وقت شہزادی لوسی اور سرجس اس سدا بہار وادی میں داخل ہوئے وہاں کی فرحت بخش ہوا نے ان دونوں کو کچھ ایسا محظوظ کیا کہ دونوں بے خود ہو گئے ـــــ لیکن تھوڑی دیر کے بعد سرجس ہوشیار ہوا اور کہنے لگا:

"شہزادی صاحبہ! آیئے کہیں تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کریں۔"

لوسی: ہاں۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔

سرجس فوراً آگے بڑھا۔ اس نے قریب ہی سنگِ مرمر کا مختصر سا چبوترہ بنا دیکھا جس کے پیچھے تکیے کے طور پر کچھ اونچی سنگِ مرمر ہی کی دیوار اٹھائی گئی تھی۔ اس نے کہا:

"شہزادی صاحبہ! یہاں تشریف لا کر کچھ دیر آرام کیجیے۔"

لوسی کسلمند ہو گئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چل کر چبوترہ کے قریب آئی اور اس پر بیٹھ گئی۔ سرجس بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔

اب صبح ہو گئی تھی۔ پرند چہچہانے لگے تھے۔ اجالا بڑھتا جاتا تھا۔ لوسی رات بھر سوئی نہ تھی اس کی مستانہ آنکھیں جھپکی جاتی تھیں۔

سرجس غور سے لوسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا:

"شہزادی صاحبہ!"

لوسی چونک کر سنبھل گئی۔ بولی: "سرجس! کیا کہتے ہو؟"

سرجس: آپ جانتی ہیں کہ حسن ایک ایسا جادو ہے جو دیکھنے والے کو تسخیر کر کے غلام بنا لیتا ہے اور اس کے ہوش و حواس سلب کر دیتا ہے۔

لوسی: میں نہیں سمجھی اس سے تمہارا کیا مطلب ہے۔

سرجس: مطلب صاف ہے۔ تم حسن کی مظہر ہو۔ تم نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے میں تمہارے عشق میں مبتلا ہوں۔

لوسی حیران رہ گئی۔ اسے سرجس کی گفتگو ناگوار گزری لیکن وہ تنہا تھی۔ اسے کہیں سے مدد پہنچنے کی امید نہ تھی اس لیے وہ خاموش ہو گئی۔ اس کی خاموشی نے سرجس کو اور جرأت دلائی اور اس نے مزید کہا:

"پیاری! کیا تم مجھ پر رحم کرو گی؟"

لوسی عفت مآب تھی۔ اسے اس طرح خطاب کیے جانے پر غصہ آ گیا۔ اس نے کہا:

"دغاباز! تو مجھے تنہا سمجھ کر اس قسم کی بے ہودہ گفتگو کر رہا ہے۔"

سرجس کھڑا ہو گیا۔ وہ لوسی کے سامنے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک کر کھڑا ہوا اور ہاتھ جوڑ کر لوسی سے کہنے لگا:

"پیاری شہزادی! تمہاری محبت میری رگ رگ میں سرایت کر گئی ہے۔ تمہارے حسن نے مجھے گمراہ کر دیا ہے اور تمہاری عنایتوں سے میں گستاخ ہو گیا ہوں۔ خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔"

لوسی نے تیوری پر بل ڈال کر کہا:

"بس خبردار۔ الگ ہٹ کر بات کر۔"

سرجس: شہزادی اس قدر بے درد نہ ہو۔ مجھے اپنی غلامی میں قبول کر لو میں ساری زندگی تمہاری خدمت کروں گا۔

لوسی کو سخت غصہ آیا۔ اس نے غضب ناک لہجے میں کہا:

"بدمعاش! تمہیں اس گستاخی کی ضرور سزا ملے گی۔"

سرجس کو بھی غصہ آ گیا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

"شہزادی۔ تم اس وقت میرے بس میں ہو۔ اگر تم خوشی سے راضی نہ ہو گی تو زبردستی راضی کیا جائے گا۔"

لوسی نے پُرغضب ہو کر کہا: "ہرگز نہیں۔ جور و ستم سے محبت نہیں خریدی جا سکتی۔"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

سرجس: میں خریدوں گا۔ میں سوچ سمجھ کر تمہیں یہاں لایا ہوں۔

لوسی: نہیں نہیں سرجس۔ دغابازی نہ کرو۔

سرجس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا:

"سنو شہزادی۔ مجھے اس دفینے کا حال بالکل معلوم نہ تھا۔ میں نے ایک مرتبہ لیوحنا کو نقشہ کھینچتے ہوئے دیکھ کر سمجھ لیا کہ شہر حلب کے قریب ایک سدا بہار وادی ہے۔ اس وادی میں تمہارے لیے دولت دفن کی گئی ہے۔ میں اس وادی سے ناآشنا تھا۔ آج تم نے رہبری کر کے اس پُر فضا مقام پر پہنچا دیا۔ میں اس دفینہ کو ڈھونڈ نکالوں گا۔ اب تم اور تمہاری دولت میری ہے۔

لوسی نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا:

"سرجس! تمہیں دفینہ تلاش کرنے میں دقت ہوگی۔ میرے پاس نقشہ ہے جس سے اس دفینے کا پتہ چل سکتا ہے۔ لو، میں نقشہ تمہیں دیتی ہوں۔ تم دفینہ تلاش کر کے ساری دولت پر قبضہ کر لو اور مجھے جانے دو۔ میں کسی سے تمہارا ذکر نہ کروں گی۔"

لوسی نے نقشہ نکال کر سرجس کو دے دیا۔ سرجس نے نقشہ لے کر کہا:

"پیاری لوسی! اب دفینہ آسانی سے مل جائے گا لیکن مجھے دولت کی ضرورت نہیں۔ میں تم پر فریفتہ ہوں۔ تمہاری چاندسی صورت پر شیدا ہوں۔"

لوسی نے برہم ہو کر کہا:

"سرجس احمق نہ بنو۔ مجھے ہاتھ نہ لگانا میں تمہاری نہیں ہو سکتی۔"

سرجس: پیاری۔ میں تمہیں اپنا بنا کے رہوں گا۔ میں نے بہت کچھ مفارقت کے صدمے برداشت کیے ہیں۔ تمہیں مجھ پر رحم کرنا چاہیے۔ آج مجھے ان گورے گورے رخساروں کا بوسہ لینے دو۔

سرجس اس کے اوپر جھکا۔ لوسی سنگِ مرمر کے چبوترے پر بیٹھی تھی۔ پیچھے ہٹنے کو جگہ نہ تھی۔ اس نے اپنے نازک ہاتھوں سے سرجس کو روکا اور لجاجت سے کہا:

"سرجس۔ ایسا نہ کرو۔ دیکھو میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔"

سرجس پر ہوا و ہوس کا جن سوار تھا۔ اس نے کہا:

"پیاری۔ ایک بوسہ۔ صرف ایک۔"

وہ لوسی کے اوپر اور جھکا۔ لوسی نے اپنے رخساروں پر اس کے سانس کو محسوس کیا۔ اس پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ سرجس نے اسے اپنی آغوش میں کھینچ لیا۔ لوسی کسمسائی۔ اس نے سرجس کی

آغوش سے نکلنے کی کوشش کی لیکن وہ نازک تھی۔ رات بھر نہ سونے کی وجہ سے کسلمند ہو رہی تھی۔ پا پیادہ سفر کرنے نے اسے تھکا دیا تھا۔ اس وقت اس کی طاقت نے جواب دے دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔

○

یوقنا کے قلعہ بند ہو جانے سے حلب کے قرب و جوار کے رومیوں پر بُرا اثر پڑا تھا کیونکہ ملک شام کے گوشے گوشے میں یوقنا کی شجاعت کی شہرت تھی۔ اس کے تدبر و فراست اور جرأت سے اس کے ہمعصر اس سے ڈرتے تھے۔ ہرقلِ اعظم، رومیوں کا شہنشاہ بھی اس سے خائف رہتا تھا جس وقت عربوں نے حلب کا رخ کیا، رومی عام طور پر خوش ہو گئے۔ ان خوش ہونے والوں میں دو قسم کے لوگ شامل تھے:

ایک تو وہ جو اس سے ڈرتے تھے۔ اگرچہ بظاہر اس سے خوش تھے لیکن دلوں میں بغض و حسد رکھتے تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ مسلمان جلد سے جلد ان کو فنا کر دیں تاکہ وہ بے خوف ہو جائیں۔

دوسرے وہ تھے جو یوقنا کی جرأت و شجاعت کے قائل تھے۔ وہ اس کی بہادری اور تدبر کے مداح تھے اور اس بات کے متمنی تھے کہ یوقنا جلد مسلمانوں کو قتل و ہلاک کر کے ان کا استیصال کر دے اور وہ عربوں کی خون آشام تلوار سے چھٹکارا پا جائیں۔

عام طور پر تمام رومیوں کی نظریں امید و بیم کی حالت میں اس جنگ پر لگی ہوئی تھیں کیونکہ یوقنا کے بعد کوئی قلعہ دار ایسا نہ تھا جو عربوں کو پسپا کر سکے۔

اول اول تو قلعہ حلب کے قرب و جوار کے مواضعات والے اس بات کے منتظر رہے کہ یوقنا میدانِ جنگ میں عربوں کو شکست دے دے گا۔ انھوں نے اس کے قلعہ بند ہونے کو اس کی سیاست پر محمول کیا لیکن جب اسے قلعہ بند ہوئے عرصہ گزر گیا اور اس نے میدان میں آ کر لڑنے کا ارادہ نہ کیا تو وہ مایوس ہو گئے اور رفتہ رفتہ ان سب نے عربوں سے صلح کر لی۔

یوقنا نے ان مواضعات والوں کی صلح کا حال سنا تو وہ بہت برہم ہوا لیکن ان کو کوئی سزا نہ دے سکا کیونکہ خود قلعہ بند تھا اور عربوں کے خوف سے باہر نکلنے کی جرأت نہ تھی۔

عرب ان مواضعات سے جو اُن سے صلح کر چکے تھے، رسد کا انتظام کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

اسی رات جس رات شہزادی یوسی سرجس کے ہمراہ دمشق کی تلاش میں صداہبا روادی میں گئی تھی، مناوتش سردار کی سرکردگی میں پچاس مسلمان رسد لینے کے لیے روانہ ہوئے۔

ان مسلمانوں کو زیادہ دور نہ جانا تھا۔ ان سے پانچ میل کے فاصلے پر پہاڑی کی ترائی میں ایک موضع تھا جہاں سے انہیں رسد لانی تھی۔ صرف پچاس مسلمان اس لیے بھیجے گئے کہ ان کو رومیوں سے کوئی خوف نہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یوقنا قلعہ بند ہے وہ مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

جس وقت مناوتش ان مسلمانوں کو لے کر روانہ ہوئے ایک عرب جوان کے ساتھ جا رہا تھا کسی قدر پیچھے رہ گیا۔ مجاہدین آگے بڑھ گئے۔ کسی نے اس عرب کے پیچھے رہ جانے کا خیال نہ کیا۔ جب وہ مسلمان کافی دور نکل گئے تو وہ عرب آہستہ آہستہ قلعہ کی طرف چلا۔

قلعہ کے دروازے پر اس نے تین مرتبہ دستک دی۔ اس دروازے کا پھاٹک آہنی تھا جس پر نہایت موٹے موٹے لکڑی کے کواڑ تھے۔ ان کواڑوں پر لوہے کی مضبوط چادر تھی جس سے دروازہ ٹوٹنے کا کوئی احتمال نہ تھا۔

داہنی طرف والے کواڑ میں ایک کھڑکی تھی۔ تھوڑی دیر میں وہ کھڑکی کھلی اور ایک رومی سپاہی نے جھانک کر کہا:

"کون ہے؟"

اس عرب نے کہا: "عادل بادشاہ کا وفادار غلام۔"

سپاہی: بہت خوب چلے آؤ۔

عرب کھڑکی میں داخل ہوا۔ کھڑکی فوراً بند کر لی گئی۔ عرب صحن میں داخل ہوا اور قلعہ کے کشادہ میدان میں پہنچا۔ پھر تیز قدموں سے محلسرا کی طرف چلا۔

اب رات دو ثلث گزر گئی تھی۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ریت کے ذرے چاندنی میں چمک کر عجیب لطف پیدا کر رہے تھے۔

عرب محلسرا کے قریب پہنچا۔ محلسرا سے ملا ہوا دفترِ جنگ تھا۔ وہ دفتر میں داخل ہوا۔ وہاں اس وقت بہت سے سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ زمانۂ جنگ ہونے کی وجہ سے دفتر ہر وقت کھلا رہتا تھا اور سردار ہر وقت موجود رہتے تھے۔ ہر تین گھنٹے بعد یہ سردار تبدیل کر دیے جاتے تھے۔

یوقنا کا حکم تھا کہ جس وقت کوئی بات معلوم ہو فوراً کرکلس سپہ سالار کو اطلاع کی جائے۔ وہ فوراً دفتر میں صورت حال کو دیکھے اور اگر مناسب سمجھے تو یوقنا کو بھی اطلاع کر دے۔

اس عرب نے سرداروں کو سلام کیا۔ ایک سردار نے کہا:

"کس لیے آئے ہو۔ کیا کوئی ضروری بات کہنا ہے؟"

عرب: یہ تو آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ میں قبیلۂ غسان سے ہوں اور مسلمانوں کے لشکر میں جاسوسی پر مامور ہوں۔

سردار: میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں مگر میں خبر سننے کا مشتاق ہوں۔

عرب: مگر میں جو کچھ کہوں گا وہ سپہ سالار ہی سے کہوں گا۔ آپ ان کو فوراً اطلاع کرا دیجیے۔

سردار: بہت خوب۔ تم بیٹھ جاؤ۔ میں ابھی سپہ سالار کو بلوائے دیتا ہوں۔

عرب بیٹھ گیا۔ سردار نے ایک رسی کو کھینچا۔ رسی کھینچتے ہی باہر گھنٹہ بجنے کی آواز آئی۔ تھوڑی دیر میں ایک سپاہی حاضر ہوا۔ اس نے کہا:

"سردار۔ کیا حکم ہے؟"

اسی رومی سردار نے کہا:

"تم فوراً جاؤ اور سپہ سالار کو اطلاع دو کہ ایک عرب جاسوس آیا ہے اور کوئی اہم خبر سنانا چاہتا ہے۔"

سپاہی الٹے پاؤں واپس ہو گیا۔ کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ رات زیادہ ہو جانے کی وجہ سے رومیوں کی آنکھوں میں نیند کا خمار آنے لگا تھا۔ وہ اس وقت تمام کام چھوڑ کر سونا اچھا سمجھتے تھے لیکن بندگی اور بے چارگی کی وجہ سے مجبور تھے۔ ان کی آنکھیں جو بڑھی ہوئی نیند کی وجہ سے جھپکی جاتی تھیں، فرض کے خوف سے زبردستی پھیلا رہی تھیں۔ اگر انہیں سپہ سالار کے آنے کا خوف نہ ہوتا تو وہ اس وقت ضرور سو جاتے۔

تھوڑی ہی دیر میں کرکلس سپہ سالار کمرے میں داخل ہوا۔ سب لوگ اس کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب نے اسے سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دے کر بیٹھ گیا۔ سردار بھی ادب سے بیٹھ گئے۔ کرکلس نے کہا:

"برادر عربی کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

عرب: جناب۔ عربوں کے پاس رسد ختم ہو گئی ہے۔ اس وقت شہر حلب سے ان کو رسد نہیں ملتی۔ آج پچاس مسلمان رسد کے انتظام کے لیے پہاڑی کی ترائی کے مواضعات میں گئے ہیں۔ اگر کسی طرح وہ مسلمان مار ڈالے جائیں یا گرفتار کر لیے جائیں اور رسد مسلمانوں تک نہ پہنچے تو مجھے یقین ہے

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

کہ مسلمان تنگ ہو کر محاصرہ اٹھا لیں گے۔

کرکلس غور کرنے لگا۔ اس نے سر جھکا لیا اور کسی قدر سوچ کر کہا:

"معاملہ نہایت اہم ہے۔ میں کوئی حکم نہیں دے سکتا۔ اس امر کی فوراً ہمارے عادل بادشاہ کو اطلاع ہونی چاہیے۔"

ایک سردار نے پھر رسی کھینچی۔ پھر گھنٹہ بجا اور سپاہی حاضر ہوا۔ کرکلس نے کہا:

"فوراً محلسرا کے دروازے پر جاؤ اور محافظوں سے کہو کہ عادل بادشاہ کو اطلاع کریں کہ اس وقت دفتر جنگ میں ان کے تشریف لانے کی ضرورت ہے۔"

سپاہی چلا گیا۔ کرکلس نے کہا:

"کیا رسد لانے والے مسلمان تمہارے سامنے روانہ ہوئے تھے؟"

عرب: جناب! میں ان کے ساتھ ان کے لشکر سے روانہ ہوا۔ جب وہ اپنے لشکر سے دور نکل گئے اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے تو میں ان سے پیچھے رہ گیا اور مسلمانوں کی نظروں سے بچتا ہوا یہاں حاضر ہو گیا۔

کرکلس: شاباش۔ وفاداری اسی کو کہتے ہیں۔ تم عام مسلمانوں سے تو ملے ہو گے۔ اب ان کا کیا خیال ہے؟

عرب: جناب! حقیقت یہ ہے کہ مسلمان نہایت جفاکش، نڈر اور بہادر ہیں۔ ان کے ایک سپاہی کو بھی میں نے بد دل نہیں دیکھا۔ وہ تو قلعہ فتح کرنے کی فکر میں ہیں۔

کرکلس: وہ قلعے کو کیسا سمجھتے ہیں اور انہیں قلعہ کو فتح کر لینے کا یقین ہے یا نہیں۔

عرب: وہ قلعہ کو نہایت مضبوط اور بہت بلند خیال کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ محاصرے سے تنگ آ کر قلعے والے ایک نہ ایک دن ضرور صلح کر لیں گے۔

ابھی اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ سپاہی لوٹ آیا اور اس نے کہا:

"جناب! عادل بادشاہ نے آپ کو اپنی خوابگاہ میں طلب کیا ہے۔"

کرکلس فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے عرب جاسوس کو بھی ساتھ لیا اور محلسرا کے پھاٹک سے گزر کر باغیچہ کو عبور کر کے داہنی طرف ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ جس کے دروازوں پر سبز مخملی پردے پڑے ہوئے تھے۔

کمرے کے وسط میں ایک خوبصورت مسہری تھی جس کے پائے ٹھوس چاندی کے تھے اور ان میں سونے کا گنگا جمنی کام ہو رہا تھا۔ مسہری کے چاروں پایوں پر چاندی کی چوبیں قد آدم سے اونچی تھیں اور ان پر بھی سونے کے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ مسہری کے اوپر سبز مخمل کا زردوزی کا سائبان تھا۔ اس کے چاروں طرف ہلکے ریشم کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ مسہری پر ریشمی گدے تھے اور ان پر یوقنا بیٹھا تھا۔ اس نے سامنے کی طرف سے ریشمیں پردے کو ہٹایا۔

کرکلس نے سپاہیانہ طریقے پر سلام کیا۔ یوقنا نے کہا:

"سب خیریت ہے؟"

کرکلس: آپ کے اقبال سے سب خیریت ہے۔ یہ عربی جاسوس خبر لایا ہے کہ مسلمانوں کے پاس رسد کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے۔ شہر سے رسد نہیں ملتی۔ قرب و جوار کے وہ رومی جو مسلمانوں سے صلح کر چکے ہیں، ان کے ظلم و ستم سے تنگ آ گئے ہیں۔ آج پچاس مسلمان رسد کی انتظام کے لیے پہاڑی کی تراکی کے مواضعات میں گئے ہیں۔ اگر ان رسد لانے والے مسلمانوں کو فنا کر دیا جائے اور مسلمانوں کو رسد نہ پہنچنے دی جائے تو یقین کامل ہے کہ مسلمان تنگ آ کر محاصرہ اٹھا لیں گے۔

یوقنا نے سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر تک وہ غور کرتا رہا۔ آخر اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا:

"یہ مسلمان لوہے کے بنے ہوئے ہیں۔ یہ شکست کھانا جانتے ہی نہیں۔ ان کا ایک ایک آدمی ہمارے دس دس آدمیوں پر بھاری ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ اس قدر بہادر کیوں ہیں؟ بہرحال یہ تجویز نہایت مناسب ہے۔ تم ابھی قیدمون کو حکم دو کہ وہ ایک ہزار سوار لے کر لشکر کے چور دروازے سے نکل جائے لیکن اسے بہت جلد جانا چاہیے کیونکہ صبح قریب ہے اور صبح ہونے سے پہلے وہ مسلمانوں کے تعاقب میں چلا جائے۔ لشکر کی روانگی نہایت خاموشی سے ہو۔"

کرکلس: نہایت مناسب۔ اس حکم کی پوری تعمیل ہو گی۔

یوقنا نے پھر کہا:

"سنو! قیدمون سے کہہ دینا کہ وہ مسلمانوں کو مار ڈالے یا گرفتار کر لائے اور جس قدر ذخیرہ رسد کا ان کے ہمراہ ہو وہ سب اپنے ساتھ لائے لیکن اسے دن میں واپس نہیں آنا چاہیے بلکہ وہ اپنی مہم ختم کر کے کل رات کو واپس آئے۔"

کرکلس: بہت خوب۔ میں سب باتیں اسے اچھی طرح سمجھا دوں گا۔

کرکلس اور عرب دونوں واپس لوٹے اور محلسرا سے نکل کر دفتر جنگ میں آئے۔ اتفاق سے اس وقت پہرے کے سردار تبدیل ہو رہے تھے۔ ان میں قیدمون بھی تھا۔ کرکلس نے اسے یوقنا کا حکم سنایا اور جلد

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

باتیں اسے اچھی طرح سمجھا دیں۔

قیدمون تیار بیٹھا تھا۔ وہ دفتر سے باہر آیا اور اس نے ایک ہزار آزمودہ کار سواروں کو منتخب کر کے چلنے کا حکم دیا۔ یہ سب سوار اس راستہ سے جس سے ابھی تھوڑی دیر پہلے شہزادی لوئی اور مرجس گئے تھے قلعہ سے باہر آئے اور نہایت آہستہ آہستہ مشرق کی طرف چل پڑے۔

○

اب چاند غروب ہو چکا تھا۔ ستارے جھلملانے لگے تھے۔ صبح کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ قیدمون اپنے لشکر کو آہستہ آہستہ پہاڑ کی ترائی کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس نے اپنے لشکر کو بتا دیا تھا کہ وہ صرف پچاس مسلمانوں سے لڑنے جا رہے ہیں۔ رومی یہ سن کر خوش ہو گئے تھے۔

اب آفتاب نکل آیا تھا۔ اس کی کرنیں زمین کی سبزہ زار روش پر لوٹنے لگی تھیں۔ قیدمون کے سپاہی اس فرش کو پامال کرتے چلے جا رہے تھے۔

جب انھوں نے چار میل کے قریب فاصلہ طے کیا تو انھیں ایک چرواہا ملا جو جلد جلد اپنے مویشیوں کو گاؤں کی طرف لے جا رہا تھا۔

قیدمون نے اس چرواہے کو اپنے پاس بلایا۔ چرواہا خوفزدہ ہو رہا تھا۔ وہ ڈرتے ڈرتے قیدمون کے قریب آیا۔ جھک کر سلام کیا۔ قیدمون نے کہا:

"تجھے معلوم ہے کہ کچھ مسلمان سوار اس طرف سے گئے ہیں؟"

چرواہے نے خوفزدہ لہجے میں کہا:

"جناب۔ کچھ عرب آپ سے ایک گھنٹہ پہلے اسی راستے سے گزرے ہیں۔ وہ دوپہر تک واپس آ جائیں گے۔"

قیدمون: ان کی تعداد کتنی تھی؟

چرواہا: جناب زیادہ سے زیادہ پچاس آدمی ہوں گے۔

قیدمون: لیکن انھوں نے تیرے مویشی کیوں نہیں پکڑے؟

چرواہا: جس گاؤں کا میں رہنے والا ہوں، وہ عربوں کی صلح میں داخل ہے اس لیے وہ مجھ سے مویشیوں کے طالب نہیں ہوئے۔

قیدمون (غصہ سے): نامرد بزدلو! تم نے وحشی عربوں سے صلح کر لی۔ یاد رکھو ہم عربوں کو شکست دیں گے

اور اس کے بعد ان لوگوں کو جنھوں نے ان سے صلح کر لی ہے، فنا کر دیں گے۔ ان کے گھروں کو تباہ کر دیں گے۔ ان کی دولت لوٹ لیں گے اور ان کے اہل و عیال کو فروخت کر ڈالیں گے۔

چرواہا ڈر گیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"غریب پرور۔ صلح کرنے والے تو بڑے لوگ ہیں۔ ہم چھوٹے آدمی ہیں۔ ہمیں کون پوچھتا ہے۔ ہم تو سب ہی کی رعیت ہیں۔"

قیدمون: ابھی بڑے لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ ایسے غداروں کو سرِ راہ پھانسی دی جائے گی۔ تم جاؤ۔

چرواہا سلام کر کے چلا گیا۔ قیدمون آگے بڑھا۔

یہ لشکر آہستہ آہستہ چل رہا تھا کہ ایک پہر گزرنے پر پہاڑی درے کے قریب پہنچے۔ قیدمون نے اپنے لشکر کو اسی جگہ قیام کرنے کا حکم دیا کیونکہ درہ زیادہ کشادہ نہ تھا۔

ابھی اس لشکر کو ٹھہرے ہوئے تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ سامنے درے سے مسلمانوں کا مختصر گروہ آتا ہوا نظر آیا۔ قیدمون نے فوراً اپنے لشکر کو صف بستہ کیا۔

مسلمانوں نے رومیوں کے عظیم الشان لشکر کو دیکھا تو وہ گھبرا گئے۔ انھوں نے واپس لوٹنا چاہا لیکن اب یہ مشکل تھا۔

مسلمانوں کے آگے آگے ان کے سردار مناوش تھے۔ ان کے ہاتھ میں اسلامی علم تھا۔ ان کے پیچھے بہت سے مویشی تھے اور سیکڑوں خچروں اور اونٹوں پر غلہ لدا ہوا تھا۔

مناوش درے سے نکل کر کھلے میدانوں میں آ گئے۔ انھوں نے خوفزدہ نگاہوں سے رومیوں کو دیکھا جو تعداد میں ان سے بیس گنا تھے۔

قیدمون نے بلند آواز سے کہا:

"شوریدہ سر عربو! موت منظور کرتے ہو یا ہتھیار ڈال کر گرفتار ہونا بہتر سمجھتے ہو؟"

مناوش نے پچاس آدمیوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے کہا:

"مسلمانو!

دشمن تم سے تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ تم صرف پچاس ہو اور رومی ایک ہزار۔ یہ یقینی امر ہے کہ ہم ان رومیوں پر فتح نہیں پا سکتے۔ اگر وہ بغیر ہاتھ پیر ہلائے اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کر دیں تب بھی ہمارے ہاتھ ان کو قتل کرتے کرتے شل ہو جائیں گے اور جنگ کرنے میں موت لابدی ہے۔ اس وقت بھاگنا بھی ناممکن ہے۔ اب

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

صرف ایک بات رہ جاتی ہے کہ ہم ہتھیار ڈال کر رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو جائیں اور اپنے آپ کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ بتاؤ تمہیں کیا منظور ہے؟"

مسلمانوں نے سنجیدگی سے مناوش کی تمام گفتگو کو سنا۔ ان میں سے متعدد لوگوں نے کہا:

"بھاگنا بزدلی ہے اور گرفتار ہونا بھی دانشمندی کے خلاف ہے۔ ہمارے خیال میں جنگ کرنا ہی بہتر اور مناسب ہے"۔

مناوش کا چہرہ مسلمان جانبازوں کے اس جواب سے چمک گیا۔ انھوں نے کہا:

"بزدل فنا ہو جاتے ہیں۔ ان کا نام صفحۂ دنیا سے مٹ جاتا ہے۔ کوئی انہیں یاد نہیں کرتا لیکن بہادر اگر شہید بھی ہوتے ہیں تو ان کے کارنامے آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے یادگار ہوتے ہیں ہمیشہ ان کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔ وہ مر جاتے ہیں مگر ان کا نام زندہ رہتا ہے۔

تم جہاد کرنے کو آئے ہو۔ جہاد کی اصلی روح اسلام پر مٹنا ہے۔ اسلام پر مٹنے والا شہید ہوتا ہے۔ ایک مجاہد کو شہادت سے زیادہ اور کیا چیز عزیز ہو سکتی ہے۔ ایک نہ ایک دن مرنا تو ضرور ہے۔ موت سات تالوں کے اندر بھی چھوڑنے والی نہیں۔ پھر ہم کیوں مرنے سے جی چرائیں۔ کیوں نہ اسلام پر جاں نثار کر کے شہید ہوں۔ جس سے دنیا میں نام ہو اور عقبیٰ میں فردوس ملے۔

اسلام کے بابہ ناز فرزندو! بڑھو اور دشمن کو دکھا دو کہ تم اسلام کے پیچے جاں نثار ہو۔ الوداع! آخری سلام۔ بس اب قیامت کے روز فردوس میں ملیں گے"۔

مسلمانوں میں ایک جذبہ پیدا ہوا۔ ان کے دل جوش و دلیری سے معمور ہو گئے۔ انھوں نے اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگا کر رومیوں پر حملہ کر دیا۔

رومیوں کا خیال تھا کہ مسلمان تھوڑے ہیں۔ وہ ڈر کر ہتھیار ڈال دیں گے اور خود کو ہمارے رحم و کرم پر چھوڑ دیں گے لیکن جب انھوں نے مسلمانوں کو حملہ کرتے ہوئے دیکھا تو حیران رہ گئے اور ان کی اس دلیری پر عش عش کر اٹھے۔

مسلمانوں نے بڑے جوش و خروش سے حملہ کیا تھا۔ انھوں نے رومیوں کے تحیر سے فائدہ اٹھایا اور پہلے ہی ہلّے میں بہت سے رومیوں کو قتل کر کے زمین پر ڈال دیا۔

جنگ زور و شور سے ہو رہی تھی۔ برق دم تلواریں لہرائی ہوئی اٹھیں اور اپنے شیدائیوں کے خون میں نہا کر سرخ پوش دلہنیں بن گئیں۔ موت کا بازار گرم ہو گیا۔ سپاہی کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ خون کے چھینٹوں سے زمین لالہ زار بن گئی۔ زخمی کراہنے لگے۔ تلواریں جلد جلد چل رہی تھیں۔ رومیوں نے چاروں طرف سے مسلمانوں کو نرغے میں لے لیا۔ مٹھی بھر مسلمان بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے تھے اور ہر حملے میں دس بیس رومیوں کو ہلاک کر دیتے تھے۔

رومی ہمک ہمک کر مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے لیکن ہر مرتبہ وہ اپنے دو چار آدمی موت کے منہ میں پہنچا کر واپس ہو جاتے تھے۔

دیر تک کارزار گرم رہا۔

قیدمون گفنی کے چند مسلمانوں کی شجاعت و جرأت دیکھ کر سخت متعجب ہوا۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو غیرت دلانے کے لیے کہا:

"رومی دلیرو۔ تمہاری بہادری کو کیا ہوا؟ تم بزدل کب سے بن گئے؟ تم ایک ہزار ہو کر بھی ان پچاس مسلمانوں کو قتل یا قید نہیں کر سکتے؟ میرے بہادرو! عربوں کو تلواروں کی باڑ پر رکھ لو اور دم کے دم میں ان کا خاتمہ کر دو"۔

رومیوں کو غیرت آئی۔ انھوں نے غضب ناک ہو کر نہایت سخت حملہ کیا۔ مسلمان اس حملے کی تاب نہ لا سکے۔ انھوں نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن رومیوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ وہ ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹ سکے۔

مناوش نہایت سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ ان کی خارا شگاف تلوار رومیوں کو جلد جلد فنا کر رہی تھی۔ ان کا ہر وار ایک دو رومی سپاہیوں کو ہلاک کر دیتا تھا۔ رومی ان سے ڈرنے لگے تھے۔

قیدمون نے مناوش کو دیکھا۔ ان کے ہاتھ میں اسلامی پرچم تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ مسلمانوں کے سردار یہی ہیں اور جب تک یہ زندہ رہیں گے مسلمان کبھی پیچھا نہیں ہوں گے۔ اس نے پچاس رومیوں کو ہمراہ لے کر تنہا مناوش پر حملہ کر دیا۔

مناوش بوستِ شجاعت میں سرشار ہو رہے تھے۔ وہ بڑھ بڑھ کر رومیوں پر حملے کر رہے تھے۔ اکثر وہ مسلمانوں سے دور ہو جاتے تھے اور دو چار رومیوں کو قتل کر کے پھر واپس آ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ جوش میں آ کر آگے بڑھے اور مسلمانوں کے مختصر گروہ سے کسی قدر آگے نکل گئے تو قیدمون موقع پا کر مع اپنے آزمودہ کار سپاہیوں کے ان کی پشت پر آ گیا۔ جب مناوش واپس لوٹے تو انھوں نے رومیوں کو اپنے اور مسلمانوں کے درمیان حائل پایا۔

مناوش گھبرائے نہیں۔ انھوں نے فوراً قیدمون کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا۔ دو رومی اس پہلے ہی حملے میں قتل ہوئے لیکن اب رومیوں نے بھی ان پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا اور ہر طرف سے مناوش پر

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

تلواریں پڑنے لگیں۔

مناوش اب حیرت انگیز سرعت سے چاروں طرف تلوار چلانے لگے لیکن رومی محاصرہ کرتے کرتے بالکل ان سے جا ملے۔ اب انہیں گھوڑا دوڑا کر لڑنے کی جگہ نہ رہی۔ مجبور ہو کر ایک ہی جگہ کھڑے ہو گئے اور رومیوں کو دور کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ رومی برابر چاروں طرف سے تلواریں مار رہے تھے۔

اب مناوش زخمی ہو گئے تھے۔ ان کے متعدد زخموں سے خون جاری ہو گیا تھا۔ وہ عرصہ تک لڑ رہے تھے۔ ان کے ہاتھ رومیوں کو قتل کرتے کرتے شل ہو گئے تھے۔ اس وقت زخمی ہونے اور زیادہ خون زیادہ نکل جانے کی وجہ سے وہ مضمحل ہو گئے تھے۔ ان کی طاقت جواب دینے لگی تھی اور پھر ان کی زندگی بچی کھچی تھی۔

انھوں نے حسرت سے چاروں طرف دیکھا۔ ہر طرف ان کے خون کے پیاسے نظر آ رہے تھے۔ ان میں اتنی طاقت نہ رہی تھی کہ تلوار اٹھا سکتے۔ ڈھال پر دشمنوں کے وار روکتے رہے۔ رومیوں نے پھر ان پر ان گنت وار کیے۔ ہر تلوار ان کے بدن پر پڑی۔ زخموں سے ان کا بدن چھلنی ہو گیا۔ خون اسی قدر نکل رہا تھا کہ ان کے کپڑے خون میں تر ہو گئے اور اب خون بہہ بہہ کر زمین کو تر کر رہا تھا۔

مناوش نے آسمان کی طرف دیکھا اور نہایت نحیف آواز میں کہا:

"خدایا! میری اس خدمت کو قبول فرما!"

ان کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا۔ علم ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ضعف بڑھ جانے کی وجہ سے گھوڑے سے گرنے لگے۔ انھوں نے جھک کر اپنا سر وفادار گھوڑے کے ایال پر رکھ دیا۔

قیدمون آگے بڑھا۔ اس نے اپنی تلوار کا وار پوری قوت سے نیم جان مناوش پر کیا۔ ان کا سر کٹ کر گرا۔ قیدمون نے فوراً ان کا سر نیزے پر چڑھا کر بلند کر دیا۔

مسلمان اب بھی نہایت سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ وہ جنگ میں ایسے منہمک تھے کہ ان کو اپنے سر و پا کا بھی ہوش نہ تھا۔ انھوں نے بہت سے رومیوں کو قتل کیا۔ خون کے چھینٹوں نے انہیں سر سے پیر تک رنگ میں رنگ دیا تھا۔ اگرچہ لڑتے لڑتے دیر ہو گئی تھی لیکن ان کے جوش و خروش میں فرق نہ آیا تھا۔ وہ آنکھ اٹھا کر دشمنوں کی تعداد کو نہ دیکھتے تھے بلکہ اپنے سامنے والے دشمن کو قتل کرنے کی فکر میں تھے۔

دفعتاً انھوں نے رومیوں کی شادمانی کی آوازیں سنیں۔ مسلمان اس شور و غل کو سن کر چونکے۔ انھوں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ انہیں مناوش کا سر نیزے کی نوک پر نظر آیا۔ وہ سراسیمہ ہو گئے۔ ان کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ وہ بھاگنے کا راستہ دیکھنے لگے۔

انھوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر مغرب کی طرف والے رومیوں پر حملہ کیا۔ رومی منتشر ہو گئے۔ مسلمانوں کو راستہ ملا تو انھوں نے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ دیا۔ عربی گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ رومیوں نے ان بھاگنے والے مسلمانوں کو شمار کر لیا۔ یہ صرف بیس عرب تھے۔ تیس مسلمان شہید ہوئے تھے اور سو سے زیادہ رومی قتل ہوئے تھے۔

قیدمون نے نہایت مسرت سے بھاگنے والے مسلمانوں کو دیکھا اور خوش ہو کر کہا:

ان عربوں نے رومیوں کو بزدل سمجھ لیا تھا لیکن میں نے ان کو ایسا سبق دیا ہے کہ عمر بھر یاد رکھیں گے۔ اب وہ رومیوں کو بزدل نہ کہیں گے۔

بہادر رومیو! مجھے اندیشہ ہے کہ ٹڈی دل مسلمان انتقام کے جوش میں اس طرف نہ چلے آئیں۔ تم مسلمانوں کی رسد لے کر پہاڑوں پر چڑھو۔ رات کے وقت قلعہ میں واپس چلیں گے۔

رومیوں نے رسد کے مویشیوں کو ہانکا اور جلد جلد پہاڑی درے میں داخل ہو کر غائب ہو گئے۔

اب آفتاب نصف النہار کو عبور کر گیا تھا۔ آسمان نکھرا ہوا تھا۔ دھوپ کسی قدر تیز تھی لیکن ایسی نہ تھی جو ناگوار ہوتی۔

وہ عرب جو قیدمون کے مقابلے سے بھاگے تھے اب بھی نہایت تیزی سے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے۔ گھوڑوں کے سم زمین پر لگتے محسوس نہ ہوتے تھے۔

یہ عرب زین سے اٹھے ہوئے کسی قدر آگے کو جھکے ہوئے تھے۔ ان کی عباؤں کے دامن گھوڑوں کی دم کی طرف ہوا میں اڑ رہے تھے۔ وہ بہت تھوڑی دیر میں مسلمانوں کی فرودگاہ میں پہنچ گئے۔

اس وقت حضرت ابو عبیدہؓ ایک اونچے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے دور سے مسلمانوں کو اس طرح آتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے اٹھ کر لشکر سے باہر آئے۔ حضرت خالدؓ ان کے ساتھ تھے۔ وہ سخت مضطرب تھے۔ بے چینی کے آثار ان کی نظروں سے ظاہر تھے۔

بھاگ کر آنے والے مسلمان ان کے قریب آ کر ٹھہرے۔ ان کے چہرے گرد آلود ہو رہے تھے۔ خشک لبوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اضطراب آمیز لہجے میں ایک عرب کو مخاطب

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

کرتے ہوئے پوچھا:

"یعقوب کیا واقعہ ہوا؟ تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟"

یعقوب وہ عرب تھا جو سب سے آگے تھا۔ اس نے کہا:

"میرے بہت سے ساتھی مارڈالے گئے۔ حضرت مناذش شہید ہوگئے۔ رسد لوٹ لی گئی۔"

حضرت ابوعبیدہؓ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ جسم کانپنے لگا۔ انھوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"مسلمانوں پر یہ تباہی کس نے ڈالی؟"

یعقوب: رومیوں نے۔

ابوعبیدہؓ: لیکن رومی کہاں سے آئے؟ وہ کس قدر تھے؟ ان کا سردار کون تھا؟

یعقوب: ہم رسد کا سامان لا رہے تھے۔ جب ہم نے پہاڑی درے کو عبور کر لیا تو ہمیں کھلے ہوئے میدان میں رومیوں کا لشکر صف بستہ نظر آیا۔ میدان رومیوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ تعداد میں ہم سے زیادہ معلوم ہوتے تھے۔ ایک موٹا بطریق[1] ان کا سردار تھا۔ انھوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ ہم لڑے لیکن جب ہمارے سردار حضرت مناذش شہید ہوگئے تو ہمارے قدم اکھڑ گئے۔ ہم بھاگ آئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے مغموم ہو کر کہا:

"بڑا غضب ہوا۔ ہم نے قلعہ حلب کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ رومی حلب سے باہر نہیں نکلے۔ پھر یہ رومی کہاں سے پیدا ہو گئے؟"

اب یعقوب کے سب ہمراہی آ گئے تھے۔ یعقوب نے کہا:

"ہم نہیں جانتے یہ رومی کہاں سے آ گئے؟"

ابوعبیدہؓ: ممکن ہے صلح کرنے والے رومیوں نے غداری کی ہو۔ اگر انھوں نے عہد شکنی کی ہے تو میں ان کے ایک ایک آدمی کو مار ڈالوں گا۔

پھر وہ حضرت خالدؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا:

اے ابا سلمانؓ، اس خبر نے مجھے مغموم کر دیا ہے۔ رومی موقع کی تاک میں رہتے ہیں۔ ان کے ہمارے لشکر میں موجود ہیں جو ہماری نقل و حرکت کی خبریں رومیوں تک پہنچاتے ہیں۔ کس قدر افسوس کرتیس مسلمان شہید ہو گئے۔ رسد کا سامان لوٹ لیا گیا۔ تم رومیوں کے تعاقب میں جاؤ اور ان سے انتقام لو۔

خالدؓ: بہت مناسب۔

حضرت خالدؓ پلک کر اپنے خیمے میں گئے۔ انھوں نے جلدی سے زرہ بکتر پہنا۔ ہتھیار لگائے اور خیمے سے باہر آ کر خود ہی گھوڑے پر زین کسا اور جلدی سے اس پر سوار ہو کر گھوڑے کو دلکی چوکڑی دلائی۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کو تنہا جاتے دیکھا تو آواز دے کر کہا:

"ابا سلمانؓ! کہاں جا رہے ہو؟"

حضرت خالدؓ نے گھوڑے کو روک کر کہا:

"آپ کے حکم کی تعمیل کرنے۔"

ابوعبیدہؓ: کیا تنہا؟

خالدؓ: ہاں۔ تنہا ہی۔

ابوعبیدہؓ: نہیں نہیں۔ تنہا نہ جاؤ۔ دشمن کثیر تعداد میں ہیں۔

خالدؓ: وہ صرف ایک ہزار ہیں اور میں خدا کے فضل سے انہیں کافی ہوں۔

ابوعبیدہؓ: یہ سچ ہے لیکن تمہیں اپنے ہمراہ پانچ سو مسلمان لے جانے چاہییں۔

خالدؓ: مگر کیوں اتنے آدمیوں کو پریشان کیا جائے۔

ابوعبیدہؓ: اچھا چار سو سپاہی لے جاؤ۔

خالدؓ: چار سو بھی بہت ہیں۔

ابوعبیدہؓ: بس تو تم تین سو آدمیوں کو لے جاؤ۔ اس سے کم کی میں اجازت نہیں دے سکتا۔

خالدؓ: بہت اچھا۔

حضرت خالدؓ لشکر میں واپس گئے۔ انھوں نے جلدی جلدی تین سو سپاہی منتخب کیے۔ ان میں ضرارؓ بھی تھے۔ یہ مختصر لشکر بہت جلد مسلح ہوا اور حضرت خالدؓ کے ہمراہ تیزی سے چلا۔

⊙

مسلمانوں نے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ دیا۔ وہ ہوا سے باتیں کرتے جا رہے تھے۔ عربی گھوڑے

[1] حضرت خالدؓ کی کنیت۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

اس قدر تیز دوڑ رہے تھے کہ معلوم ہوتا تھا وہ زمین کو لپیٹ رہے ہیں۔

حضرت ضرارؓ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے۔ وہ صرف ایک تہ بند باندھتے تھے کندھے پر موٹے اون کا ایک کمبل پڑا تھا۔ ہاتھ میں لمبا نیزہ تھا۔ تار پر تلے میں پڑی تھی سب سے آگے تھا۔ وہ اس طرح نیزے کو ہاتھ میں لیے ہوئے تھے جیسے دشمن ان کے سامنے وہ حملہ کرنے کی غرض سے اس پر جھپٹ رہے ہوں۔

اب آفتاب مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ دھوپ میں زردی آچکی تھی۔ ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی چل تھی۔ حضرت خالدؓ اور ان کے ہمراہی تیزی سے دوڑے جا رہے تھے۔ انہوں نے بہت جلد مرا طے کر لی اور معرکے کی جگہ پر پہنچے۔

یہاں رومی لشکر کا پتہ نہ تھا۔ البتہ مُردے نہایت بیکسی کے عالم میں پڑے تھے اور چند رومی بیٹھے متاسف ہو رہے تھے۔

رومیوں نے جب مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے نہایت ادب سے سلام کیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے اکثر لوگ دہشت سے کانپ رہے تھے۔ بعض آنسو جاری تھے۔

حضرت خالدؓ نے ان میں سے ایک ضعیف العمر آدمی کو اپنے قریب بلایا اور کہا:

"افسوس کہ تم نے اپنے معاہدے کو توڑ دیا۔ ہمارے آدمیوں کو مار ڈالا اور رسد لوٹ لی۔ صلح شکنی تم نے کیوں کی؟"

اس بوڑھے رومی نے مزید جھک کر کہا:

"حضورِ انور! ہماری صلح قائم ہے۔ ہم نے بدعہدی نہیں کی۔ یہ کشت و خون ہم نے نہیں کیا۔ ہم نے رسد لوٹی۔ ہم بالکل بے گناہ ہیں۔"

خالدؓ: پھر یہ کس کا کام ہے؟ مسلمانوں سے کون لڑا؟ یہاں قریب رومیوں کا کوئی اور قلعہ ہے؟

بوڑھا رومی: بے شک قریب میں رومیوں کا کوئی قلعہ نہیں ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ میرے گاؤں سرحد پر کشت و خون ہو گیا ہے تو میں اس جگہ آیا۔ میں نے تحقیقات کی بڑی جستجو کے معلوم ہوا کہ یوقنا کا سردار قیدمون اس جگہ آیا تھا۔ وہی مسلمانوں سے لڑا اور اس نے سب کچھ کیا ہے۔

خالدؓ: لیکن جب ہم نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے تو قیدمون کس طرف سے نکل آیا؟

بوڑھا رومی: حضور نے پہاڑی حصے پر محاصرے کو قائم نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرف کوئی چور راستہ ہے جس سے قیدمون قلعہ سے باہر آیا۔

خالدؓ: مگر وہ دن میں قلعہ کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ کہاں غائب ہو گیا۔

بوڑھا رومی: قیدمون نہایت تجربہ کار افسر ہے۔ وہ سمجھ گیا ہو گا کہ مسلمان بدلہ لینے کے لیے بہت جلدی آئیں گے اس لیے وہ پہاڑ پر چڑھ گیا جہاں وہ رات ہونے تک چھپا رہے گا اور رات کو قلعہ میں داخل ہو جائے گا۔

خالدؓ: لیکن تم قسم کھاؤ کہ تمہارا اس کشت و خون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بوڑھا رومی: ہمیں حضرت مسیحؑ کی شفاعت حاصل نہ ہو اگر ہمارا اس کشت و خون سے ذرا سا بھی تعلق ہو۔

حضرت خالدؓ نے تھوڑی دیر سکوت کیا پھر کہا:

"بوڑھے رومی! تم نے بہت سخت قسم کھائی ہے۔ ہمیں تمہاری بے گناہی کا یقین آ گیا ہے۔ اب تم ہمارے ساتھ چلو اور بتاؤ کہ دشمن کہاں چھپا ہوا ہے؟"

بوڑھے رومی نے حضرت خالدؓ کا شکریہ ادا کر کے کہا:

"حضور یہ ہم کیسے بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں چھپا ہے جب ہمارا کوئی آدمی اس کے ساتھ نہیں تھا۔"

خالدؓ: لیکن جس راستہ سے وہ رومی سردار گیا ہے تم وہ راستہ تو بتا سکتے ہو؟

بوڑھا رومی: بے شک میں اس راستے کو خوب جانتا ہوں۔ چلیے میں بتاتا ہوں۔

بوڑھا رومی آگے آگے روانہ ہوا۔ حضرت خالدؓ معہ ہمراہیوں کے اس کے پیچھے چلے۔ رومی درّے میں داخل ہوا۔ درّہ کسی قدر کشادہ تھا۔ رومی نے تھوڑی دور چل کر سیدھا راستہ چھوڑ دیا اور داہنی طرف گھوما اور تقریباً ایک میل تک چلتا گیا۔ یہ راستہ چکر کھا کر پہاڑ کی چوٹی پر جا رہا تھا۔ اس راستے کے دونوں طرف سر بفلک پہاڑیاں تھیں جن کو نظر اٹھا کر دیکھنے سے خوف معلوم ہوتا تھا۔ پتھر کی بڑی بڑی سلیں چٹانوں پر اس طرح رکھی تھیں کہ ایک معمولی آدمی بھی ان کو دھکیل کر راستے والوں کو کچل سکتا تھا۔ کہیں کہیں راستے کے کنارے پر مہیب غار تھے جو تحت الثریٰ تک عمیق معلوم ہوتے تھے۔

جب ایک میل کا راستہ طے ہو گیا تو درہ ختم ہو گیا اور ایک کشادہ وادی ملی جس میں سبز مخملی فرش بچھا ہوا تھا۔ متعدد تناور درخت کھڑے تھے۔ چھوٹے چھوٹے پودے اور خاردار جھاڑیاں بہت کثرت سے تھیں۔ بوڑھے نے حضرت خالدؓ سے کہا:

"آپ اس جگہ اپنے لشکر کو پتھروں کے پیچھے چھپا دیں۔ قیدمون اسی راستے سے آئے گا۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

خالدؓ: کوئی اور راستہ تو نہیں ہے جس سے وہ نکل جائے؟

بوڑھا رومی: کوئی راستہ نہیں ہے۔

حضرت خالدؓ نے سپاہیوں کو قیام کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے بوڑھے رومی سے کہا:

"اس وادی میں کوئی چشمہ ہے جس کا پانی ہم استعمال کر سکیں؟"

بوڑھے نے کچھ دیر غور کیا پھر اس نے کہا:

"حضور۔ ایک چھوٹا سا چشمہ ہے۔ آئیے میں بتا دوں۔"

حضرت خالدؓ نے اپنا گھوڑا چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ بوڑھے رومی کے پیچھے پانی کی تلاش میں چلے۔ بوڑھا جنوب کی طرف چٹانوں پر چڑھنے لگا۔ وہ ضعیف العمر تھا۔ پہاڑ کی چڑھائی اس کے لیے مشکل تھی لیکن اس وقت وہ مسلمانوں کی خوشنودی چاہتا تھا اس لیے اپنے اوپر جبر کر کے برابر ایک چٹان سے دوسری پر بڑھا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ڈھلواں پہاڑی کے کنارے پر جا کھڑا ہوا۔

اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اب وہ مشرق کی طرف چلا اور تھوڑی دور چل کر پہاڑ کی گھاٹی میں اترنے لگا۔ یہاں کثرت سے سبزہ اگا ہوا تھا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ رکا اور بولا:

"دیکھیے۔ وہ سامنے پانی کا چشمہ ہے۔"

حضرت خالدؓ نے اس چشمے کو دیکھا۔ وہ اس کے کنارے پر پہنچے۔ اس جگہ چھوٹے چھوٹے پودے کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے تلوار نکال کر کچھ پودوں کو کاٹ کر تھوڑی سی جگہ صاف کی اور بیٹھ کر وضو کیا۔ پھر تھوڑا سا پانی پیا اور اشارے سے مسلمانوں کو اس جگہ آنے کو کہا۔

مسلمان گھوڑوں کی حفاظت کے واسطے دس آدمیوں کو چھوڑ کر سب کے سب اوپر چڑھ کر حضرت خالدؓ کے پاس پہنچے۔ حضرت خالدؓ نے ان کو چشمہ دکھایا۔ سب نے وضو کرنا شروع کیا۔

اب حضرت خالدؓ نیچے وادی میں اتر آئے۔ انھوں نے باقی ماندہ دس آدمیوں کو بھی وضو کرنے کو بھیجا اور خود گھوڑوں کی نگرانی کرنے لگے۔ بوڑھا رومی بھی ان کے پاس چلا آیا۔ تھوڑی دیر میں سب لوگ وضو کر کے خالدؓ کے پاس چلے آئے۔

اب سورج غروب ہو گیا تھا۔ مشرق کی طرف سے اٹھنے والی سیاہی نے پہاڑ کے منظر کو ہیبت ناک بنا دیا تھا۔

ایک عرب نے اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اذان کہی۔ پھر نماز شروع ہوئی۔ بوڑھا رومی تعجب اور اشتیاق بھری نظروں سے ان کو نماز پڑھتے دیکھتا رہا۔ نماز کے بعد حضرت خالدؓ نے تمام مسلمانوں کو چٹانوں کے

پیچھے پوشیدہ کر دیا۔

وقت گذرتا رہا۔ یہاں تک کہ عشا کی نماز کا وقت ہو گیا۔ ابھی تک رومیوں کا کوئی پتہ نہ تھا۔ انھوں نے جلد جلد عشا کی نماز سے فراغت کر لی اور پھر گھات میں بیٹھ کر رومیوں کا انتظار کرنے لگے۔

اب رات ایک تہائی کے قریب آ گئی تھی۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے نکلا تھا۔ سفید چاندنی پہاڑوں کی چٹانوں پر عجیب لطف دے رہی تھی۔ رومیوں کی آمد کا اب بھی کوئی نشان نہ تھا۔ حضرت خالدؓ نے بوڑھے رومی سے کہا:

"معلوم ہوتا ہے حلب کا کوئی اور راستہ بھی ہے جو تمہیں معلوم نہیں اور رومی اسی راستے سے چلے گئے ہیں۔"

بوڑھے رومی نے نہایت وثوق سے کہا:

"کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ قیدمون مسلمانوں سے خائف ہے اس لیے وہ دیر سے آئے گا کہ مسلمان اگر اس کے تعاقب میں آئے ہوں تو انتظار کر کے مایوس ہو کر لوٹ جائیں اور وہ پچھلی رات میں سفر کر کے قلعہ حلب میں داخل ہو جائے۔"

بوڑھے رومی کی یہ بات قرینِ قیاس تھی اس لیے حضرت خالدؓ خاموش ہو گئے اور پھر رومیوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

رات نصف کے قریب آ گئی تھی۔ چاند کسی قدر مغرب میں جھک گیا تھا۔ اس وقت فطرتاً ہر شخص کا دل آرام کرنے کو چاہتا ہے لیکن مسلمان غم و غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ وہ انتقام لینے کے لیے بے چین ہو رہے تھے۔ انہیں آرام کی خواہش نہ تھی۔ ان کی آرزو تھی کہ قیدمون اس وقت ان کے سامنے آ جائے اور وہ جنگ کر کے اپنے دلوں کے ولولے نکال لیں۔

جب بیٹھے ہوئے کافی دیر ہو گئی تو حضرت خالدؓ نے حضرت ضرارؓ سے کہا:

"تم بہت تجربہ کار ہو۔ دور سے گھوڑوں کی ٹاپوں کو سن کر بتا دیتے ہو کہ سوار کس قدر فاصلے پر ہیں ذرا وادی میں جا کر دیکھو تو رومیوں کی آمد کا کچھ حال معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟"

حضرت ضرارؓ "اچھا" کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ پتھر کی چٹانوں کو پھلانگتے ہوئے وادی میں پہنچے۔ اور زمین پر لیٹ گئے۔ دو تین منٹ تک بالکل خاموش پڑے رہے۔ انھوں نے زمین سے کان لگا دیے اور آہٹ محسوس کرنے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھے اور جلد جلد حضرت خالدؓ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے پوچھا:

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

"کہیے۔ کچھ پتہ چلا؟"

ضرارؓ: ہاں معلوم ہوگیا۔ دشمن آرہا ہے۔ دور سے لاتعداد قدموں کی آوازیں میں نے سنی ہے۔

اب سب خاموش ہوکر بیٹھ گئے۔ رات سائیں سائیں کر رہی تھی۔ پہاڑی پہ بھی خاموشی طاری تھی۔ تمام وادی پہ چاندنی کھل رہی تھی۔ مسلمان چپ چاپ بیٹھے تھے کہ دور سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آنا شروع ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا:

"ہوشیار ہو جاؤ۔ دشمن قریب آگیا!"

مسلمان اور مستعد ہوکر بیٹھ گئے۔ آواز دمبدم قریب ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے میں سامنے سے رومیوں کا لشکر آتا نظر آیا جو نہایت آہستہ روی سے آرہا تھا۔ ذرا سا کھٹکا ہونے پہ بھی رومی چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگتے تھے۔

قیدموں اگلے دستے کے بیچ میں تھا۔ اس کے سر پہ رومی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اس کے سینے پر سونے کی صلیب لٹک رہی تھی جو چاندنی پڑنے سے جگمگا رہی تھی۔

قیدموں کہہ رہا تھا:

"مسلمانوں نے ضرور ہمارا تعاقب کیا ہوگا لیکن جب انھوں نے ہمیں نہ دیکھا ہوگا تو پیچ و تاب کھا کر واپس چلے گئے ہوں گے یا اگر ہمارے انتظار میں ٹھہرے ہوں گے تو رات کے ابتدائی وقت تک منتظر رہ کر مایوس ہوکے واپس چلے گئے ہوں گے۔ آج جب میں یوقنا کو سلام کروں گا تو وہ مجھ سے کس قدر خوش ہوگا۔ حقیقت میں میں نے کی بھی بڑی بہادری۔ مسلمانوں سے رسد چھین لینا آسان کام نہ تھا۔ آہا! ہرقل کی مہربانی سے میرا منصب بڑھ جائے گا۔ میں کرکلس سے دوسرے مرتبہ کا سردار بنا جاؤں گا۔ اوہ خدا! اس عہدے کا تو مجھے خواب میں بھی خیال نہ تھا۔"

ابھی قیدموں کا فقرہ ختم ہی ہوا تھا کہ اللہ اکبر کے غلغلہ انداز نعروں نے پہاڑوں کو ہلا دیا۔ رومی کانپ گئے۔ قیدموں خوف و دہشت سے سپید پڑ گیا۔ گھوڑے بھڑکنے لگے اور رومی گھوڑوں کو قابو میں کرنے کی فکر میں لگ گئے۔

مسلمان جلدی سے گھات سے باہر آگئے۔ رومیوں نے گھبرائی ہوئی آنکھوں سے مسلمانوں کو دیکھا جو ان کو ہر جھاڑی اور ہر پتھر سے نکلتے ہوئے نظر آئے۔ وہ بدحواس ہوگئے۔ خوف و دہشت نے ان پر اپنا تسلط جما لیا تھا۔

مسلمانوں نے وادی میں آتے ہی رومیوں پہ حملہ کر دیا۔ خوفزدہ رومیوں نے بھی تلواریں نکالیں اور

دوبدو جنگ شروع ہوگئی۔

خاموش پہاڑیوں میں تلواروں کی جھنکار، قومی نعروں کی آوازیں اور زخمیوں کی نالہ و فریاد کی صدائیں گونجنے لگیں۔

مسلمان نہایت جوش میں تھے۔ وہ مستعد ہوکر حملہ کرتے تھے اور ان کی تلواریں رومیوں کے خون میں تیر جاتی تھیں۔ حضرت ضرارؓ نیزے سے دشمنوں کے سینے چھید رہے تھے۔

قیدموں بھی رومیوں کو جوش دلاکر بڑھا رہا تھا۔ رومی بھی طیش میں آکر حملے کر رہے تھے۔ بہادر سر زدشمن کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ جو زخمی ہوکر گرتا تھا، گھوڑے اسے کچل ڈالتے تھے۔

حضرت خالدؓ نہایت سختی سے حملے کر رہے تھے۔ ان کا ہر حملہ دو چار رومیوں کو فنا کر دیتا تھا۔ وہ جس طرف نکل جاتے تھے رومیوں کو خاک و خون میں لٹا دیتے تھے۔ رومی ان سے ڈرنے لگے تھے۔

حضرت ضرارؓ کا نیزہ رومیوں کو چھید رہا تھا۔ ان کا بے پناہ نیزہ جس کے سینے پہ پڑتا تھا آہنی زرہ کو توڑ کر سینہ کے پار نکل جاتا تھا اور جس وقت وہ نیزے کو واپس کھینچتے تھے رومی سوار لڑکھڑا کر اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑتا تھا۔

قیدموں اب بھی رومیوں کو جوش دلا رہا تھا۔ حضرت ضرارؓ نے اس کے قریب جاکر اپنی پوری قوت سے نیزہ مارا۔ نیزہ قیدموں کی زرہ توڑ کر سینہ چھیدتا ہوا پشت کے پار ہوگیا۔ قیدموں کے منہ سے دل ہلا دینے والی آہ نکلی۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ آنکھیں صدمے سے حلقوں میں دھنس گئیں۔ حضرت ضرارؓ نے زور سے نیزہ کھینچا اور قیدموں لڑکھڑا کر گھوڑے سے گرا۔ اس کے سینہ سے آہ نہ نکلی۔ حضرت ضرارؓ نے نیزہ چھوڑا اور تلوار کھینچ لی۔

قیدموں کے گرتے ہی رومیوں کے حوصلے پست ہوگئے۔ انھوں نے تلوار چلانا بند کر دی اور "لفون لفون"[1] چلانے لگے۔

حضرت خالدؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو انھوں نے بلند آواز سے کہا:

"رومیو! ہتھیار ڈال دو۔"

رومیوں نے جلدی جلدی ہتھیار پھینک دیے۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کرنا شروع کیا۔ اس کام میں

---

[1] امان - امان

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

بھی شروع ہو گیا۔

جب سب رومی گرفتار ہو گئے تو ان کا شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کی تعداد تین سو ہے۔ اس محاذ سے چھ سو رومی قتل ہو چکے تھے۔ دس مسلمان شہید ہوئے۔

مسلمانوں نے شہیدوں کی نماز پڑھ کر انہیں غار میں دفن کر دیا اور قیدیوں اور رسد کے مویشیوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے رومیوں کے سر نیزوں پر بلند کر لیے۔

○

اب سپیدۂ سحر نمودار ہو گیا تھا۔ چاندنی پھیکی پڑ گئی تھی۔ ستارے جھلملانے لگے تھے۔ افق مشرق میں صبح کی روشنی نمودار ہو چلی تھی۔

مسلمان اپنے قیدیوں کو لے کر آہستہ آہستہ درہ سے نکل کر قلعہ حلب کی طرف بڑھ رہے تھے۔ رسد کے مویشی غلہ سے لدے ہوئے ان کے پیچھے تھے۔ چونکہ وہ قیدیوں کی حفاظت کرتے ہوئے آہستہ روی سے بڑھ رہے تھے اس لیے ذرا دیر میں لشکر کے قریب پہنچے۔

حضرت ابوعبیدہؓ صبح کی نماز پڑھ کر اسلامی لشکر سے باہر آ گئے تھے اور بے چینی سے مسلمانوں کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

جب دور سے انہیں گرد و غبار اٹھتا ہوا نظر آیا تو وہ مضطرب ہو کر بولے:

"خدایا! مسلمان تیرے بھروسے پر لڑ رہے ہیں تو ہی ان کی مدد کر۔"

اب آفتاب بلند ہو گیا تھا۔ دھوپ میدان میں پھیل کر ذروں کو جگمگانے لگی تھی۔ گرد و غبار بڑھتے بڑھتے قریب آ گیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے امید و بیم کی حالت میں ادھر دیکھا۔ گرد کا دامن چاک ہوا اور سامنے سے مسلمان نہایت اطمینان سے آتے دکھائی دیے۔

حضرت ابوعبیدہؓ اور آگے بڑھے۔ مسلمانوں کا مظفر و منصور لشکر قریب آیا۔ سب سے آگے حضرت خالدؓ تھے۔ رومیوں کے سر عربوں کے نیزوں پر دور سے نظر آ رہے تھے۔

مسلمانوں نے قریب آتے ہی زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ سارے اسلامی لشکر نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مار کر جواب دیا۔ اس نعرے کی آواز نے رومیوں کو ہلا دیا۔ قلعہ کی فصیل سے رومیوں نے خوف زدہ ہو کر جھانک جھانک کر مسلمانوں کو دیکھا۔

حضرت خالدؓ نے قریب آ کر سلام کیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے سلام کا جواب دے کر ان سے مصافحہ کیا۔

حضرت خالدؓ نے گھوڑے سے اتر کر تمام واقعہ نہایت مختصر طور پر سنایا اور رومی قیدیوں کی طرف اشارہ کیا۔ قیدی نہایت مغموم تھے اور ان کے سر جھکے ہوئے تھے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"ان رومی قیدیوں کو قلعہ والوں کے سامنے قتل کر دو تاکہ آئندہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ فریب کرنے کی جرأت نہ ہو۔"

حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں کو ایک طرف صف بستہ کر دیا۔ ان کے نیزے اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ نیزوں کے اوپر رومیوں کے سر تھے۔ قیدی کشادہ میدان میں لا کر کھڑے کیے گئے۔ مسلمانوں نے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ قلعہ والے اپنے ساتھی رومیوں کے قتل کا تماشہ فصیل پر سے دیکھیں۔

متواتر نعروں کی آواز سن کر رومی قلعہ کی فصیل پر آ کھڑے ہوئے۔ یوقنا اور ہرکلیس بھی برج کے اندر آ گئے تھے۔

انہوں نے مسلمانوں کی طرف دیکھا۔ وہ سر نیزوں پر دیکھ کر سہم گئے۔ پھر جب ان کی نظر رومی قیدیوں پر پڑی تو وہ اور گھبرا گئے۔

یوقنا نے مضطرب ہو کر کہا:

"معلوم ہوتا ہے مسلمان رومی قیدیوں کو قتل کر کے اپنے ان بیس مسلمانوں کے قتل ہونے کا انتقام لینا چاہتے ہیں جن کو ہم نے قتل کر کے فصیل سے نیچے گرا دیا تھا۔"

ہرکلیس نے بے چین ہو کر کہا:

"یقیناً۔ دیکھیے وہ رومیوں کو قتل کیا جانے لگا۔ کاش! ہم ان مسلمانوں کو قتل نہ کرتے۔ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو ہم ان کے تبادلے میں اپنے ان رومی بھائیوں کو چھڑا لیتے۔"

یوقنا بے تابی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔ اس نے کچھ کہا نہیں۔ دوسرے رومیوں کی طرح اس کی نظریں بھی رومی قیدیوں پر جمی ہوئی تھیں۔

اب مسلمانوں نے رومی قیدیوں کو ایک لمبی صف میں کھڑا کر کے قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔ قلعہ کے رومی اس جاں گداز منظر کو حسرت و افسوس سے دیکھ رہے تھے۔

یوقنا نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔

ہرکلیس نے منہ پھیر لیا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

انہوں نے خود مسلمانوں کو یہ سبق دیا تھا کہ قیدیوں کو دکھا دکھا کر قتل کیا جائے۔ اب اس سبق کے اعادے میں انہیں تکلیف پہنچ رہی تھی۔ وہ اس روح فرسا منظر کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔

ایک ایک کر کے تمام رومی قتل کر دیے گئے۔

ان کو قتل کر کے مسلمانوں نے پھر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور قیام گاہ پر پہنچ کر آرام کیا!

○

گم گشتگی

○

لوسی عرصہ تک بے ہوش پڑی رہی۔ سر جس بہت کچھ جدوجہد اس کے ہوش میں لانے کی کر چکا تھا مگر اسے اب تک ہوش نہ آیا تھا۔

سر جس حسرت و افسوس سے لوسی کے پاس بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ لوسی کو چاہتا تھا اگرچہ خود بے ڈھنگی شکل کا تھا لیکن اچھی صورتوں کو پیار کرتا تھا۔

اس وقت وہ اپنی معشوقہ کو بے ہوش دیکھ کر بے چین ہو رہا تھا۔ وہ جلد سے جلد اسے ہوش میں دیکھنا چاہتا تھا لیکن لوسی کو کسی طرح ہوش آتا ہی نہ تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ اس کے رخساروں سے ہلکا گلابی رنگ اڑ گیا تھا۔ وہ سفید سنگِ مرمر کی تصویر معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے لمبے لمبے سر کے بھورے بال چبوترے پر اس طرح بکھرے پڑے تھے جیسے بہت سے سنپولیے ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں۔

اگلے گھونگھریالے بال کچھ پیشانی پر پیچ و خم کھا رہے تھے اور کچھ دونوں طرف عارضِ تاباں پر پھیلے ہوئے تھے۔ سیاہ پوشاک نے اس کے حسن کو جگمگا دیا تھا۔ باوجودیکہ لوسی اس وقت تکلیف میں تھی لیکن اس کے گورے گورے چہرے پر اب بھی نظر نہ ٹھہرتی تھی۔

سر جس غم و افسوس سے اس حسن کی دیوی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ بار بار لوسی کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھتا۔ لوسی کا ہاتھ ٹھنڈا برف ہو رہا تھا۔ اس کے نازک نازک نتھنے سانس کی آمد و رفت سے پھڑک رہے تھے۔ جب اس کا نرم و گداز سینہ سانس

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لینے کے لیے ابھرتا تو دیکھنے والے کے کلیجے میں تیر سا لگتا۔

حقیقت یہ ہے کہ لوسی نے بے مثل حسن پایا تھا۔ اس کا پیارا پیارا چہرہ اور سڈول جسم مصوروں کے لیے نمونۂ عجیب تھا۔ اس کے جسم کی ساخت نظر فریب تھی اور اس کا حسن زاہد کش تھا۔ وہ ہر حالت میں پیاری معلوم ہوتی تھی۔

اس وقت جبکہ وہ بے ہوش پڑی تھی اور اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا، اس کا حسن دلآویز تھا۔ اس کے پیارے پیارے چہرے سے نظر ہٹنے کا نام نہ لیتی تھی۔

سرجس ابھی تک اس کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ بار بار اس کے بازو کو پکڑ کر آہستہ آہستہ ہلاتا تھا۔ لوسی میں کوئی علامت ہوش کی نہ پائی جاتی تھی۔

وہ اٹھ کر پھولوں کی کیاریوں میں گیا اور تھوڑے سے خوشبودار پھول توڑ لایا۔ اس نے ان پھولوں کو لوسی کے چاروں طرف ڈال دیا اور کچھ پھول ہاتھ میں لے کر لوسی کو سنگھائے۔ تقریباً نصف گھنٹے کے بعد لوسی نے آنکھیں کھول دیں۔

اس کی نگاہوں سے دہشت ٹپک رہی تھی۔ سرجس جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ لوسی نے رفتہ رفتہ اپنے منتشر حواسوں کو مجتمع کرنا شروع کیا۔ اس نے اٹھنا چاہا لیکن بڑھے ہوئے ضعف نے اسے اٹھنے کی اجازت نہ دی۔ وہ پھر لیٹ گئی۔ اس نے آنکھیں پھر بند کر لیں۔

تھوڑی دیر میں اس کے حواس درست ہو گئے۔ اس نے اپنی مستانہ آنکھیں کھولیں اور دہشت زدہ ہرنی کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

رفتہ رفتہ اسے گزشتہ واقعات یاد آنے لگے۔ ان واقعات کے یاد آنے سے اس کی طبیعت میں پھر گرانی ہوئی۔ دماغ پر زور پڑا۔ اس کی حالت پھر بگڑنے لگی۔ اس نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ سرجس کی صورت نہ دیکھنا چاہتی تھی۔ کچھ عرصہ تک وہ آنکھیں بند کیے پڑی رہی۔

سرجس اس وقت قصداً ٹل گیا۔ اس نے لوسی کو تنہا چھوڑنا ہی مناسب سمجھا۔

لوسی نے اس کے جانے کی آہٹ سنی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور داہنی طرف کروٹ لے کر سرجس کو جاتے دیکھتی رہی۔ وہ اسی سنگِ مرمر کے چبوترے پر پڑی تھی جس پر وہ آ کر بیٹھی تھی۔

اب آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔

چبوترے پر ایک تناور درخت تھا جس کا سایہ ہر وقت چبوترے پر پڑتا رہتا تھا۔ آفتاب کی شعاعیں اس درخت کے پتوں سے چھن چھن کر لوسی کے گورے گورے رخساروں پر پڑ رہی تھیں

جس سے اس کے رخسار چمک رہے تھے۔

اس وقت لوسی کچھ غور کر رہی تھی۔ جس بات پر وہ سوچ رہی تھی اس سے اسے تکلیف پہنچ رہی تھی۔ کیونکہ اس کے چہرے کا رنگ اڑا جاتا تھا۔ نازک نازک لب خشک ہو رہے تھے۔ کبھی کبھی وہ لبوں کو سفید سفید دانتوں میں دبا لیتی تھی۔

کچھ دیر غور و خوض کرنے کے بعد اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اب اس کی حالت میں تغیر پیدا ہوا۔ اس کے زرد مائل چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ اس نے داہنا ہاتھ چبوترے پر رکھا اور اس کے سہارے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

اس کے بھورے بھورے لانبے بال منتشر ہو کر اس کی کمر تک جا پہنچے تھے۔ اس نے اپنے چہرے پر آنے والے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے ہٹایا اور سرخ ریشمی فیتے سے باندھ دیا۔

اب اس نے سیاہ شال کا پلّہ اپنے نازک سر پر ڈال لیا اور ایک مستعل مزاج ملکہ کی طرح پیر لٹکا کر بیٹھ گئی۔ ابھی اسے اس پوزیشن کذائی سے بیٹھے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ سامنے سے سرجس آتا ہوا نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہی لوسی کا چہرہ غیر معمولی طور پر سرخ ہو گیا۔ اس کے رخسار تمتما گئے۔ آنکھوں میں سرخی آ گئی۔ گویا اسے طیش آ گیا تھا۔

اگرچہ وہ کمسن اور ناتجربہ کار تھی لیکن ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اس نے وقت کی نزاکت کا احساس کیا اور اپنی طبیعت پر جبر کر کے غصہ کو دور کیا۔ پھر طبیعت کو قابو میں کر کے بشاش ہو کر بیٹھ گئی۔

سرجس نے دور سے لوسی کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو خوش ہو گیا۔ وہ جلد جلد چل کر لوسی کے قریب آیا اس نے کہا:

"شہزادی صاحبہ، اب مزاج کیسا ہے؟"

لوسی نے طبیعت پر جبر کر کے کہا:

"خداوند کی مہربانی سے اچھی ہوں۔"

سرجس: میں سخت نادم ہوں کہ آپ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی۔

لوسی کو خیال ہوا کہ شاید سرجس کا خیال بدل گیا اور وہ اپنی حرکت پر نادم ہو کر معافی مانگنے آیا ہے اس نے نرمی سے کہا:

"ہر شخص کا ضمیر برائی کر کے پچھتاتا ہے۔ میں خوش ہوں کہ تم نے اس فلسفے کو سمجھ لیا ہے۔"

سرجس تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ وہ شہزادی کا مفہوم نہیں سمجھا۔ اس نے کہا: "سرکار کو ضعف زیادہ ہو

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

گیا ہے۔ بھوک بھی لگی ہوگی۔ ارشاد ہو تو کچھ کھانے کو لاؤں؟"

اگرچہ لوسی کو بھوک نہ تھی لیکن وہ جانتی تھی کہ بغیر کھائے کیسے جیا جا سکتا ہے اور کھانے ہی سے قویٰ مضبوط رہ سکتے ہیں جس سے وہ آنے والے خطرات کا مقابلہ کر سکتی ہے اس لیے اس نے کہا:

"اس وقت بھوک تو نہیں ہے لیکن پیاس معلوم ہو رہی ہے مگر خدا معلوم خالی معدے پانی پینا مناسب ہے یا نہیں؟"

سرجس خوش ہو گیا۔ اس نے کہا:

"آپ نہار منہ پانی کیوں پیتی ہیں۔ میں ابھی کھانا لاتا ہوں۔ کچھ کھا کر پانی پی لیجیے گا۔"

لوسی خاموش رہی۔ سرجس اس خاموشی کو نیم رضا سمجھ کر جس طرف سے آیا تھا اسی طرف روانہ ہوا۔ لوسی اسے دیکھتی رہی۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں کچھ کھانے کا سامان لے آیا۔ ایک گلاس میں پانی بھی لایا۔

لوسی نے کچھ میوہ جات کھائے اور تھوڑا سا پانی پی کر بقیہ سامان اٹھا لینے کے لیے سرجس کو اشارہ کیا۔ وہ اس سامان کو لے کر واپس چلا گیا۔

لوسی کے معدے میں غذا پہنچتے ہی اس پر غنودگی طاری ہو گئی۔ وہ لیٹ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ کسی قدر اس کا سر گھومنے لگا۔

ابھی اسے پڑے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ سرجس پھر آ موجود ہوا اور بولا:

"شہزادی صاحبہ۔ اگر آپ تکلیف کر کے ذرا اٹھ جائیں تو میں یہ اونی چادر آپ کے نیچے بچھا دوں۔"

اگرچہ لوسی کسی قسم کا سرجس کا احسان اپنے اوپر نہ لینا چاہتی تھی مگر سنگِ مرمر کے چبوترے پر لیٹنے سے اسے تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ نرم مخملیں گدوں پر سونے کی عادی تھی۔ اس سخت پتھر پر اسے کیسے آرام ملتا۔ وہ اٹھ بیٹھی۔

سرجس نے اس کے نیچے اونی چادر دوہری کر کے بچھا دی۔ لوسی چادر پر لیٹ گئی۔ اس نے اپنی شال اوڑھ لی اور داہنی طرف کروٹ لے کر اپنا گورا گورا ہاتھ شال سے باہر نکال لیا۔ داہنا ہاتھ سر کے نیچے رکھ لیا۔ سرجس نے اس کے چاند سے چہرے کو دیکھا۔ اس نے اپنی نظریں اس کے رخِ زیبا پر لگا دیں اور محوِ دیدارِ جاناں ہو گیا۔

لوسی کو سرجس کا اس طرح گھور کر دیکھنا سخت ناگوار گزرا لیکن وہ اس خوف سے اس سے کچھ نہ کہہ سکی کہ کہیں سرجس دل دکھانے والی باتوں کا سلسلہ نہ شروع کر دے۔

جب سرجس کو اس طرح کھڑے عرصہ گزر گیا اور لوسی کے ضبط کی بھی انتہا ہو گئی تو اس نے اپنا چہرہ شال کے اندر کر لیا۔

جب سرجس کی آنکھوں سے لوسی کا چہرہ پوشیدہ ہو گیا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا لیکن دوبارہ اس کی چاند سی صورت دیکھنے کی آرزو میں کھڑا رہا۔

لوسی رات بھر نہ سوئی تھی اور صبح اسے ایک ناگوار تکلیف سے سابقہ پڑا تھا جس سے اس کی روح کو صدمہ پہنچا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے معدے میں کچھ غذا بھی چلی گئی تھی جس کا سرور ہونا لازمی تھا اس لیے تھوڑی ہی دیر میں وہ غافل ہو کر سو گئی۔

سچ ہے، نیند سولی پر بھی آ جاتی ہے۔ لوسی جو نرم نرم مخملیں گدوں پر سونے کی عادی تھی اور جسے سرجس کے ستانے کا خوف غالب تھا، سنگِ مرمر کے سخت چبوترے پر بے خوف ہو کر غفلت کی نیند سو رہی تھی۔

سرجس نے تھوڑی دیر تک کھڑے ہو کر دیدارِ جاناں کی آرزو میں لوسی کی طرف دیکھا لیکن جب اس نے اسے سوتے ہوئے دیکھا تو مایوس ہو گیا۔ اس نے پھر ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور آہستہ سے کہا:

"خدایا۔ اس حور کے دل میں میری محبت پیدا کر دے۔ اس کے بغیر میں زندہ کیسے رہوں گا۔"

اگرچہ وہ بھی رات بھر نہ سویا تھا۔ اس وقت اسے بھی آرام کرنے کی ضرورت تھی لیکن ابھی اسے بہت کام کرنا تھا اس لیے وہ واپس لوٹا۔

یہ وادی جو سدا بہار کے نام سے مشہور تھی، چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھری ہوئی تھی۔ زمین پر سرسبز گھاس کا فرش بچھا ہوا تھا۔ اس جگہ میوہ دار درخت کثرت سے تھے۔ کئی جگہ انگور کی بیلیں لگی ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں بڑے بڑے پہاڑی درخت بھی تھے۔ سرسبز بیلیں جگہ جگہ پھیلی ہوئی تھیں جن پر رنگ برنگ کے خوشبودار پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ ایک تختہ پھولوں کا الگ تھا جس میں ہر قسم کے پھول اور پودے لگے ہوئے تھے۔ ان پھولوں کی خوشبو سے تمام وادی مہک رہی تھی۔

سرجس پھولوں کے تختے کو عبور کر کے سیدھا چلا۔ وہ کچھ سوچتا جاتا تھا اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی حرکت بتا رہی تھی کہ اس وقت وہ عالمِ خیال میں کسی سے باتیں کر رہا ہے۔ تھوڑی دور چل کر وہ ٹھٹکا اور شمال کی طرف بڑھا۔ اب وہ ذرا تیز چل رہا تھا۔ اس وقت وہ جس مقام پر چل رہا تھا وہ اس وادی کا نشیبی حصہ تھا جو بتدریج نیچے جا رہا تھا۔

اس نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ سامنے سے ایک چشمہ بل کھاتا ہوا بہتا نظر آیا۔ یہ چشمہ پہاڑ کے اوپر سے پتھروں کو کاٹ کر وادی کی طرف آ رہا تھا اور کچھ دور تک وادی میں بہہ کر ایک غار میں گرنے سے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

جنجال کی طرح آواز آ رہی تھی۔

سرجس چشمے کے کنارے پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اس نے بیٹھ کر منہ ہاتھ دھویا اور رومال سے منہ ہاتھ خشک کر کے لوسی کا دیا ہوا نقشہ نکال کر زمین پر پھیلا دیا۔

اس نقشہ میں اس وادی کا ہر مقام اچھی طرح دکھایا گیا تھا۔ وہ غور سے نقشہ دیکھتا رہا۔ اس نے سنگِ مرمر کا چبوترہ، پھولوں کا تختہ، انگوری بیلیں، میوہ دار درخت، وادی کا نشیبی حصہ اور چشمہ، غرض سب کچھ اس نقشے میں دیکھا لیکن اس میں دفینے کا نشان نظر نہ آیا۔

مکرر سہ کرر دیکھنے سے بھی اسے دفینے کی بابت کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ ابھی وہ نقشے کو غور سے دیکھ ہی رہا تھا کہ اس کا سر گھومنے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اس کی آنکھیں اب بھی اس نقشے پر لگی ہوئی تھیں لیکن اب اسے نقشے کی لکیریں موٹی موٹی معلوم ہونے لگی تھیں اور بہت زور دینے پر بھی نگاہیں ایک جگہ نہ ٹھہر تی تھیں۔

وہ چشمے کے کنارے مخملیں گھاس کے سبز فرش پر بیٹھا تھا اسی جگہ وہ لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ غافل ہو کر سو گیا۔

○

چشمہ آہستہ آہستہ بہ کر غار میں گر رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے پرندے درختوں کی ڈالیوں پر بیٹھے چہچہا رہے تھے۔ آفتاب اپنا دورہ پورا کر لینے کے لیے مغرب کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ دھوپ میں زردی پیدا ہو چلی تھی۔ شام قریب تھی۔

سرجس ابھی تک سو رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ چونک پڑتا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے۔ اس کا داہنا ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھا تھا اور بایاں ہاتھ سینے پر تھا۔ ایک دفعہ وہ زور سے بڑبڑایا۔ وہ گھگھیا گیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں سے خوف ظاہر ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر چپ چاپ پڑے رہنے کے بعد وہ اٹھا اور دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو مل مل کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

ابھی تک نقشہ اس کے قریب کھلا ہوا پڑا تھا۔ اس نے جلدی سے نقشے کو اٹھایا اور لپیٹ کر جیب میں رکھ لیا۔ پھر وہ اٹھا اور گھبرا کر جلدی جلدی واپس لوٹا۔ غالباً اس نے کوئی خواب دیکھا تھا جو لوسی کے متعلق تھا اسی لیے وہ اسے دیکھنے کے لیے جا رہا تھا۔

اس وقت آفتاب مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ اس کی زرد زرد کرنیں پہاڑ کی چوٹی پر نقرئی رنگ کا غازہ بکھیر رہی تھیں۔ کہیں کہیں چوٹیوں پر بھی زرد زرد دھوپ پھیل رہی تھی۔

سرجس تیزی سے جا رہا تھا۔ جب وہ پھولوں کے تختہ میں پہنچا تو اس نے حور وش لوسی کو ہاتھ میں پھولوں کا گچھا لیے ہوئے چہل قدمی کرتے دیکھا۔ وہ خوش ہو گیا اور جلدی جلدی لوسی کے قریب پہنچا، جو اس وقت ایک گلاب کا پھول توڑ رہی تھی۔ سرجس کی طرف اس کی پشت تھی۔

سرجس نے اس کے پاس پہنچ کر کہا:

"شہزادی صاحبہ۔ شکر ہے آپ سیر کر رہی ہیں۔"

لوسی نے پھول توڑ لیا تھا۔ وہ سرجس کی آواز سن کر چونک پڑی۔ اس نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ اس وقت وہ ہشاش بشاش تھی۔ اس کے رخساروں پر ہلکا گلابی رنگ جھلک رہا تھا۔ اب سرجس اس کے سامنے آیا اور اس نے کہا:

"میں آپ کو ہشاش بشاش دیکھ کر خوش ہوں۔"

شہزادی نے طلبیدگی کی غرض سے کہا:

"سرجس! تم نے تمام وادی کو دیکھ لیا۔ تمہیں اس میں کوئی چیز پسند بھی آئی۔"

سرجس: میں نے اس وادی کی ہر چیز دیکھی ہے۔ اس سرسبز وادی کی ہر چیز قابلِ دید ہے لیکن پیاری لوسی! تم اس وادی کی حور ہو۔ تمہارے سے بالعموم کر یہ جگہ بہشت سے بھی بڑھ کر ہے اور تمہارے بغیر دوزخ سے بھی بدتر۔

لوسی کو غصہ آ گیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا مگر اس نے ضبط کیا اور زبردستی مسکرا کر کہا:

"تم نے دفینے کا بھی پتہ لگایا؟"

سرجس: میں نے بہت جستجو کی لیکن مجھے اب تک اس کا پتہ نہیں چلا۔

لوسی کو اطمینان ہو گیا کہ سرجس نقشہ کی مدد سے بھی دفینے کو نہیں پا سکا لیکن اس نے مزید اطمینان کے لیے کہا:

"تم نے نقشہ دیکھ کر تلاش نہیں کیا؟"

سرجس: نقشے میں وادی کی ہر چیز نمایاں دکھائی دیتی ہے لیکن اس میں دفینے کے متعلق کوئی ایک اشارہ بھی نہیں۔

لوسی کو بالکل اطمینان ہو گیا کہ سرجس نقشہ کو دیکھ کر دفینہ تلاش نہیں کر سکتا۔ اس نے اس کو

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

مغالطہ میں ڈالنے کے لیے کہا:

"میں نے بھی اس نقشہ کو کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ اس سے دفینے کا کچھ حال معلوم نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں اس وادی میں کوئی دفینہ نہیں ہے۔ چچا جان کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

سرجس: نہیں شہزادی صاحبہ۔ اس وادی میں دفینہ ضرور ہے۔ ایک روز مرحوم شہزادہ یوحنا نقشہ کو دیکھ رہے تھے۔ اتفاق سے میں بھی پہنچ گیا۔ جب میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے تو مرحوم نے بتایا تھا کہ شہر حلب کے قریب سدابہار وادی میں دفینہ ہے۔ یہ اسی کا نقشہ ہے وہ غلط نہیں کہہ سکتے تھے۔

لوسی: مگر اس نقشے سے تو دفینے کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔

سرجس: معلوم ہوتا ہے وہ نقشے پر دفینہ کا نشان لگانا بھول گئے۔

لوسی کا دل دھڑکنے لگا۔ اسے خیال ہوا کہ سرجس نقشہ پر نشان کا متلاشی ہے کہیں وہ نقشہ میں لفظوں کو دیکھ کر دفینہ کا راز نہ معلوم کر لے۔ اس نے کہا:

"میرے خیال میں بھی انھوں نے دفینہ پر کوئی نشان نہیں لگایا۔ دراصل ان کا ارادہ تھا کہ وہ خود ہی مجھے دفینہ دیں لیکن اتفاقیہ موت نے انہیں دفینہ بتانے یا نقشہ پر دفینے کا نشان لگانے کی مہلت ہی نہ دی۔"

سرجس غور سے لوسی کی گفتگو سن رہا تھا۔ اب وہ دفینہ کی طرف سے مایوس ہو گیا تھا۔ یوں تو ہر شخص کو دولت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن سرجس کو اس کی اس لیے بھی ضرورت تھی کہ وہ شہزادی کو اس کے رتبہ کے موافق آرام و آسائش سے رکھنا چاہتا تھا۔ وہ دولت پا کر اسی وادی میں عالی شان مکان بنا کر شاہانہ کروفر سے رہنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ دفینہ کے نہ ملنے سے اسے سخت صدمہ ہوا۔ اس کا چہرہ بھیانک ہو گیا۔

دفعتاً اسے کچھ خیال آیا۔ اس نے کہا:

"لیکن آپ نے کہا تھا کہ اس نقشہ کے ساتھ مرحوم کا کوئی خط بھی تھا۔ کیا اس خط میں بھی دفینہ کا کوئی ذکر نہ تھا؟"

لوسی گھبرا گئی۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ پچھتائی کہ کیوں اس نے خط کا ذکر کیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ انسان تیز مزاج ہے اور اکثر اس کی تیز مزاجی ہی اسے مصائب و آلام کا شکار بنا دیتی ہے۔ اگر انسان مستقل مزاج ہو جائے اور ہر بات کو سوچ سمجھ کر زبان سے نکالے تو بہت سی

مصیبتوں سے بچ سکتا ہے۔ لوسی نے کہا:

"ہاں۔ اس نقشہ کے ساتھ ایک خط بھی تھا۔"

سرجس کے مایوس چہرے پر کچھ امید کی جھلک نظر آئی۔ وہ کسی قدر تن کر کھڑا ہو گیا اور لوسی کو اپنی چھوٹی چھوٹی گول آنکھوں سے سانپ کی طرح گھورنے لگا۔ پھر بولا:

"اس خط میں اس دفینہ کی بابت کیا لکھا تھا؟"

لوسی پھر تذبذب میں پڑ گئی۔ اس نے ہمیشہ سچ بولا تھا لیکن اس وقت سچ بولنے میں نقصان تھا پھر بھی اس کا دل جھوٹ بولنے کو نہ چاہتا تھا۔

انسان کا دل آئینہ ہے۔ وہ سچ بولنے سے خوش ہو کر صاف و شفاف رہتا ہے لیکن جھوٹ بولنے پر اس کا دل اسے لعنت ملامت کرتا ہے اور صاف و شفاف دل پر کدورت کا زنگ چڑھنے لگتا ہے زیادہ جھوٹ بولنے پر دل کا آئینہ بالکل زنگ خوردہ ہو جاتا ہے اور ایسے آدمی کو جھوٹ بولنے سے شرم نہیں آتی لیکن اس کا ضمیر اسے برابر ملامت کرتا رہتا ہے مگر وہ اس ملامت کا عادی ہو کر لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

لوسی نے کسی قدر تامل و پیش و پس کرتے ہوئے کہا:

"ہاں۔ اس میں دفینہ کی بابت کچھ لکھا تو تھا۔"

سرجس نے جلدی سے کہا:

"پیاری لوسی۔ جلدی بتاؤ ہماری کامیاب زندگی کا مدار اسی دفینہ پر ہے۔"

لوسی کو پھر غصہ آ گیا لیکن اس نے ضبط کیا اور نہایت متانت سے کہا:

"صبر کرو۔ بتا دوں گی۔"

سرجس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اسے دفینہ کے مل جانے کی امید ہو گئی۔ اس نے کہا:

"تم اس وقت بھول رہی ہو۔ اچھی طرح سوچ لو پیاری شہزادی۔ اس دفینے کے ملتے ہی اس وادی میں ایک مکان بناؤں گا۔ میں اور تم دنیا اور دنیا والوں سے الگ اس مکان میں رہیں گے۔ ہمارے گرد و پیش عیش و عشرت کا سامان ہو گا۔ سینکڑوں غلام اور کنیزیں ہاتھ باندھے خدمت کو تیار ہوں گے۔ اس وادی کی حفاظت کے لیے کچھ لشکر بھی رکھا جائے گا۔ لشکر کی قیام گاہ کے لیے پہاڑ کاٹ کر بارک بنائی جائے گی۔ وہ وقت کیسا مسرت خیز ہو گا۔"

سرجس کو جوش آ گیا تھا۔ وہ نہایت جوش سے آئندہ زندگی بسر کرنے کا خاکہ کھینچ رہا تھا۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

بعض اوقات ایک متین آدمی بھی غلبۂ جوش وشوق سے مغلوب ہو کر بچوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے حالانکہ آیندہ کی امید بے پا در ہوا ثابت ہوتی ہیں۔

لوسی کو مرجس کی بکواس ناگوار گزر رہی تھی مگر اس وقت صبر وضبط ہی کا موقع تھا اس لیے خاموش تھی۔ مرجس نے پھر کہا:

"پیاری شہزادی۔ سورج غروب ہو گیا۔ ابھی ہمیں رات بسر کرنے کا انتظام کرنا ہے۔ اس علاقے میں سردی ہو رہی ہے۔ تم اپنی شال بھی چبوترے پر ہی چھوڑ آئیں۔ کہیں سردی نقصان نہ پہنچا دے۔ تم چل کر چبوترے پر بیٹھو میں رات کے قیام کا انتظام کر کے کھانا لے کر آتا ہوں۔"

لوسی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے چبوترے کی طرف چلی اور وہاں پہنچ کر شال اوڑھ کر چبوترے پر بیٹھ گئی۔

مرجس نے اسے چبوترے پر بیٹھے دیکھ لیا۔ وہ جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ اب سورج غروب ہو چکا تھا۔ پہاڑ کے اوپر چھٹنے والی شفق بھی سیاہی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ چاند کی آخری تاریخیں تھیں۔ تمام وادی میں تاریکی پھیل گئی۔

دن بھر جو مقام دلکش معلوم ہو رہا تھا وہ اس وقت خوفناک ہو گیا تھا۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تھا اور پہاڑ کی سر بلند چوٹیاں بھیانک ہو گئی تھیں۔

مرجس آہستہ آہستہ چل کر جنوب کے انتہائی کنارے پر پہنچا۔ یہاں پہاڑ کی کھوہ میں کچھ ایسے غار تھے جن کے اندر انسان اچھی طرح زندگی بسر کر سکتا تھا۔

مرجس نے اس جگہ پہنچ کر بتی روشن کی۔ اس نے غار کو بالکل صاف کر کے اس میں گھاس بچھا کر گدا کر دیا۔ اب وہ دوسرے غار میں گیا۔ یہاں اس نے کھانے پینے کا سامان رکھا تھا۔ وہ کھانا لے کر واپس لوٹا۔

اتنی بڑی وادی میں ذرا سی بتی سے کیا روشنی ہو سکتی تھی اگرچہ اس وقت ہوا نہ تھی لیکن مرجس کے چلنے کی وجہ سے بتی کی روشنی جھلملا رہی تھی۔

وہ جلدی جلدی پھولوں کے تختے کو عبور کر کے چبوترے کے قریب پہنچا۔ چبوترہ خالی تھا۔ لوسی وہاں نہ تھی البتہ اس کی اونی چادر وہاں پڑی تھی۔

مرجس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر بھی کچھ نظر نہ آیا۔ وہ مضطرب ہو گیا۔ بے چینی کے عالم میں اس

نے بھراتی ہوئی آواز میں پکارا:

"شہزادی صاحبہ!"

لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے پھر آواز دی مگر لا حاصل۔ کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ اسے خیال آیا کہ کہیں لوسی اسے دغا دے کر چل تو نہیں دی۔

اس خیال کے آتے ہی اسے دھکا سا لگا۔ اس کا دل بحرِ الم میں ڈوب گیا۔ بتی کی روشنی میں اس کا چہرہ خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں جلدی جلدی گھومنے لگیں۔ وہ اس صدمہ سے لڑکھڑا گیا۔ اگر وہ چبوترے کا سہارا نہ لیتا تو ضرور گر پڑتا۔

تھوڑی دیر میں اس نے اپنے حواس درست کیے اور کچھ سوچ کر وہ اس طرف چل پڑا جس طرف سے اس وادی میں داخل ہوا تھا۔

وہ نہایت تیزی سے سر سبز بیلوں کو عبور کر کے چھوٹے دروازے میں پہنچا۔ پھر پتھر کے سوراخ سے گزر کر مستطیل کمرے میں آیا۔ چونکہ وہ جلدی کر رہا تھا اس لیے اس پتھر کے سوراخ میں داخل ہوتے وقت اس کی بتی گل ہو گئی۔ وہ دیوانہ وار اس کمرے میں پہنچ کر راستہ تلاش کرنے لگا۔ اس نے ہر چند ڈھونڈا مگر اسے باہر نکلنے کا راستہ نہ ملا۔

جب وہ چاروں طرف پھر رہا تھا تو اس کا ہاتھ کسی انسان پر پڑا۔ وہ ڈرپوک تھا جلدی سے ڈر کر اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اس کمرے میں انتہا سے زیادہ تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ کہیں کوئی روشنی کا دھبہ بھی معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

وہ ڈر گیا لیکن جب زیادہ دیر ہو گئی اور کسی نے اس پر حملہ نہ کیا تو بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس کے دماغ میں خیال آیا کہ جس پر اس کا ہاتھ پڑا تھا، لوسی تھی۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے آہستہ سے آواز دی:

"شہزادی صاحبہ!"

اس کی آواز تمام کمرے میں گونج گئی جس سے وہ خود بھی ڈر گیا۔ اس کے بعد پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ اب اس نے پھر چاروں طرف ٹٹولنا شروع کیا لیکن اب اس کا ہاتھ کسی پر نہ پڑا۔ اس نے آہستہ سے کہا:

"یہ صرف واہمہ تھا۔ یہاں کوئی انسان نہیں ہے۔"

اب وہ اس راستے کو تلاش کرنے لگا جس سے وہ ابھی اس قبر نما کمرے میں داخل ہوا تھا لیکن بہت

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

کچھ جدوجہد کرنے پر بھی اسے وہ راستہ نہ ملا۔ خوف و دہشت سے اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ تھک کر ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر دم لے کر پھر راستہ تلاش کرنے لگا لیکن بڑھتی ہوئی تاریکی نے اسے راستہ نہ ملنے دیا۔

وہ مایوس ہو گیا۔ اس نے یاس آمیز لہجہ میں کہا:

'خدایا۔ کیا یہ کمرہ میری قبر بنے گا۔ ہائے میں کیسے یہاں سے نکلوں گا؟'

اس کے یہ کہتے ہی ایک گونج سی پیدا ہوئی جس سے وہ کانپ اٹھا اور یاس و ناامیدی سے ایک دیوار کا سہارا لے کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بچوں کی طرح رونے لگا۔

جوینده یابنده

صبح کا وقت تھا۔ آفتاب نکل آیا تھا۔ دھوپ درختوں کی چوٹیوں پر پڑ رہی تھی۔ لوسی کی ماں زیتون لوسی کے کمرے میں آئی۔ اس نے دیکھا لوسی وہاں نہ تھی۔ وہ اس خیال سے کمرے میں بیٹھ گئی کہ لوسی اپنے چچا کی قبر پر گئی ہوگی اور ابھی واپس آتی ہوگی۔

زیتون، لوسی سے بہت زیادہ محبت کرتی تھی۔ وہ اسے ذرا بھی آزردہ خاطر دیکھ کر بے چین ہو جایا کرتی تھی۔ وہ اپنی لاڈلی بیٹی کو ہر وقت خوش و خرم دیکھنا چاہتی تھی۔ کچھ عرصہ سے وہ لوسی کو مغموم دیکھ رہی تھی۔ اس سے اسے رنج ہو رہا تھا۔ وہ لوسی کے غم کی وجہ دریافت کرنا چاہتی تھی۔ اگرچہ وہ جانتی تھی کہ لوسی کو اس کے چچا کے مرنے کا غم ہے مگر اس کے چچا کی موت سے پہلے ہی وہ اسے غمگین دیکھ رہی تھی۔ پھر لوسی کے سرخ و سپید چہرے پر زردی بھی نظر آتی تھی جو اس کے اندرونی غم کا پتہ دے رہی تھی۔

اکثر والدین اپنے بچوں کو کسی غم میں مبتلا دیکھ کر جوشِ محبت میں یہ چاہا کرتے ہیں کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ جس سے ان کے بچوں کا غم جاتا رہے۔

زیتون کو صبح اٹھتے ہی یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ وہ لوسی کے غم کی وجہ دریافت کر کے اس کے غم کے ازالہ کی سعی کرے۔ اسی لیے آج وہ ذرا سویرے سے ہی لوسی کے کمرے میں آئی تھی اور اب اس کا انتظار کر رہی تھی۔

جب بہت دیر ہو گئی۔ دھوپ سارے صحن میں پھیل گئی، تو اسے خیال آیا کہ آج تک کبھی ایسا نہ

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ہوا تھا کہ لوسی اس وقت تک باہر رہی ہو۔

زیتون پہ ایک نامعلوم خوف نے غلبہ کر لیا۔ وہ متردد ہوئی۔ اس نے لوسی کا بستر دیکھا۔ اس پر ایک بھی شکن نہ تھی۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ رات کو اس بستر پہ کوئی نہیں سویا۔

یہ دیکھ کر زیتون کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کا جی بے چین ہو گیا۔ وہ مضطرب ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور ایک سکوت کے عالم میں کمرے کی ہر چیز پر نظر دوڑانے لگی۔ اسے کھڑے ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک خادمہ کمرے میں داخل ہوئی۔

زیتون نے اضطراب آمیز لہجے میں پوچھا:

"لوسی کہاں ہے؟"

خادمہ نے حیرت سے زیتون کو دیکھا اور کہا:

"ملکہ صاحبہ۔ میں نے صبح سے شہزادی صاحبہ کو نہیں دیکھا۔ میں نے تو یہی خیال کیا کہ وہ اپنے کمرے میں موجود ہیں۔"

زیتون نے گھبرا کر کہا:

"تو نے صبح سے لوسی کو نہیں دیکھا؟"

خادمہ: آج میں بہت سویرے اٹھی تھی۔ اس وقت سے اسی جگہ موجود رہی۔ میں نے اسی وقت سے شہزادی صاحبہ کو نہیں دیکھا۔

زیتون کا دل ڈوبنے لگا۔ اس کے چہرے پہ خوف سے سیاہی دوڑ گئی۔ اس نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے کہا:

"خداوند میری لوسی کو ہر آفت سے بچانا!"

اب زیتون اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے مضطرب ہو کر کہا:

"دوڑ کر یوحنا کی قبر پہ جا۔ دیکھ وہاں لوسی ہے یا نہیں۔ کلیسا میں بھی دیکھ کر آنا۔ جلدی کر میرا دل کہہ رہا ہے کہ میری بیٹی پر کوئی حادثہ گزرا ہے۔"

خادمہ فوراً کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس نے ہر اس شخص سے جو راستے میں اسے ملا، لوسی کے متعلق استفسار کیا لیکن کسی نے کچھ نہ بتایا۔ وہ چونکہ گھبرائے ہوئے لہجے میں لوگوں سے دریافت کرتی تھی اس لیے لوگ اس سے سوالات کا تانتا باندھ دیتے تھے۔ غریب خادمہ کی گفتگو کا ماحصل یہ ہوتا تھا کہ رات سے شہزادی لوسی کا کچھ پتہ نہیں۔ چونکہ یہ ایک تعجب خیز بات تھی اور لوسی سے عام طور پہ

سب کو محبت تھی اس لیے تھوڑی ہی دیر میں سارے قلعے میں لوسی کی گمشدگی کی خبر پھیل گئی۔ اس وقت ہر زبان پر لوسی کا تذکرہ تھا مگر سب جانتے تھے کہ لوسی نیک اور پاکباز ہے اس لیے اس کی گمشدگی کسی اہم راز پر محمول کی جا رہی تھی۔

خادمہ یوحنا کی قبر پہ پہنچی۔ یہاں بہت سے مرد و زن موجود تھے جو قبر پر پھول چڑھا کر یوحنا کے لیے دعائیں مانگ رہے تھے۔ یوقنا اور رکلس بھی کھڑے تھے۔ ان کے پیچھے مریم بھی کھڑی ہوئی دعا مانگ رہی تھی۔

خادمہ مریم کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ جب وہ دعا سے فارغ ہو گئی تو خادمہ نے کہا:

"آپ نے شہزادی صاحبہ کو دیکھا ہے؟"

مریم نے تعجب سے خادمہ کو دیکھ کر کہا:

"نہیں۔ وہ تو آج یہاں آئی ہی نہیں۔"

یوقنا نے ان دونوں کی گفتگو سن لی تھی۔ اس نے خادمہ سے پوچھا:

"کیا ہے؟ لوسی کہاں ہے؟"

خادمہ: عالی جاہ! صبح سے شہزادی صاحبہ کا پتہ نہیں۔ ملکہ صاحبہ سخت پریشان ہیں۔

یوقنا گھبرا گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس خبر نے اسے غمزدہ کر دیا۔ اس نے بڑے تعجب اور پریشانی سے پھر کہا:

"کیا۔۔۔ کسی نے لوسی کو آج صبح سے دیکھا ہی نہیں؟"

وہ امید و بیم کی حالت میں جواب کا انتظار کرنے لگا۔

خادمہ نے نگاہیں نیچی کر کے کہا:

"جی عالی جاہ! کسی نے نہیں دیکھا۔"

یوقنا کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کے چہرے پہ زردی دوڑ گئی۔ ہونٹ کانپنے لگے۔ اس نے کہا:

"نہایت تعجب ہے۔ آخر لوسی کہاں چلی گئی۔"

رکلس نے یوقنا کی کیفیت دیکھی۔ اسے بھی رنج ہوا۔ اس نے کہا:

"عالی جاہ! محلسرا میں چل کر تفتیش کیجیے۔"

یوقنا: میں محلسرا میں جا کر دیکھتا ہوں۔ تم قلعہ میں تلاش کرو۔ فصیل پر دیکھو۔ برجوں میں بھی دیکھنا۔

مریم! تم میرے ساتھ آؤ۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

کر کلمس سلام کر کے چلا گیا۔ یوقنا محلسرا کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے پیچھے مریم اور خادمہ تھی۔ وہ جلد جلد چل کر لوسی کے کمرے میں پہنچا۔

یہاں زیتون کرسی پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے سے غم و رنج کے آثار ظاہر تھے۔ جب یوقنا کمرے میں داخل ہوا تو زیتون نے اشک آلود نظروں سے اسے دیکھ کر کہا:

"میری لوسی ملی؟"

خدا جانے اس مختصر سے فقرے میں کس قدر درد بھرا تھا کہ یوقنا بے چین ہو گیا۔ اس نے جلدی سے جواب میں کہا:

"ابھی نہیں ملی"۔

زیتون کے سر پر بجلی سی گر پڑی۔ اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے انتہائی بے چینی سے کہا:

"خدا کے لیے ڈھونڈو۔ ضرور اس پر کوئی افتاد آ پڑی ہے"۔

یہ کہتے ہوئے وہ لڑکھڑا گئی۔ اس کا بدن کانپنے لگا۔ یوقنا نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا اور تشفی آمیز لہجے میں کہا:

"پیاری! گھبراؤ نہیں۔ لوسی مل جائے گی"۔

زیتون درد و کرب سے چلانے لگی۔ مریم جو یوقنا کے ہمراہ آئی تھی، یہ جانگداز منظر دیکھ کر ضبط نہ کر سکی۔ اس کے آنسو نکل پڑے۔ اس نے کہا:

"آپ اس قدر غمگین نہ ہوں۔ ہم تلاش کریں گے۔ ضرور شہزادی صاحبہ ہمیں مل جائیں گی"۔

زیتون کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس نے یاس بھری نظروں سے مریم کو دیکھ کر کہا:

"مریم! خدا کے لیے لوسی کو تلاش کرو۔ ہائے میں کیسے زندہ رہوں گی؟"

یوقنا نے زیتون کو لوسی کی مسہری پر بٹھا دیا۔ اس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"پیاری! غم نہ کرو۔ میں ابھی جا کر قلعہ کے گوشے گوشے میں اسے تلاش کراتا ہوں۔ مریم تمہارے پاس ہی رہے گی"۔

یوقنا آزردگی کے ساتھ کمرے سے باہر چلا گیا۔ زیتون نے مریم سے کہا:

"مریم! تو لوسی کی رازدار ہے۔ بتا تو سہی وہ کہاں جا سکتی ہے۔

مریم: ملکہ عالم! مجھے کچھ علم نہیں۔

زیتون: مگر تجھے یہ تو معلوم ہے کہ کچھ عرصہ سے لوسی غمگین رہتی تھی۔ اس کے غم کی کیا وجہ ہے؟

مریم تذبذب میں پڑ گئی۔ وہ شہزادی کے عشق کا حال اس کی ماں کو سنا کر اسے بدنام کر کے ہدفِ تیرِ ملامت نہ بننا چاہتی تھی۔ اس نے کسی قدر پس و پیش کرتے ہوئے کہا:

"شہزادی صاحبہ کو اپنے چچا کے مرنے کا بہت زیادہ ملال تھا"۔

زیتون نے بے اعتباری کی نظر سے مریم کو دیکھا اور کچھ دیر بعد کہا:

"مریم! تم چھپاتی ہو۔ ڈرو نہیں۔ میں لوسی کی ماں ہوں۔ میں کوئی ایسی بات نہ کروں گی جو لوسی کی طبیعت کے خلاف ہو۔ جو کچھ تمہیں معلوم ہے سچ سچ بتا دو۔

مریم: ملکہ صاحبہ!

زیتون: ہاں ہاں کہو مریم۔ مجھے اس کی مفقود الخبری کا سخت صدمہ ہے۔ خدا کے لیے بتاؤ کہ وہ یوحنا کی موت سے پہلے کیوں غمگین رہتی تھی؟

مریم: ملکہ صاحبہ! یہ شہزادی لوسی کا راز ہے ممکن ہے انہیں ناگوار ہو کہ.....

زیتون: لیکن میں اس سے ذکر ہی کیوں کروں گی۔ میری مریم بتا دے۔

مریم: ملکہ صاحبہ۔ شہزادی صاحبہ کو محبت تھی۔

زیتون اچھل پڑی۔ اس نے بے صبری سے مریم کو دیکھ کر کہا:

"میرا بھی یہی خیال تھا۔ اسے کس سے محبت ہو گئی تھی؟"

مریم: شہزادہ لاون سے۔

زیتون نے سر جھکا لیا۔ اب اس کے غمزدہ چہرے سے فکر و تشویش کے آثار ظاہر ہوئے۔ وہ رنج و فکر کے سمندر میں غوطے کھانے لگی۔ کسی قدر توقف کے بعد اس نے سر اٹھا کر کہا:

"لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ شہزادہ لاون لوسی کو نکل بھاگنے کا مشورہ دیتا"۔

مریم: کبھی نہیں۔ شہزادہ بہت نیک آدمی ہے۔ وہ کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔

زیتون: بے شک۔ لیکن پھر لوسی کہاں جا سکتی ہے۔

مریم: میں نہیں کہہ سکتی۔ بہت ممکن ہے کہ وہ رات کے وقت یوحنا کی قبر پر گئی ہوں اور وہاں کوئی حادثہ پیش آ گیا ہو۔

زیتون: میرا بھی یہی خیال ہے۔ ہائے میری لوسی کہاں گئی؟

زیتون نے فکر و غم سے سر جھکا لیا۔ مریم کو کمرے سے باہر کوئی آہٹ معلوم ہوئی۔ اس نے دروازے

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

کی طرف دیکھا۔

دروازے پر پڑا ہوا پردہ اٹھا اور شہزادہ لاون کمرے میں داخل ہوا۔ وہ سخت پریشان تھا۔ اس کی آنکھوں سے خوف اور پریشانی مترشح تھی۔ لب خشک ہو رہے تھے۔

زیتون نے شہزادے کو دیکھا۔ لاون نے ادب سے سلام کیا۔ زیتون کا دل پھر بھر آیا۔ اس نے رنج و غم سے مغلوب ہو کر کہا:

"شہزادے! لوسی کھو گئی۔"

بے ساختہ شہزادے کی آنکھوں سے دو قطرے آنسوؤں کے نکلے۔ اس کا دل چاہا کہ وہ زیتون سے لپٹ کر خوب روئے لیکن اس نے اپنے غمزدہ دل پر جبر کیا اور گھبراتی ہوئی آواز میں کہا:

"شہزادی صاحبہ کہاں گئیں؟"

زیتون: خدا ہی جانتا ہے شہزادے! کیا تم اسے تلاش کرو گے؟

لاون: میں ضرور تلاش کروں گا۔ یا تو اسے ڈھونڈ نکالوں گا یا اپنی جان.....

شرم نے اس کی زبان پکڑ لی۔ وہ شہزادی کی محبت کے راز کو افشا نہ کرنا چاہتا تھا لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ رازِ محبت ظاہر ہو گیا ہے۔

زیتون نے ترحم و مہربانی کی نظروں سے لاون کے پریشان چہرے کو دیکھا اور کہا:

"شہزادے بیٹھ جاؤ۔ تم بہت غمزدہ معلوم ہوتے ہو۔ اطمینان سے بیٹھ کر غور کرو کہ شہزادی لوسی کہاں جا سکتی ہے۔"

شہزادہ لاون میز کے قریب کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے دماغ میں طرح طرح کے متوحش خیالات آ رہے تھے۔ اس نے بائیں ہاتھ کی کہنی میز پر رکھ کر اپنے سر کو اسی ہتھیلی پر رکھ لیا اور غور و خوض کرنے لگا۔ اس کی آنکھیں حلقوں کے اندر انتہائی پریشانی کی حالت میں گردش کر رہی تھیں۔ غم و فکر نے اس کی حالت قابلِ رحم بنا دی تھی۔

مریم اور زیتون اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ شہزادے نے بلا ارادہ میز پر پڑی ہوئی کتاب اٹھائی اور سرسری نظر سے اس کے اوپر لگی ہوئی چٹ کو دیکھنے لگا۔ چٹ پر جلی الفاظ میں لکھا تھا:

"لوسی کی ڈائری"

شہزادے کا دل یہ تحریر دیکھ کر بے تاب ہو گیا۔ یہ تحریر شہزادی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی اس لیے اس کا دل چاہا کہ ڈائری کو بوسہ دے لیکن زیتون اور مریم کی موجودگی میں ایسا کرنا خلافِ تہذیب تھا۔ وہ دل پر

جبر کر کے خاموش رہا مگر پھر اس کے دماغ میں خیال گزرا کہ لوسی نے اپنے جانے سے پہلے اس ڈائری میں کچھ لکھا ہو گا۔

اس کا یہ خیال اس وجہ سے اور بھی پختہ ہو گیا کہ آج سے پہلے اس نے کبھی اس ڈائری کو اس میز پر پڑے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن تہذیب مانع تھی کہ وہ لوسی کے پیچھے اس کی ڈائری دیکھے اس لیے اس نے ڈائری کو رکھ دیا اور غم و فکر کے سمندر میں ہچکولے کھانے لگا۔

اس وقت کمرے میں بالکل خاموشی طاری تھی۔ کمرے میں تین اشخاص موجود تھے اور تینوں ہی خیالات میں ڈوبے ہوئے تھے۔

اب آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ لوسی کو ہر جگہ تلاش کیا جا رہا تھا لیکن اس وقت تک اس کا کوئی پتہ نہ چلا تھا۔ اول اول اس کی گمشدگی کی اس لیے زیادہ پرواہ نہ ہوئی تھی کہ عام طور پر سب کا یہی خیال تھا کہ لوسی جہاں کہیں بھی ہو گی، دن چڑھے تک واپس آ جائے گی مگر اب جبکہ دوپہر ہو گیا تھا اور لوسی واپس نہ آئی تھی تو اس کی گمشدگی اہمیت کی نظروں سے دیکھی جانے لگی تھی اور عام طور سے سب کو تشویش ہو گئی تھی۔

سب لوگوں کو حیرت تھی کہ لوسی چور دروازے سے واقف نہ تھی جس سے وہ قلعہ کے باہر جا سکتی اور قلعہ کے اندر اس کا چھپنا یا چھپانا غیر ممکن تھا۔ اب یہ ایک ایسا عقدہ لاینحل ہو گیا تھا جس کے حل ہونے کی بظاہر کوئی امید نہیں تھی۔

شہزادہ لاون بدستور ہتھیلی پر سر رکھے متفکر بیٹھا تھا۔ بار بار اس کی نظریں ڈائری پر پڑتی تھیں اور دل کی ایک خاص کشش اسے ڈائری کھولنے پر مجبور کر رہی تھی۔

اس نے ڈائری کو پھر ہاتھ میں اٹھا لیا اور دل کڑا کر کے لاپروائی کے ساتھ اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اتفاقیہ اس کی نظر لکھے ہوئے آخری صفحے پر پڑی۔ اس کا دل اس تحریر کو دیکھ کر بے چین ہو گیا۔ اس نے پڑھنا چاہا مگر اس خیال سے ڈر گیا کہ کہیں زیتون اور مریم اس کو ڈائری پڑھتے ہوئے دیکھ نہ لیں جو انتہائی بدتہذیبی تھی۔

اس نے ڈائری کو پھر بند کر دیا اور نظر اٹھا کر زیتون اور مریم کو دیکھا۔ زیتون سر جھکائے بیٹھی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ مریم کا بھی سر جھکا ہوا تھا اور وہ بے حد پریشان اور متفکر تھی۔

شہزادے نے یہ اطمینان کر کے کہ کوئی اس کی طرف نہیں دیکھ رہا ہے، ڈائری کو پھر کھولا اور

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

آخری تحریر کو نکال کر جلد جلد پڑھنے لگا۔

اول اول تو اسے اس تحریر کے حروف ناچتے ہوئے نظر آئے لیکن اس نے اپنے پریشان دماغ کو یکسو کر کے پڑھنا شروع کیا۔

اس تحریر کو پڑھتے ہی اس کے چہرے کی پریشانی دور ہو گئی اور اس کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ واپس آنے لگا۔ اس نے ساری تحریر پڑھ ڈالی۔ اس کی آنکھوں میں مسرت کی جھلک نمودار ہوئی۔ اس نے شادماں لہجے میں بلند آواز سے کہا:

"مل گئی۔ لوسی مل گئی۔"

زیتون اور مریم چونک پڑیں۔ انھوں نے حیرت و استعجاب سے شہزادے کو دیکھا۔ شہزادے کا چہرہ شگفتہ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں شادمانی سے لبریز تھیں۔ مریم کو اندیشہ ہوا کہ شہزادے کو ازیادِ غم سے مالیخولیا ہو گیا۔ اس میز پر یا ڈائری کے اندر لوسی کہاں سے آ گئی۔ وہ ترحم آمیز نظروں سے اُسے دیکھنے لگی۔

ٹھیک یہی خیال زیتون کے دماغ میں بھی گزرا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ شہزادہ اور لوسی آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ وہ اس وقت شہزادے کے دفعتاً بول اٹھنے سے اسے دیوانہ سمجھنے لگی۔ اسے بھی شہزادے کی حالت پر رحم آیا اور وہ خوف و مہربانی کی نظر سے شہزادے کو دیکھ کر بولی:

"کیا بات ہے شہزادے؟"

شہزادہ کھڑا ہو گیا۔ اس وقت فرطِ مسرت سے اس کا دل اچھلنے لگا۔ اس نے پھر کہا:

"ملکہ صاحبہ۔ لوسی مل گئی!"

زیتون: کہاں ہے وہ؟

لاون: سدابہار وادی میں دفینہ تلاش کرنے گئی ہے۔

زیتون اور مریم نے پھر حیرت سے شہزادے کو دیکھا۔ ان دونوں نے آج تک کسی سدابہار وادی کا نام نہ سنا تھا۔ جب ان کے خیال میں سدابہار وادی ہی کوئی نہیں تھی تو پھر دفینہ کہاں سے آیا؟ اب انھیں شہزادے کے دماغ کے چل جانے میں کوئی شبہ نہ رہا۔ دونوں نے افسوس بھری نظروں سے اُسے دیکھا۔

زیتون نے نرمی سے کہا:

شہزادے! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیسی سدابہار وادی؟ کیسا دفینہ؟ تم نے کوئی بُرا خواب

تو نہیں دیکھا؟"

شہزادے نے مسکرا کر جواب دیا:

"خواب نہیں ہے۔ میں جاگ رہا ہوں۔ لو دیکھو، شہزادی نے خود ہی اپنی ڈائری میں لکھا ہے۔"

شہزادے نے ڈائری زیتون کو دے دی۔ زیتون نے شہزادے کی بتائی ہوئی تحریر پڑھنا شروع کی۔ مریم بھی اس کے قریب آ گئی۔ اور اپنی خوبصورت آنکھوں سے اس تحریر کو جلدی جلدی پڑھنے لگی۔

یہ تحریر کوئی لمبی چوڑی تو تھی نہیں۔ دونوں نے جلدی سے اسے پڑھ لیا۔ زیتون نے ایک لمبا سانس لے کر کہا:

"خداوندا تیرا شکر ہے۔ ہزار ہزار شکر۔ لیکن لوسی نے ایک بڑی نادانی کی۔ اس کو تنہا نہیں جانا چاہیے تھا۔"

لاون: مگر آپ کہتی ہیں کہ سدابہار وادی کوئی نہیں ہے۔

زیتون: ہاں میں نے آج تک اس کا نام نہیں سنا۔

لاون: اور نہ آپ سرجس کو جانتی ہیں؟

زیتون: میں نے سرجس کا نام بھی آج ہی سنا ہے۔

لاون (ناامیدی سے): پھر تو یہ عقدہ لاینحل ہی رہا۔

اب یہ تینوں پھر غور و فکر میں مبتلا ہو گئے۔ زیتون نے مریم سے کہا:

"کبھی تم سے لوسی نے سدابہار وادی کا ذکر کیا تھا؟"

مریم: ہرگز نہیں۔

اسی وقت یوقنا کمرے میں داخل ہوا۔ وہ سخت پریشان تھا۔ اس کا چہرہ زرد اور لب خشک ہو رہے تھے۔ اس کے کمرہ میں آتے ہی سب تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ یوقنا مسہری کے قریب ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ زیتون نے کہا:

"کہیے۔ کچھ سراغ لگا؟"

یوقنا: کہیں نہیں۔ تمام قلعہ دیکھ ڈالا۔ ہر شخص سے دریافت کر لیا۔ کسی سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

عربوں کے محاصرے کی وجہ سے یوقنا ہر وقت تشویش میں مبتلا رہتا تھا۔ اکثر وہ ساری ساری رات جاگتا رہتا۔ غم و فکر نے اسے پہلے ہی گھلا دیا تھا۔ اب یکایک لوسی کی گمشدگی نے اسے اور بھی

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

غمزدہ کر دیا تھا اور وہ اچھا خاصا بیمار نظر آنے لگا تھا۔

یوں تو ان تینوں کو یوفتا کی حالت پر ترس آیا لیکن زیتون سب سے زیادہ متاسف ہوئی کہ اپنے شوہر کو اس قدر مضمحل دیکھ کر بے چین ہو گئی۔ اس نے کہا:

"یہ تمہیں کیا ہو گیا؟ تمہاری حالت اس قدر کیوں خراب ہو گئی؟"

یوفتا مرد تھا۔ بہادر تھا۔ مستقل مزاج تھا۔ وہ غم و فکر سے جلد متاثر ہونے والا نہیں تھا لیکن اکثر توہم پرستی میں گرفتار ہو جاتا تھا۔ کبھی کبھی اس کے کانوں میں یوحنا مرحوم کے یہ الفاظ گونجنے لگتے تھے کہ "تم خود ہی تباہی کو بلا رہے ہو"۔

وہ سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کو شکست دے دے گا لیکن تجربے نے اسے بتا دیا تھا کہ مسلمانوں کو شکست دینا آسان نہ تھا۔

وہ قلعہ بند تھا۔ شہر پر اس کا قبضہ نہیں رہا تھا اور اتنی جرأت اس کے لشکر میں نہیں تھی کہ وہ میدان میں نکل کر مسلمانوں سے جنگ آزما ہوتا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ تباہی آہستہ آہستہ اس کے دروازے پر آ رہی ہے لیکن وہ اپنی بہادری اور مستقل مزاجی کی وجہ سے مسلمانوں سے صلح کرنا کسرِ شان سمجھتا تھا۔

آج جب اس نے بوسی کی گمشدگی کی خبر سنی تھی تو اس نے آنے والی تباہی کو بہت قریب سمجھ لیا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا دل بحرِ الم میں ڈوب گیا تھا اور وہ ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے ایک عرصہ کا بیمار چلا آ رہا ہو۔

اس نے غم و فکر بھری نظروں سے زیتون کو دیکھ کر کہا:

"بوسی کی گمشدگی نے میرے غم و فکر میں اضافہ کر دیا ہے۔ مرحوم بھائی کے قول کے موجب میری تباہی قریب آ رہی ہے"۔

زیتون: خدا نہ کرے۔ کیا تم سدا بہار وادی سے واقف ہو؟

یوفتا: بالکل نہیں۔ اس نواح میں سدا بہار وادی کوئی نہیں ہے۔

زیتون کا دل پھر غم سے ڈوبنے لگا۔ یوفتا نے کہا:

"لیکن تم کیوں دریافت کرتی ہو؟"

زیتون نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ڈائری یوفتا کے سامنے کر دی اور انگلی سے بوسی کی آخری تحریر پر اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"اسے پڑھ لو"۔

یوفتا نے ڈائری لے لی اور بوسی کی تحریر پڑھنا شروع کی۔ وہ جلد تحریر پڑھ کر فارغ ہو گیا اور غصے سے اس نے کہا:

"دھوکہ۔ فریب۔ مکاری۔ سدا بہار وادی یہاں کوئی نہیں ہے۔ سرجس کو میں جانتا ہوں۔ وہ نہایت شریر اور چالاک آدمی ہے۔ اس نے سادہ لوح بوسی کو پھسلا لیا لیکن ٹھہرو، میں دریافت کر لوں کہ سرجس کب سے یہاں حاضر ہے"۔

"مریم تم سپہ سالار کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ سرجس کو تلاش کرے اور فوراً یہاں آ کر بتائے کہ سرجس کب سے یہاں حاضر ہے؟"

مریم تعمیل کے لیے فوراً چلی گئی۔ شہزادہ لاون نے یوفتا سے مخاطب ہو کر کہا:

"لیکن شہزادی اتنی آسانی سے اس کے فریب میں نہیں آ سکتی۔ ممکن ہے یوحنا مرحوم نے کوئی وصیت کی ہو یا کوئی تحریر دی ہو"۔

یوفتا: بہت ممکن ہے لیکن تحریر کہاں تلاش کی جائے۔

لاون: اس تحریر کردہ ڈائری میں، میز کے خانوں میں، مسہری پر اور الماری میں دیکھیے۔

یوفتا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے شہزادہ لاون کی بتائی ہوئی جگہوں میں ڈھونڈنا شروع کیا۔ زیتون اور لاون بھی تلاش کرنے لگے۔

سب جگہیں دیکھ ڈالی گئیں مگر کسی قسم کی کوئی تحریر نہ ملی۔ میز بالکل صاف تھی۔ اس کے خانوں میں مذہبی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ مسہری بالکل خالی تھی۔

اب یوفتا الماری کی طرف بڑھا۔ الماری میں تالا لگا ہوا تھا۔ اس نے زور سے تالے کو جھٹکا دیا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ زیتون نے اپنی چابیوں کا گچھا اسے دیا لیکن کوئی چابی بھی قفل کو نہ لگی۔ سب لوگ تالا کھلنے سے مایوس ہو گئے کہ ایک چھوٹی سی چابی قفل میں لگ گئی۔

یوفتا نے داہنی طرف چابی کو گھمایا۔ چابی گھوم گئی اور قفل یوفتا کے ہاتھ پر آ پڑا۔ یوفتا نے جلدی سے کواڑ کھولے اور سب سے اوپر سرخ فیتہ میں بندھے ہوئے کاغذات دیکھ کر میز پر اٹھا لایا۔ اس نے ایک کھلا ہوا کاغذ اٹھایا اور جلد جلد اسے پڑھنے لگا۔ اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ بتا رہا تھا کہ اس کاغذ کی تحریر یوفتا پر مختلف اثر کر رہی ہے۔

شہزادہ لاون اور زیتون خاموش کھڑے یوفتا کو دیکھ رہے تھے۔ اب یوفتا کے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کاغذ کو پڑھ کر اسے بوسہ دیا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

زیتون نے اس سے پوچھا:

"یہ کیسا کاغذ ہے؟"

یوقنا: یہ بھائی صاحب مرحوم کا وصیت نامہ ہے۔

زیتون (تعجب سے): وصیت نامہ؟ لیکن لوسی کے پاس کہاں سے آیا؟

یوقنا: مرحوم کو اپنے اتفاقیہ مرنے کا یقین تھا اس لیے انہوں نے لوسی کو کچھ وصیت کی ہے۔

زیتون: کیا اس کا مضمون سب کو سنانے کے قابل نہیں ہے؟

یوقنا: نہیں۔ یہ صرف لوسی کے متعلق ہے لیکن اس میں سدا بہار وادی اور لوسی دونوں کا تذکرہ ہے۔

زیتون (حیرت سے): یہ بھی لکھا ہے کہ نہیں کہ سدا بہار وادی ہے کس جگہ؟

یوقنا: لکھا ہے۔ یہ وادی شہرِ حلب کے قریب ہی ہے۔

زیتون: جب تو ہمیں رات تک لوسی کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیے۔

لاون: لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ شہزادی صاحبہ نے مرجس کے ہمراہ جانا کیوں پسند کیا؟

یوقنا: ہاں۔ یہ بات ذرا تعجب خیز ہے۔

اب مریم اور کرکلس دونوں کمرے میں داخل ہوئے۔ کرکلس نے سلام کیا۔ یوقنا نے پوچھا:

"معلوم ہوا کہ مرجس کب سے غیر حاضر ہے؟"

کرکلس: عالی جاہ۔ مرجس پلٹن نمبر پانچ میں نائک ہے۔ اس پلٹن کے کپتان سے معلوم ہوا کہ وہ رات سے غیر حاضر ہے۔

یوقنا: لیکن اس کی غیر حاضری کی رپورٹ اس وقت تک کیوں نہیں کی گئی؟

کرکلس: تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کی غیر حاضری کی رپورٹ رات ہی کو دفترِ جنگ میں آ گئی تھی عالی جاہ!

یوقنا: مگر اس وقت تک ہمارے علم میں کیوں نہیں لائی گئی؟

کرکلس: رات قیدیوں کی روانگی کی وجہ سے کاغذات پیش نہ ہو سکے۔

یوقنا: یہ نہایت بری بات ہے۔ جنگ کے زمانے میں اس قدر لاپرواہی۔ ایک سپاہی یا افسر کی غلطی ہمیں تباہ کر سکتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ کوئی رومی سازباز کر کے مسلمانوں کو قلعے میں داخل کر دے۔ اچھا تم جاؤ اور نہایت ہوشیاری سے قلعہ کی نگرانی کرو اور آئندہ سے احتیاط کرو کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی ہمارے علم میں لانے سے نہ رہ جائے۔

یوقنا اپنے احکام کی تعمیل کرانے میں نہایت سخت تھا۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر سختی سے سخت سزا دیا کرتا تھا۔ لیکن اس وقت عربوں سے جنگ ہو رہی تھی اس لیے اس نے حسبِ عادت سزا دینا مناسب نہ سمجھا اور آئندہ احتیاط کرنے کے حکم پر ہی اکتفا کر لی۔

کرکلس لوسی کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا تھا مگر اس وقت یوقنا اسے برہم نظر آیا اس لیے اس نے چپ چاپ چلے جانے ہی میں سلامتی سمجھی۔ چنانچہ اس نے فوجی قاعدے سے سلام کیا اور واپس چلا گیا۔

چونکہ اب لوسی کی طرف سے کسی قدر اطمینان ہو گیا تھا اس لیے ان سب نے مل کر کھانا کھایا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

○

وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور مشرق کی طرف سے سیاہی بڑھتے بڑھتے مغرب کے انتہائی سرے تک پہنچ گئی۔ تاریکی خوب پھیل گئی۔

یوقنا، زیتون، شہزادہ لاون اور مریم ابھی تک لوسی کے کمرے میں بیٹھے تھے اور اس کی واپسی کے منتظر تھے۔ اس وقت ان کے چہروں پہ امید و بیم کے آثار ظاہر تھے۔ کمرے میں خوب تیز روشنی کر دی گئی تھی۔

انتظار بری بلا ہے۔ انتظار کا وقت بڑی مشکل سے کٹتا ہے۔ ان چاروں نے خدا خدا کر کے دن کاٹا تھا اور اب رات کے ابتدائی وقت سے لوسی کا انتظار کر رہے تھے۔ ذرا سا کھٹکا ہوتا تو سب کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ جاتی تھیں لیکن کسی کو آتا ہوا نہ دیکھ کر واپس آ جاتی تھیں۔

ان چاروں کے خیالات مختلف تھے۔ جذبات الگ تھے مگر مطمحِ نظر ایک تھا یعنی لوسی کا سلامتی کے ساتھ واپس آ جانا۔

انتظار کرتے کرتے عرصہ گزر گیا۔ یہاں تک کہ ایک ثلث کے قریب رات ختم ہو گئی ــــ لیکن لوسی کا اب تک پتہ نہ تھا۔ ان سب کے دل خوف و رنج سے دھڑکنے لگے۔ زیتون نے کہا:

"اب کب تک انتظار کرنا ہو گا؟ ضرور میری لوسی کسی آفت میں گرفتار ہو گئی ہے۔"

یوقنا چونک پڑا۔ اس نے کہا:

"بے شک اسے اب تک آ جانا چاہیے تھا۔ رات بہت زیادہ گزر چکی۔ میرے خیال میں ضرور راستہ پہ کوئی حادثہ گزرا۔ مریم! تم کرکلس سے دریافت تو کر کے آؤ کہ مرجس آ گیا یا نہیں؟"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

مریم روانہ ہوئی۔ زیتون کے چہرے پر ناامیدی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس نے کہا:

"بس آچکی۔ آنا ہوتا تو اب تک آجاتی۔"

لاون: بے شک۔ اب آنے کی امید نہیں رہی۔ ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔

یوقنا: مریم کو آنے دو۔ اگر سرجس ابھی تک نہیں آیا تو ضرور اس نے دغابازی کی۔ میں ابھی سدابہار وادی میں جاکر دونوں کو تلاش کرتا ہوں۔

اس وقت زیتون کے چہرے سے انتہائی رنج و غم کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ یوقنا اسے روتا دیکھ کر بے چین ہوگیا۔ اس نے دلدہی کے طور پر کہا:

"پیاری غم نہ کرو۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ لوسی ضرور مل جائے گی۔"

زیتون: خدا کرے کہ مل جائے لیکن میرا دل ناامید ہوتا چلا جاتا ہے۔

یوقنا: ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں۔ ضرور وہ دونوں سدابہار وادی میں ہوں گے۔

اب مریم آگئی تھی۔ اس کے چہرے سے ناامیدی ٹپک رہی تھی۔ یوقنا نے جلدی سے پوچھا:

"مریم! کیا سرجس آگیا؟"

مریم: اس وقت تک تو نہیں آیا۔

یوقنا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے زیتون سے کہا:

"پیاری۔ رنجیدہ نہ ہو۔ میں خود لوسی کو تلاش کرنے جاتا ہوں۔ مریم! تم ان کے پاس رہنا۔"

شہزادہ لاون بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ یوقنا کے ہمراہ جانا چاہتا تھا لیکن ناتجربہ کار تھا عرض مدعا کرتے ڈرتا تھا۔ پھر بھی اس نے ہمت کر کے کہا:

"عالی جاہ۔۔۔۔۔"

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ یوقنا کے رعب نے اس کی زبان کو یاوری نہ دی۔ یوقنا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا:

"کیا تم بھی ساتھ چلنا چاہتے ہو؟"

لاون: اگر آپ اجازت دیں تو چلوں۔

یوقنا: تم کیوں تکلیف کرتے ہو۔ بہرحال اگر چلنا ہی چاہتے ہو تو تیار ہو کر شمالی برج میں آجاؤ۔

لاون: بہت بہتر۔

اب لاون اور یوقنا جلد جلد چل کر محل سے باہر آئے۔ یوقنا دفتر جنگ چلا گیا اور لاون نہایت تیزی

سے اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا۔

اس وقت چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ صاف و شفاف چاندنی کھل رہی تھی۔ لاون قدم بڑھائے جا رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے آکر کہا:

"خیر ہے حضور۔ اس قدر تیز کیوں جا رہے ہیں؟"

لاون چونک پڑا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا اور کسی قدر آہستہ روی سے چل کر کہا:

"تو تم اچھا ہوا تم آگئے۔ میں عادل بادشاہ یوقنا کے ہمراہ سدابہار وادی کی تلاش میں جا رہا ہوں تاکہ لوسی کو تلاش کر سکوں۔"

توما: یہ سدابہار وادی کہاں ہے اور لوسی وہاں کب اور کیوں گئی؟

لاون: یہ وادی شہر حلب کے قریب ہے۔ اس میں دفینہ ہے اور شہزادی اسی دفینہ کی تلاش میں رات وہاں گئی ہے۔

توما: حضور عالی۔ وہ غالباً وہی تھی جو رات سیاہ لبادہ اوڑھے اس درخت کے قریب جاتی ہوئی ہمیں ملی تھی۔

لاون: بے شک وہی تھی۔ کاش رات ہم اسے دیکھ لیتے۔

توما: میں تو عرض کر رہا تھا لیکن آپ نے کوئی پرواہ نہ کی۔

لاون: اس وقت میری عقل پہ پتھر پڑ گئے تھے۔

اب یہ دونوں شہزادے کی قیام گاہ پہ پہنچے۔ شہزادے نے جلد جلد فوجی لباس زیب بدن کیا۔ ایک اونی شال ہاتھ پہ ڈال لی۔ تلوار ڈاب میں رکھ لی۔

شہزادے نے توما سے کہا:

"کیا تم بھی چلو گے؟"

توما: اگر آپ کا حکم ہو تو میں بھی چلوں؟

لاون: ضرور چلو۔ کیونکہ ہمیں قلعہ سے باہر شہر کے قریب جانا ہے اور مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا ہے خدا جانے کیا افتاد پیش آئے۔ دو چار منچلوں کا ساتھ ہونا اچھا ہے۔

توما کنایتاً اپنی تعریف سن کر شہزادے کا مشکور ہوا۔ اس نے تشکر آمیز نظروں سے شہزادے کو دیکھ کر کہا:

"یہ آپ کا حسن ظن ہے جو اپنے ادنیٰ خادموں کی تعریف فرماتے ہیں۔ میں جانثاری کے لیے

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

ہمراہ چلنے کے لیے تیار ہوں۔

لاون: تم بھی اونی شال لے لو۔ اس وقت سردی زیادہ ہو رہی ہے۔ کہیں خنکی کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔

توما نے بھی ایک شال لپیٹ لی تو پر ڈال لی اور یہ دونوں مسلح ہو کر قلعہ کے شمالی برج کی طرف چل پڑے۔

○

اس وقت سردی زیادہ ہو رہی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے منہ پر تھپیڑے مار رہے تھے جس سے سانس کے راستے خنکی ناک کے اندر پہنچ کر ناک کو یخ بستہ کر کے خفیف سی ریزش کے ذریعے باہر آ جاتی تھی۔ جن کے ہاتھوں میں دستانے نہیں تھے ان کے ہاتھ سُن ہو رہے تھے۔

شہزادہ لاون اور توما شمالی برج میں پہنچے۔ یہاں یوقنا، کرکلس اور دس اور معزز رومی تیار بیٹھے تھے۔ ان دونوں کے پہنچتے ہی وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور آہستہ آہستہ اس غار کی طرف چلے جس سے ایک روز قبل لوسی اور سرجس گئے تھے۔

یوقنا کے ہمراہ جو رومی تھے ان کے ہاتھوں میں مشعلیں نہیں۔ کچھ بتیاں تھیں۔ یہ سب غار کے قریب آئے اور غار کے اندر اتر کر سرنگ عبور کر کے قلعہ سے باہر نکل آئے۔

اگرچہ رات چاندنی تھی مگر آج برف پڑنے لگی تھی جس کی وجہ سے دور کی چیز دکھائی نہ دیتی تھی۔ پھر بھی مسلمانوں کے لشکر میں جو جگہ جگہ آگ روشن تھی وہ دور سے ٹمٹما رہی تھی۔

یہ سب لوگ نہایت خاموشی اور احتیاط سے چل کر شہر حلب کے قریب [illegible] لے غار میں پہنچے۔

اس غار میں اتر کر ایک شخص نے بتی روشن کی۔

یوقنا [illegible] کے برابر چلا اور سب ایک ایک کر کے اس کے پیچھے چلے۔ اس غار کے [illegible] سرے پر جا کر یوقنا نے داہنی طرف پتھر کے نیچے ایک خلا دیکھا۔ وہ جھک کر اس میں داخل ہوا اور پتھر کے قدرتی مستطیل کمرے میں پہنچا۔ یہاں اسے کوئی سیاہ چیز پتھر کی دراڑ میں گھستی نظر آئی۔

اس نے اسے کوئی جنگلی جانور خیال کیا اور وہ پھر جلدی سے داہنی طرف چلا۔ یہاں اسے ایک پتھر سے ڈھکا ہوا سوراخ ملا۔ وہ اس سوراخ کے اس پار چلا گیا۔ اس کے سب ہمراہی بھی اس کے

ساتھ گئے۔

اب یہ سب سدا بہار وادی میں پہنچ گئے۔ یوقنا نے مشعلیں روشن کرنے کا حکم دیا۔ فوراً ہی دس بارہ مشعلیں روشن کر لی گئیں۔

اگرچہ رات چاندنی تھی مگر یہ مشعلیں اس لیے روشن کر لی گئیں کہ درختوں کے نیچے یا اور جہاں کہیں اندھیرا ہو ان مشعلوں کے ذریعے تلاش کیا جا سکے۔

ان سب نے دو دو کی پارٹی بنا کر تلاش کرنا شروع کیا۔ ہر جگہ کو اچھی طرح دیکھا۔ سنگ مرمر کا چبوترہ، پھولوں کا تختہ، پہاڑوں کے غار، انگور کی بیلیں اور چشمے کا کنارا، غرضیکہ سب ہی جگہ تلاش کر ڈالا مگر نہ کہیں لوسی ملی اور نہ سرجس۔

یوقنا نے متعدد آوازیں دیں مگر کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ اب یوقنا اور شہزادہ لاون کے دل پھر متردد ہو گئے۔ انھوں نے ہر جگہ کو دو دو تین تین مرتبہ دیکھا لیکن سوائے ناکامی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

آخر وہ سب تلاش کرتے کرتے تھک گئے۔ رات بھی آخر ہو چکی تھی۔ یوقنا نے نہایت رنج و افسوس کے ساتھ واپسی کا حکم دیا۔

لاون کو لوسی کے نہ ملنے کا از حد ملال تھا۔ اس کا دل اس جگہ سے جانے کو نہ چاہتا تھا لیکن باپ ادب اس کو وادی میں رہنے کی اجازت بھی نہ دیتا تھا۔

سخت ناکامی اور رنج و تاسف کے ساتھ یہ لوگ واپس ہوئے اور سدا بہار وادی سے نکل کر غار کے دہانے پر آ گئے۔

پچھلی رات ہونے کی وجہ سے اس وقت سردی میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ ان سب نے اونی کپڑے اوڑھ لیے تھے لیکن بڑھتی ہوئی سردی پھر بھی بدن کو کپکپائے دیتی تھی۔

اب یہ سب قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔ شہزادہ لاون نے حسرت بھری نظروں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا جا رہا تھا۔

جب یہ لوگ سرنگ کے [illegible] یوقنا سرنگ کے اندر داخل ہوا تو اس سرنگ کے دروازے سے دس پندرہ قدم کے فاصلے پر پتھریلی چٹان کے قریب کوئی سیاہ چیز لاون کو پڑی ہوئی دکھائی دی۔ وہ کھڑا ہو کر غور سے اسے دیکھنے لگا۔

پہلے تو وہ اسے واہمہ سمجھا۔ پھر کسی چٹان کا سایہ سمجھا لیکن اور غور سے دیکھنے پر وہ [illegible]

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

چیز معلوم ہونے لگی۔ اس نے کسی قدر بلند آواز سے کہا:

"ٹھہرو۔ دیکھو وہ اس اونچی چٹان کے قریب کالی کالی کیا چیز پڑی ہے۔"

لاون کی آواز کو سنتے ہی جو لوگ سرنگ کے اندر داخل ہو گئے تھے وہ بھی باہر نکل آئے۔

یوقنا نے کہا: "کیا ہے؟"

لاون: دیکھیے وہ — (انگلی سے اشارہ کر کے) اس چٹان کے قریب کیا چیز ہے؟

یوقنا نے غور سے دیکھا اور کہا:

"ضرور کوئی چیز ہے۔ آؤ دیکھیں۔"

یہ سب اس چٹان کی طرف چلے۔ اس کے قریب پہنچ کر اس نے کسی کو ادنی شال اوڑھے گٹھڑی سا پڑے دیکھا۔ یوقنا نے اس کے سر سے شال ہٹائی۔ شال کے ہٹتے ہی آسمان کے چاند کی طرح زمین پر بھی ایک چاند روشن نظر آیا۔

سب نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔

یہ شہزادی لوسی تھی جو بے ہوش پڑی تھی۔

یوقنا اس کے اوپر جھک گیا۔ اس نے فرط محبت سے کہا:

"میری بیٹی! میری لوسی! ہائے یہ تیری کیا کیفیت ہو گئی؟"

شہزادہ لاون بے قرار ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنا سینہ چیر کر لوسی کو کلیجے میں رکھ لے لیکن اس کے باپ کی موجودگی میں یہ کسی طرح ممکن نہ تھا۔

یوقنا اور اس کے ساتھی حیران رہ گئے۔ اگرچہ یوقنا کا دل بہت سخت تھا لیکن اس وقت جوشِ پدری میں اس کے آنسو نکل آئے تھے!

○

مصیبت زدہ لوسی

○

جب سرجس رات کے قیام کا انتظام کرنے اور کھانا لینے چلا گیا اور وہ اپنی شال اوڑھ کر سنگِ مرمر کے چبوترے پر بیٹھ گئی تو اسے خیال آیا کہ سرجس کے سر پر بوالہوسی کا جن سوار ہے۔ کہیں وہ تنہا دیکھ کر کسی قسم کی زبردستی پر آمادہ نہ ہو جائے۔

اس خیال کے آتے ہی معصوم لوسی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ صبح کی طویل خاموشی نے اسے کمزور کر دیا تھا۔ گزشتہ رات کو وہ پل بھر نہ سوئی تھی۔ دوپہر کے بعد کچھ دیر سو لینے سے اس کی نیند اچھی طرح نہ بھری تھی جس کی وجہ سے اس وقت اس کا سر کسی قدر بھاری ہو گیا تھا۔ ان سب کے علاوہ سرجس کے ستانے کا خوف اس کی روح کو تحلیل کرنے لگا۔ اسے یہ صدا بہار وادی خوف کی جگہ معلوم ہوئی جہاں اس کی عفت و عصمت تاراج ہونے کا اندیشہ تھا یا جان جانے کا خطرہ تھا۔

اس کے نازک دماغ میں اس وادی سے نکل بھاگنے کا خیال پیدا ہوا مگر وہ نازک تھی، غمگین اور آزردہ خاطر تھی۔ کمزور تھی اور سب سے زیادہ یہ کہ کبھی آج تک اسے رات کے وقت کہیں جانے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اس لیے وہ سخت مشوش تھی۔

جس راستے سے وہ گزشتہ رات کو صدا بہار وادی میں داخل ہوئی تھی وہ راستہ اسے بخوبی یاد تھا۔ وہ اسی راستے سے نکل سکتی تھی لیکن باہر مسلمانوں کا لشکر محاصرہ کیے پڑا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ کہیں عرب اسے گرفتار نہ کر لیں اور وہ غیر مذہب والوں کے ہاتھوں میں پڑ کر زندہ درگور

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ہو جاتے۔

اس کے علاوہ وہ اس سرنگ کے راستے سے واقف نہیں تھی جس سے سرجس اسے قلعہ سے باہر نکال لایا تھا۔ اس عدم واقفیت کی وجہ سے اگر وہ قلعہ میں داخل نہ ہو سکی تو عربوں کے ہاتھوں اس کا گرفتار ہو جانا لابدی تھا۔

ان خیالات سے لوسی سخت پریشان اور متفکر تھی مگر وقت تھوڑا تھا۔ وہ سرجس کی صورت سے متنفر ہو گئی تھی اس لیے اسے جلد ان دو باتوں میں سے ایک پر کاربند ہونا ضروری تھا یعنی یا تو وہ اس وادی میں ہمیشہ کے لیے سرجس کے ہمراہ رہے یا اس وادی سے نکل کر عربوں کے ہاتھوں گرفتار ہو جائے۔

اس نے بہت غور و خوض کر کے موخر الذکر رائے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسے خیال ہوا کہ اگر وہ عربوں کے ہاتھوں میں پڑ بھی گئی تو خدا رسیدہ عرب اس کے ننگ و ناموس کو تباہ نہ کریں گے۔ وہ اس خیال پر پختہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور شال کو اچھی طرح سے اپنے گداز جسم پر لپیٹ کر وادی سے باہر نکلنے کے لیے روانہ ہوئی۔

رات اندھیری تھی۔ ابھی چاند نہیں نکلا تھا۔ اس وجہ سے ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ آج خلافِ معمول کسی قدر سردی زیادہ تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے لوسی کے نازک جسم کو کپکپا دیتے تھے۔

وہ اونی شال کو لپیٹے ہوئے جلد جلد دروازے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ سبز سبز بیلوں سے ڈھکے ہوئے چھوٹے دروازے سے گزر کر وہ پتھر کے سوراخ سے نکل گئی اور پتھر کے قدرتی مستطیل کمرے میں پہنچی۔

یہاں غضب کا اندھیرا تھا۔ قبر کی تاریکی سے زیادہ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ لوسی بائیں ہاتھ مڑی لیکن جب وہ گھومی تو اسی وقت اس کا پیر اس کی اونی شال میں الجھ گئی اور وہ گرتے گرتے بڑی مشکل سے بچی۔ سنبھلتے وقت اس کا رخ بائیں ہاتھ کے بجائے سامنے کی طرف ہو گیا اور اس طرح وہ راستہ بھول گئی۔

اس نے سامنے والی دیوار کے قریب جا کر پتھروں میں خلا تلاش کرنا شروع کیا لیکن اس معصوم، بھولی، حور وش لڑکی کو کیا معلوم تھا کہ وہ راستہ بھول گئی ہے۔ اس نے دیر تک دروازے کی تلاش میں لاحاصل سعی کی۔ اکثر نوکیلے پتھر پر اس کا ہاتھ پڑنے سے اس کی نازک انگلیوں میں

خراشیں آ گئی تھیں۔ بے چاری نازک اندام لڑکی جس قدر دروازے کی تلاش میں جد و جہد کر رہی تھی اسی قدر دروازے سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

اس نے بہت جستجو کی لیکن دروازہ نہ ملا۔ وہ گھبرا گئی۔ تاریکی میں اس کا دم گھٹنے لگا۔ اس نے ناامید ہو کر کہا:

"خداوندا۔ کیا یہ کمرہ میری قبر بنے گا؟"

اگرچہ لوسی نے یہ فقرہ بہت آہستہ سے کہا تھا مگر اس کی آواز گونج گئی۔ وہ چونک پڑی اور ڈر گئی۔ چونکہ بہت جد و جہد کرنے سے وہ تھک گئی تھی اس لیے وہ ایک دیوار کا سہارا لے کر دم لینے کے لیے کھڑی ہو گئی۔

وہ دیر تک بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ اس نے بہت کچھ قیاس دوڑایا لیکن بڑھتی ہوئی تاریکی کی بدولت اس کے قیاس نے کوئی مدد نہ کی۔ ابھی تک وہ گم کردہ راہ، محروم و محزون کھڑی ہوئی حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اب وہ اس تاریک کمرے سے وادی کے اندر جانے کا راستہ بھی بھول گئی تھی اس لیے اب صبح تک بظاہر اس کے اس اندھیری قبر سے نکلنے کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔

اس ناامیدی نے اسے مغموم کر دیا۔ اس نے اکثر عہدِ طفلی میں اپنی دایہ سے سنا تھا کہ پہاڑی غاروں میں سانپ، بچھو اور دوسرے درندے جانور ایسے ہوتے ہیں جو انسانوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اسے اس وقت وہ سب سنی سنائی باتیں یاد آ گئیں اور وہ خوف و دہشت سے کانپنے لگی مگر خدا انتہائی یاس اور غم میں اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ اگر وہ مدد نہ کرے تو ناامیدی اور غم انسان کو گھلا گھلا کر مار ڈالیں۔

لوسی نے اپنی بزدلی پر ملامت کی اور سکون پذیر ہو کر دروازے کے متعلق سوچنے لگی۔ ابھی اسے غور کرتے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ سامنے کے سوراخ سے روشنی کی جھلک اس کے اوپر پڑی۔

اس روشنی کو دیکھتے ہی اس کا دل خوف و دہشت سے معمور ہو گیا اور وہ تھر تھر کانپنے لگی۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ روشنی لانے والا سرجس ہے جو اسے تلاش کرتا ہوا یہاں آیا ہے۔ اب اسے اپنے گرفتار ہو جانے کا کامل یقین ہو گیا لیکن سرجس کی طرف سے بڑھتے ہوئے تنفر کی وجہ سے وہ سرجس کے ہاتھوں گرفتار ہونے سے مر جانا بہتر خیال کرتی تھی۔ وہ سخت ناامیدی کی حالت میں دیوار سے

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

کسی قدر آگے بڑھ کر کھڑی ہو گئی تاکہ مرجس کے کمرہ میں داخل ہوتے ہی وہ اپنا سر دیوار سے ٹکرا کر پاش پاش کر ڈالے۔ اس خیال کے آتے ہی اس کے دل میں جرأت پیدا ہوئی اور وہ مرنے کے لیے مستعد ہو گئی۔

جس وقت لوسی کے دل میں اپنا سر دیوار سے ٹکرانے کا خیال پیدا ہوا، اسی وقت ہوا کے ایک جھونکے نے اس روشنی کو گل کر دیا۔

لوسی کو روشنی گل ہو جانے سے کسی قدر مسرت ہوئی اور اس روشنی کے نمودار ہونے سے اس نے یہ معلوم کر لیا کہ اس مستطیل کمرے کا دروازہ کس طرف ہے۔ چنانچہ وہ اس دروازے کو تلاش کرنے کے لیے بڑھی لیکن ابھی اس نے ایک ہی قدم اٹھایا تھا کہ اسے کسی کے کمرے میں کودنے کی آواز آئی۔ وہ پھر دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ تاہم ایک ہاتھ اس نے دروازے کی طرف پھیلا دیا تاکہ دروازے کی سمت پھر نہ بھول جائے۔

یہ کودنے والا مرجس ہی تھا جو اندھیرے کمرے میں آ کر خود بھی دروازہ بھول گیا اور اندھوں کی طرح ادھر ادھر ہاتھ چلا کر دروازے کو تلاش کرنے لگا۔ اتفاقیہ اس کا ہاتھ ایک دفعہ لوسی کے نازک جسم پر پڑا۔ وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔

لوسی کانپ گئی۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹی اور کسی قدر آگے بڑھ کر اپنے پھیلے ہوئے ہاتھ کی طرف بڑھی۔ پھر دیوار کے قریب پہنچ کر نیچے بیٹھ کر باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں اسے راستہ مل گیا اور وہ اس راستے سے گزر کر غار میں آئی۔ پھر غار کے دہانے پر آ کر وہ آہستہ آہستہ اوپر چڑھی اور غار سے نکل آئی۔

اس وقت چاند نکل آیا تھا۔ چاندنی خوب کھل رہی تھی مگر برف پڑنے کی وجہ سے دھواں سا پھیلا ہوا تھا۔ سردی بہت سخت پڑ رہی تھی۔

جب لوسی غار سے باہر نکل کر کھڑی ہوئی تو اول اول اسے سردی نہ معلوم ہوئی لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد سردی نے اس پر اثر کرنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس کا نازک بدن کانپنے لگا۔ اس نے اپنی اوڑھنی اچھی طرح سے لپیٹ لی۔ اب اس نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ اس وقت اسے بے حد خوف محسوس ہوا۔

رات ایک تہائی کے قریب گزر چکی تھی۔ تمام جنگل سونا پڑا تھا۔ چاندنی میں قریب کے پتھر چمک رہے تھے۔ سارا ماحول بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ کبھی کبھی شہر سے کتوں کے بھونکنے کی آواز آ کر

سناٹے کو دور کر دیتی تھی۔

سامنے دور پر عربوں کے لشکر میں جگہ جگہ آگ روشن تھی۔ وہ اس خوفناک منظر کو دیکھ کر کانپ گئی۔ خوف و دہشت نے اس کے دل میں دھڑکن پیدا کر دی اور وہ چاروں طرف خوفزدہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

ذرا سا پتہ کھڑکنے پر وہ چونک پڑتی تھی۔ پری جمال کمسن لڑکی کو مرجس کے آنے کا خوف تھا۔ اس مہیب جنگل میں اپنے تنہا ہونے کا ڈر تھا۔ کسی عرب کے ہاتھوں اپنے گرفتار ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس قدر کشاکش اور خوف و دہشت میں اس کی ننھی سی جان تھی۔ ان سب پر طرہ اس وقت بڑھی ہوئی سردی تھی جو اسے سخت تکلیف دے رہی تھی۔

لوسی نے غار سے باہر نکل کر چند لمحوں تک ادھر ادھر دیکھا اور آہستہ آہستہ قلعہ کی طرف روانہ ہوئی۔ قلعہ سامنے نظر آ رہا تھا۔ اس کی فلک کشیدہ دیواریں خوفناک معلوم ہو رہی تھیں۔ فصیل پر رومی سپاہی نگہبانی کے طور پر پھرتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔

وہ آہستہ آہستہ چل کر اسی مقام پر پہنچی جہاں وہ مرجس کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلی تھی۔ اس جگہ کثیر التعداد پتھروں کی چٹانیں تھیں۔ نازک اندام لوسی نے بہت سے پتھروں کو ہلانے کی کوشش کی لیکن جسے بڑھی ہوئی نزاکت کے باعث پھولوں کا ہار بھی بار ہو اور جس کے نازک ہاتھ صرف اپنے چاہنے والے کی گردن میں حمائل ہونے ہی کے قابل ہوں اس سے پتھر جیسی وزنی چیز کیسے جنبش کر سکتی تھی۔ اس نے بہت کچھ سعی کی مگر نتیجہ کچھ بھی نہ ہوا۔ کوئی پتھر اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

وہ کسمسا ہو گئی۔ اس مایوسی نے اس کے دل و دماغ پر برا اثر کیا۔ ایک دفعہ اس نے فصیل پر پہرہ دینے والے سپاہیوں کو آواز دینا چاہی لیکن اس خوف سے خاموش رہ گئی کہ ممکن ہے اس کی آواز قلعہ کی فصیل تک نہ پہنچے اور کوئی عرب کہیں قریب ہو اور وہ اس کی آواز سن کر اسے گرفتار نہ کر لے۔

پتھروں کے ساتھ جد و جہد کرنے سے لوسی کو ایک فائدہ ضرور ہوا تھا۔ وہ یہ کہ اب اسے زیادہ سردی نہ معلوم ہو رہی تھی بلکہ اس کے گورے گورے بدن پر پسینہ نمودار ہو گیا تھا۔ اسے مرجس کا بھی خوف تھا اور وہ بار بار اٹھ کر شہر کی طرف دیکھ لیتی تھی۔

چونکہ لوسی کمزور تھی اور چوبیس گھنٹوں میں صرف چند گھنٹے سوئی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے سفر کیا تھا اور مستطیل کمرے کے اندر اور اس جگہ راستہ تلاش کرنے میں بہت کچھ سعی کی تھی جس سے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

وہ اور بھی کمزور ہوگئی تھی اس لیے اب وہ چٹان کا سہارا لے کر نیم دراز ہوگئی تھی اور اس نے اپنے پاؤں پھیلا دیے تھے۔

یہ قدرت کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ پھولوں سے نازک لوسی جو مخملیں گدوں پر بھی بعض اوقات تکلیف محسوس کرنے لگتی تھی اس وقت پتھر کی چٹان کا سہارا لیے سنگریزوں پر لیٹنے ہی میں آرام محسوس کر رہی تھی۔

جس جگہ اس وقت لوسی پڑی تھی اس جگہ چٹان کا سایہ آ گیا تھا اور اس کی سیاہ اونی شال اسے بالکل چھپائے ہوئے تھی۔ ابھی اسے لیٹے کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس کو چند قدم کے فاصلے پر کچھ کھٹکا محسوس ہوا۔ اس نے ڈر کر شال میں اپنا خوبصورت چہرہ چھپا لیا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ خوف و دہشت سے کانپنے لگی۔ اس پر اس وقت کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس کے منہ سے چیخ نکلنے پر تیار ہوگئی مگر اس نے بہت ضبط کیا اور دم سادھ کر چپ پڑی رہی۔

تھوڑی ہی دیر میں اسے آدمیوں کے بولنے کی آواز آئی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے منہ باہر نکال کر دیکھا۔ یہ دس بارہ آدمی تھے جو جلد جلد شہر حلب کی طرف جا رہے تھے۔ اس وقت اس کی طرف ان کی پشت تھی۔

لوسی کا ارادہ ہوا کہ وہ ان جانے والوں کو آواز دے کر بلائے مگر اس خوف سے کہ کہیں یہ سرجس کے ہمراہی نہ ہوں اور مجھے پھر پکڑ کر سدا بہار وادی میں سرجس کے پاس نہ لے جائیں، وہ خاموش رہی۔ کاش وہ جان جاتی کہ یہ یوقنا اور اس کا دلدادہ شہزادہ لاؤن اور اس کے ہمراہی ہیں جو اسی کو تلاش کرنے جا رہے ہیں ___ مگر قدرت نے ہر کام کا وقت مقرر کر دیا ہے اور وہ اسی وقت پر پورا ہوتا ہے۔

لوسی خاموش پڑی رہی۔

جب یہ سب لوگ دور چلے گئے اور کہر کی تاریکی میں نظروں سے اوجھل ہوگئے تو لوسی پھر اٹھی اور اسی جگہ آئی جہاں سے یہ لوگ برآمد ہوئے تھے مگر اسے کہیں کسی طرف کوئی سوراخ یا دراڑ ایسی نظر نہ آئی جس کے ذریعے سے وہ سرنگ میں داخل ہو کر قلعہ کے اندر پہنچ جاتی۔

اس نے پھر پتھروں کو ہلا ہلا کر دیکھنا شروع کیا۔ وہ اپنے مقدور بھر زور لگاتی تھی لیکن کوئی پتھر اپنی جگہ سے جنبش نہ کرتا تھا۔

وہ سخت پریشان تھی اور اس خوف سے کہ کہیں صبح نہ ہو جائے اور وہ قلعہ سے باہر رہ کر عربوں کے ہاتھوں میں گرفتار نہ ہو جائے۔

وہ برابر جدوجہد کر رہی تھی۔ اسی طرح کوشش کرتے اسے عرصہ گزر گیا مگر سرنگ میں داخل ہونے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ کمزوری اور خوف و دہشت اس سے کام کرا رہے تھے مگر کب تک؟ آخر وہ اکتا گئی اور اسی چٹان کے نیچے جہاں وہ پہلے پڑی تھی، پھر جا پڑی۔

نرم نرم گدوں پر سونے والی کو ان سنگریزوں پر نیند تو کیا آتی مگر ہاں زیادہ محنت کرنے سے بے دم ہو کر وہ خاموش سی لیٹ گئی۔

محنت کرنے کی وجہ سے کچھ دیر تو اس کا جسم گرم رہا اور اس نے شال بھی صرف پیروں پر ڈال لی لیکن رفتہ رفتہ سردی نے اس پر اثر کیا اور اس نے شال سر تک کھینچ کر اوڑھ لی اور خوب لپیٹ لی مگر بڑھتی ہوئی سردی نے شال کو بیکار کر دیا۔

لوسی کا بدن جاڑے سے کانپنے لگا۔ اس نے پیر سکیڑ لیے مگر بدن کا کانپنا پھر بھی بند نہ ہوا حتیٰ کہ اس کے گھٹنے اس کے نازک اور ملائم پیٹ سے جا ملے اور وہ گٹھڑی سی بن گئی۔ اس وقت اس کے دانت بج رہے تھے۔ سردی سے اسے سخت تکلیف ہو رہی تھی۔

اب اس نے لوگوں کی باتوں کی آواز پھر سنی۔ اس نے ان لوگوں کو پکارنا چاہا مگر اس میں آواز دینے کی طاقت باقی نہ رہی تھی۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ موت قریب آ گئی ہے۔ رفتہ رفتہ اس کے حواسِ خمسہ جواب دینے لگے۔

اچانک اس نے اپنے پیارے لاؤن کی آواز یہ کہتے ہوئے سنی کہ "ٹھہرو۔ وہ دیکھو۔ اس اونچی چٹان کے قریب کالی کالی کیا چیز پڑی ہے؟"

اب اس کا دماغ ماؤف ہوگیا اور وہ بے ہوش ہوگئی۔

یہ آنے والے یوقنا، لاؤن اور ان کے ساتھی تھے۔ یہ سب لوسی کے قریب پہنچے۔ یوقنا نے شال اٹھا کر لوسی کو دیکھا۔ وہ اپنی بیٹی کو اس طرح بے ہوش پڑا دیکھ کر بے چین ہو گیا۔ وہ اس کے اوپر جھک گیا اور اس نے فرطِ محبت سے بے تاب ہو کر کہا:

"میری بیٹی! میری لوسی! ہائے یہ تیری کیا حالت ہو گئی؟"

پدری محبت نے جوش مارا اور یوقنا کے آنسو نکل آئے۔ شہزادہ لاؤن نے اس کی یہ حالت دیکھی

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

تو اسے سخت ملال ہوا۔ وہ سمجھ گیا کہ لوسی کی یہ کیفیت سردی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس نے جلدی اپنی شال اتار کر لوسی پر ڈال دی۔

یوقنا نے لوسی کو گود میں اٹھا لیا۔ اس کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی۔ یوقنا نے اس کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا اور گود میں اٹھا کر چلا۔

چند قدم چل کر گلکس نے ایک پتھر کو دبایا۔ وہ اپنی جگہ سے ہل گیا اور فراخ راستہ ان لوگوں کے گزر جانے کے لیے نکل آیا۔ یہ سب لوگ اسی راستہ کے ذریعے سے سرنگ میں داخل ہوئے۔ اندر پہنچ کر گلکس نے پتھر کو کھینچا اور وہ پھر اپنی جگہ پر آ کر پیوست ہو گیا۔

اب یہ سب جلد جلد سرنگ کو عبور کر کے قلعہ کے اندر پہنچے۔

○

صبح کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ چاند کی روشنی پھیکی ہو چلی تھی۔ آسمان کے افق پر چمکنے والے ستارے جھلملانے لگے تھے۔ یوقنا لوسی کو لیے ہوئے محل کے اندر پہنچا اور سیدھا لوسی کے کمرے میں آیا۔ یہاں زیتون اور مریم دونوں بیٹھی ہوئی ان لوگوں کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ یہ دونوں یوقنا کو کمرے میں آتا دیکھ کر کھڑی ہو گئیں۔

یوقنا قریب آیا۔ اس نے لوسی کو آہستہ سے اس کی مسہری پر لٹا دیا۔ زیتون نے خوفزدہ نگاہوں سے لوسی کو دیکھ کر کہا:

"یہ کیا ہے؟"

یوقنا: یہ لوسی ہے۔

زیتون، لوسی کو اس حالت میں دیکھ کر کانپ گئی۔ اس نے کہا:

"ہائے میری بیٹی کو کیا ہو گیا؟"

وہ لوسی کے اوپر جھک گئی اور اس کے گورے گورے چہرے سے شال ہٹا کر اس کی نیم مردہ صورت دیکھ کر جھجک گئی۔ اس نے انتہائی رنج و کرب سے کہا:

"آہ آہ! یہ اس کی کیا حالت ہو گئی؟ میری بیٹی! میری لوسی! خدا کے لیے آنکھیں کھول کر اپنی بدبخت ماں کو دیکھ تو لے۔"

زیتون کے آنسو جاری ہو گئے۔ مریم بھی رونے لگی۔ یوقنا نے بہت ضبط کیا مگر نہ ہو سکا اور اس کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔

زیتون نے روتے ہوئے پھر کہا:

"ہائے اللہ۔ یہ تو بولتی ہی نہیں۔ بیٹی! کیا تو ہمیں دغا دے جائے گی۔ خدا کے لیے ایک دفعہ تو آنکھیں کھول دے۔"

لوسی بے ہوش پڑی تھی۔ اسے کیا خبر تھی کہ کون کون اس کی بالین پہ بیٹھا آنسو بہا رہا ہے۔ کاش وہ اس وقت آنکھیں کھول کر اپنے سوگواروں کو دیکھ لیتی۔

زیتون کو بہت زیادہ صدمہ تھا۔ رنج و غم نے اسے بالکل نڈھال کر دیا تھا۔ وہ بار بار لوسی کی پیشانی کو بوسہ دیتی اور بے چین ہو کر کہتی:

"ہائے میری نازوں والی! میرے دل کے چین! مجھے کیوں دغا دیے جاتی ہے میری پیاری بچی! میرے دل میں تو تیرے بیاہ کا ارمان ہے۔ ہائے میں تیرے بعد کیسے زندہ رہوں گی۔"

مریم بھی زار زار رو رہی تھی۔ یوقنا کے بھی آنسو جاری تھے۔ یہ سب رو رہے تھے کہ شہزادہ لاون ڈاکٹر کو ہمراہ لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے کہا:

"عالی جاہ! میں ڈاکٹر کو لایا ہوں۔"

یوقنا نے مایوس نظروں سے شہزادے کو دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"آہ۔ ڈاکٹر اب کیا کرے گا۔ اب اس میں رکھا ہی کیا ہے۔ شہزادے! لوسی تو ختم ہو گئی۔"

اس روح فرسا خبر سے لاون کا دل دہل گیا۔ رنج و غم نے تھوڑی دیر کے لیے اس کے حواس معطل کر دیے۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ وہ بے حس و حرکت بے جان مردے کی طرح کھڑا رہ گیا۔

ڈاکٹر نے جلدی سے آگے بڑھ کر لوسی کو دیکھا۔ اس نے اس کے ہاتھ پاؤں ٹٹولے۔ اس کا سارا جسم اولا ہو رہا تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے لوسی کے زم دگداز سینہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔ سینہ کسی قدر گرم تھا۔ اس نے مسرت خیز بلند آواز سے کہا:

"گھبرائیے نہیں۔ ابھی اس میں گرمی موجود ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو یہ بالکل اچھی ہو جائے گی۔"

یوقنا اور لاون چونک پڑے لیکن یوقنا نے اپنی اشک آلود نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھ کر کہا:

"ڈاکٹر۔ ان طفل تسلیوں میں کیا رکھا ہے۔ کہیں مردے بھی زندہ ہوتے ہیں۔"

ڈاکٹر: عالی جاہ! شہزادی صاحبہ زندہ ہیں۔ فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کیجیے۔ آپ حکم دیجیے کہ ان کی مسہری کے چاروں طرف انگیٹھیوں میں آگ دہکا دی جائے۔ ان کو بھاری بھاری کمبل

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

اوڑھا دیں۔ میں دوا دیتا ہوں۔

فوراً ڈاکٹر کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ شہزادی کی مسہری کے چاروں طرف انگیٹھیوں میں آگ رکھ دی گئی اور اس کو اونی چادریں اوڑھا دی گئیں۔

ڈاکٹر نے چمچہ میں لے کر دوا پلانے کا ارادہ کیا لیکن پری وش لوسی کی خوبصورت بتیسی بند تھی۔ دوا پلانا دشوار تھا۔ اس کی ناک بند کر کے بتیسی کھلوانا اس لیے مناسب نہ سمجھا گیا کہ اس کا سانس بہت آہستہ آہستہ آ رہا تھا۔

ڈاکٹر نے اس کے جبڑوں پر کوئی دوا لگائی اور ایک چاندی کی باریک سلائی دانتوں کے اندر داخل کی۔ تھوڑی ہی دیر میں بتیسی کھل گئی۔ ڈاکٹر نے فوراً دوا منہ میں ڈال دی اور اس کو چاروں طرف سے ڈھک دیا۔

غمزدہ زیتون ایک طرف مسہری کے سرہانے فرشِ قالین پر بیٹھی ہوئی اپنی بیٹی کے لیے دعا مانگ رہی تھی۔ شہزادہ لاوِن بھی سخت انتشار میں مبتلا تھا۔ وہ بھی دوسری طرف بیٹھا لوسی کی صحت یابی کی دعا مانگ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا:

”خدایا۔ تو لوسی کو صحت دے۔ میں بغیر اس حور کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر اس کا وقت قریب ہی آ گیا ہے تو میری زندگی اسے دے دے اور اس کے بدلے میری موت آ جائے۔ میں مر جاؤں یا اللہ! میری دعا قبول کر لے۔“

اب صبح ہو گئی تھی۔ آفتاب نکل آیا تھا۔ دھوپ اچھی طرح پھیل گئی تھی۔ یوقنا حسرت و افسوس سے لوسی کو دیکھ رہا تھا کہ دفعتاً اس نے مسلمانوں کی تکبیر کی پُرزور آواز سنی۔ وہ گھبرا گیا اور لوسی کو اسی حالت میں چھوڑ کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گیا۔

وہ برج میں پہنچا اور وہاں سے جھانک کر مسلمانوں کے لشکر کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے رومیوں کو وہاں سے دست و پا دیکھا۔ اس کا دل رنج و غم کے بھنور میں ڈوب گیا۔ اس کے کانوں میں یوحنا کے الفاظ گونجنے لگے کہ:

”یہ ناعاقبت اندیشی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔“

اب اسے ہر طرف تباہی ہی تباہی نظر آ رہی تھی۔ کسی وقت وہ اپنے آپ کو مدبر سمجھتا تھا لیکن آج اس کی ہر تدبیر تباہی سے بدل رہی تھی۔

اب اس نے متواتر تکبیروں کی آوازیں سنیں۔ اس نے خوفزدہ ہو کر مسلمانوں کو دیکھا۔ اسے قیدیوں اور

اس کے ہمراہیوں کے سر نیزوں پر نظر آئے اور قیدی رومیوں کو مسلمانوں کی بے پناہ تلواریں قتل کرتی نظر آئیں۔

اس نے اس روح فرسا منظر کو دیکھنے کی تاب نہ لا کر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ یہ وہی قیدیوں کے ہمراہیوں کے قتل کا واقعہ تھا جیسے ناظرین پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

یوقنا دل گرفتگی کے ساتھ فصیل سے اتر کر لوسی کے کمرے میں پہنچا۔ اس وقت رنج و غم اس کے چہرے کو زرد کر رہا تھا۔

لوسی اب تک بے ہوش تھی۔ ڈاکٹر متعدد دوائیں پلا چکا تھا۔ اس کا چہرہ بالکل سپید ہو رہا تھا۔ زیتون اور لاوِن اب تک مسہری کے نیچے بیٹھے حسرت و افسوس سے اس کو دیکھ رہے تھے۔ مریم ڈاکٹر کے ساتھ دوا دوش کر رہی تھی۔

یوقنا کرسی مسہری کے قریب کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا:

”پیاری زیتون۔ اسی طرح کب تک بیٹھی رہو گی۔ آؤ اس طرف کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ شہزادے! تم بھی اس طرف کرسی پر آ جاؤ۔“

زیتون نے حسرت و افسوس بھری نظروں سے یوقنا کو دیکھ کر کہا:

”ہائے میری لوسی تو اب تک بے ہوش پڑی ہے۔ خدا کے لیے بتاؤ۔ یہ بچے گی یا نہیں؟“

یوقنا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے حسرت سے کہا:

”یہ تو خدا ہی جانتا ہے لیکن لوسی کی موت اور زندگی میں کشاکش ہو رہی ہے۔“

زیتون کے آنسو جاری ہو گئے۔ لاوِن کا دل بھی اس کے سینے میں تڑپ اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے۔

ڈاکٹر نے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور آہستہ سے کہا:

”موت کا خطرہ جاتا رہا۔ اب شہزادی کے بدن میں گرمی آ چلی ہے۔ خدا کی ذات سے جلد ہوش آنے کی امید ہے۔“

سب نے مسرت خیز نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا۔ زیتون نے کہا:

”ڈاکٹر! سچ بتاؤ کیا میری لوسی اچھی ہو جائے گی؟“

ڈاکٹر: کرائسٹ کی مہربانی سے بہت جلد اچھا ہونے کی امید ہے۔

اب زیتون اور لاوِن بھی یوقنا کے قریب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ یوقنا نے مریم سے مخاطب ہو کر

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

بڑے پیار سے کہا:

"بیٹی مریم! مجھے بھی کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی۔ اس طرف کرسی پر آ کر بیٹھ جاؤ۔ ڈاکٹر! آپ بھی بیٹھ جاؤ۔"

مریم شرما گئی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔ وہ شہزادے کے قریب کرسی پر جا بیٹھی۔ ڈاکٹر نے جھک کر ادب سے سلام کیا اور وہ بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

یہ سب خاموش بیٹھے محبت بھری نظروں سے لوسی کی پیاری پیاری صورت دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر ذرا ذرا سی دیر میں لوسی کی نبض دیکھتا تھا اور ہر مرتبہ یوقنا اور زیتون اس کی کیفیت دریافت کرتے تھے۔ ڈاکٹر ان کی دلدہی کرتا تھا۔

عرصہ تک لوسی بے ہوش پڑی رہی۔ اس کو سانس ایسا خفیف آ رہا تھا کہ دیکھنے والے کو اس کے سانس لینے میں شبہ ہی ہوتا تھا۔

ڈاکٹر نے متعدد دوائیں بدل بدل کر پلائیں لیکن ابھی اس کی نظروں سے کامیابی کی جھلک نظر نہ آئی تھی۔ پھر بھی وہ سب کو تسلی دے رہا تھا۔

لوسی کے چہرے کا رنگ ابھی تک سپید تھا۔ اس کی آنکھوں کے گرد ضعف کی وجہ سے حلقے پڑ گئے تھے۔ نازک نازک لب نیلے ہو رہے تھے۔

ڈاکٹر نے ایک اور دوا پلائی اور اس کی نبض دیکھی۔ اب اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ اس نے جوش مسرت سے بے خود ہو کر کہا:

"خدا نے بچا دیا۔ لوسی بچ گئی۔"

سب نے حیرت اور مسرت خیز نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا۔ فرطِ خوشی سے ان کے دل ان کے سینوں میں اچھلنے لگے۔ یوقنا نے کہا:

"لوسی کیسے بچ گئی۔ اسے ابھی تک ہوش تو ہوا ہی نہیں۔"

ڈاکٹر اس کے پاس سے ہٹ کر بولا:

"شہزادی کے جسم میں گرمی آ چلی ہے۔ سانس کی آمد و رفت درست ہو گئی ہے۔ اسے ابھی کوئی آدھ گھنٹے میں ہوش آ جائے گا۔"

یوقنا نے لوسی کے ہاتھ پیر چھو کر دیکھے۔ اسے بھی اس کے ہاتھوں پیروں میں گرمی محسوس ہوئی اور سانس کی آمد و رفت بھی کسی قدر اچھی حالت میں نظر آئی۔

ڈاکٹر نے کہا:

"اب اسے ہوش آنے لگا ہے لیکن کوئی صاحب اسے آواز دے کر اسے پھر بیمار ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔"

زیتون نے جلدی سے کہا:

"میں ضرور اپنی بیٹی سے بولوں گی۔ مجھے اس سے باتیں کر لینے دینا!"

ڈاکٹر: بالکل نہیں۔ آپ کے آواز دینے سے اس کے دماغ پر زور پڑے گا جس سے اس کے دماغ میں فتور آ جانے کا اندیشہ ہے۔

زیتون: اچھا۔ میں صبر کروں گی۔

اب لوسی کو جلد جلد سانس آنے لگا تھا۔ اس کے سپید چہرے پر خفیف گلابی رنگ کی جھلک نمودار ہو چلی تھی۔ اس کمرے میں بیٹھنے والوں کی نظریں اس کے رخ پر رنگی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر بار بار اس کی نبض دیکھ رہا تھا۔

اس وقت لوسی کے عارضِ تاباں پر رونق آ گئی تھی۔ ہونٹوں کا نیلا پن بھی اڑنے لگا تھا۔ اب اس کا گداز سینہ سانس کی آمد و رفت سے حرکت کرنے لگا تھا۔

اس وقت سب امید و بیم کی حالت میں بیٹھے لوسی کی کیفیت دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر نے ایک رقیق دوا کے چند قطرے لوسی کے منہ میں ڈالے۔ اس دوا نے فوراً اثر کیا اور اس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں ایک خفیف کراہ کی آواز ابھری۔

زیتون جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ لوسی کے اوپر جھک گئی۔ ڈاکٹر نے کہا:

"ملکہ صاحبہ! عجلت نہ کیجئے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ کی عجلت شہزادی صاحبہ کو کوئی اور نقصان نہ پہنچا دے۔"

زیتون پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔

اب متواتر کراہنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ڈاکٹر کی نظریں مریضہ کے اوپر لگی تھیں۔ دیکھتے دیکھتے ہی حور وش لوسی نے آنکھیں کھول دیں۔

اگر ڈاکٹر نے پہلے سے منع نہ کر دیا ہوتا تو زیتون ضرور اپنی پیاری بیٹی سے باتیں کرتی اور اس کی بلائیں لینے لگتی۔

اب لوسی کو ہوش آ چلا تھا۔ اس کے منتشر دماغ میں خیالات کا ہجوم تھا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

اب لوسی کی طبیعت بحال ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے حواس درست ہو گئے تھے۔ وہ اس قابل ہو گئی تھی کہ اپنے منتشر خیالات کو ایک جگہ مجتمع کر لے۔ وہ نظریں اٹھا اٹھا کر یوفنا، زیتون، مریم اور لاون کو دیکھ لیتی تھی۔

ان سب کی نظریں بھی اسی پر پڑ رہی تھیں۔ اکثر وہ شہزادے کو اپنی طرف دیکھتا پاتی کہ شرما جاتی تھی۔

اب پھر ڈاکٹر نے لوسی کی نبض دیکھی اور کہا:

"اب کوئی اندیشہ نہیں رہا۔ کچھ دیر شہزادی صاحبہ کو آرام کرنے دیجیے۔"

یوفنا: اب لوسی کو بخار تو نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر: ضرور ہوگا لیکن اس بخار کا کوئی خوف نہیں ہے۔ آپ نے رات بھر تکلیف اٹھائی ہے۔ اب آپ بھی آرام کیجیے۔

زیتون: ہاں۔ آپ آرام کیجیے۔ میں لوسی کے پاس بیٹھی رہوں گی۔

یوفنا: میری پیاری۔ تم بھی رات بھر نہیں سوئی ہو۔ پہلے تمہیں آرام کرنا چاہیے۔

زیتون: لیکن لوسی کے پاس کون رہے گا؟

مریم: شہزادی کے پاس میں رہوں گی۔

یوفنا: اور شہزادے سے تم؟

لاون: میں اور مریم دونوں شہزادی صاحبہ کے پاس رہیں گے۔

یوفنا: نہیں۔ تم بھی رات بھر تکلیف میں رہے ہو۔ کہیں تمہاری طبیعت خراب نہ ہو جائے۔

لاون: آپ میری فکر نہ کیجیے۔ اگر نیند نے زیادہ مجبور کیا تو میں کرسی پر تھوڑی دیر سو لوں گا۔

یوفنا: نہیں شہزادے۔ کرسی پر بیٹھے رہنے سے تمہیں تکلیف ہوگی۔ اچھا مریم! تم کسی خادمہ سے کہدو کہ وہ یہاں دوسری مسہری بچھا دے۔

مریم چلی گئی۔

ڈاکٹر نے لوسی کی نبض دیکھی۔ اس کو بخار ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا:

"شہزادی صاحبہ کو بخار ہو گیا ہے۔ اب انہیں آرام کی ضرورت ہے۔ میں مسکن دوا دیتا ہوں۔ اس سے انہیں نیند آ جائے گی۔"

ڈاکٹر نے دوا پلائی۔ لوسی کچھ دیر اپنی بڑی بڑی مستانہ آنکھیں کھولے ادھر ادھر دیکھتی رہی۔ وہ

چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ بولنا چاہتی تھی لیکن بڑھا ہوا ضعف اسے آواز نہ نکالنے دیتا تھا۔

ڈاکٹر نے ایک اور دوا تیار کی اور اس کے پاس آ کر کہا:

"شہزادی صاحبہ! یہ دوا پی لیجیے۔ اس سے بولنے کی طاقت آ جائے گی۔ آپ ابھی بولنے کی کوشش نہ کریں۔"

ڈاکٹر نے دوا پلا دی۔ اس کے پیتے ہی لوسی کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ تھوڑی دیر میں اس نے آنکھیں کھولیں اور نہایت نحیف آواز میں کہا:

"میں کہاں ہوں؟"

زیتون نے اب تک ضبط کیا لیکن اب نہ ہو سکا۔ وہ اٹھ کر لوسی کے پاس مسہری پر بیٹھ گئی اور اس نے جلدی سے کہا:

"بیٹی تو اپنے کمرے میں ہے۔ تیرے پاس تیرے دوست ہیں۔"

لوسی نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ دیر تک آنکھیں بند کیے پڑی رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے پھر آنکھیں کھولیں اور کسی قدر آواز سے آہ کی۔

ڈاکٹر فوراً آگے بڑھا۔ اس نے کہا:

"شہزادی صاحبہ! کیا کہیں درد ہے؟"

شہزادی نے حسرت بھری نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا اور آہستہ سے جواب دیا:

"ہاں۔ درد ہے!"

ڈاکٹر: کہاں؟

لوسی: سینے میں۔

ڈاکٹر نے آہستہ سے کہا:

"یہی مجھے بھی اندیشہ تھا۔"

اس نے فوراً ایک اور دوا تیار کی اور شہزادی کو پلا دی۔ پھر اس نے ایک تیل چاندی کی پیالی میں الٹا اور مریم کو دے کر کہا:

"اس تیل کی مالش شہزادی کے سینے پر کر دو۔"

مریم نے پیالی لے لی اور شہزادی کی مسہری کے پاس جا کر اس کی واسکٹ اور قمیض کے بٹن کھولے پھر ایک ادنی شال لوسی کے گلے تک کھینچ کر مالش آہستہ آہستہ شروع کر دی۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لاون اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں لوسی کی آنکھیں بند ہونے لگیں زیتون نے بے چین ہو کر کہا:

"ڈاکٹر صاحب۔ ذرا دیکھیے لوسی کی کیا کیفیت ہونے لگی؟"

ڈاکٹر: گھبرائیے نہیں۔ اب لوسی سونے والی ہے۔ سونے سے اس کی طبیعت ہلکی ہو جائے گی۔

اب لوسی کی آنکھیں بالکل بند ہو گئی تھیں۔ اسے نیند آ گئی تھی۔ وہ جلد جلد سانس لے رہی تھی اس کے نازک نتھنے پھڑک رہے تھے۔

ڈاکٹر نے پھر کہا:

"اب انہیں اس وقت تک جب تک یہ خود بیدار نہ ہوں سونے دیجیے"۔

یوفنا: ڈاکٹر صاحب۔ اب تو کوئی اندیشہ نہیں۔

ڈاکٹر: بالکل نہیں۔

یوفنا اور زیتون مطمئن ہو کر چلے گئے۔ مریم کمرے میں آئی۔ اس کے پیچھے دو خادمائیں مسہری لیے آ رہی تھیں۔ انھوں نے شہزادی کی مسہری کے قریب تھوڑی سی جگہ چھوڑ کر نہایت آہستہ سے مسہری بچھا دی۔

ڈاکٹر نے کہا:

"اب میری یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ میں رات کو آؤں گا۔ اس کمرے میں زیادہ آدمی نہ رہنے چاہییں آپ بغیر بولے یا کھٹکا کیے شہزادی صاحبہ کو آرام کرنے دیں۔ اگر میرے آنے سے پہلے شہزادی صاحبہ بیدار ہو جائیں تو یہ میز پر رکھی ہوئی دوا انہیں پلا دیں۔ اچھا سلام!"

ڈاکٹر چلا گیا۔ دونوں خادمائیں بھی روانہ ہوئیں۔

اب اس کمرے میں صرف مریم اور شہزادہ لاون رہ گئے۔ مریم کرسی پر بیٹھ گئی اور شہزادہ نئی مسہری پر بیٹھ کر شہزادی کو تکنے لگا۔

اب آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ کمرہ سے باہر تمام صحن میں دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ چونکہ یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ لوسی خطرہ سے نکل گئی اور اب کوئی اندیشہ نہیں رہا۔ صرف معمولی بخار رہ گیا ہے جو جلد جاتا رہے گا۔ مریم جو شوخ طبع تھی، اسے خاموش بیٹھنا دشوار تھا۔ اس نے شہزادہ لاون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"شہزادے! تم میری شہزادی کو اس قدر گھور گھور کر نہ دیکھو۔ کہیں تمہاری تیز نظریں شہزادی کو بیدار نہ کر دیں"۔

شہزادہ دیدارِ جاناں میں محو ہو رہا تھا۔ لوسی کا خوبصورت چہرہ چمک رہا تھا۔ سیاہ شال جو اس کے سینہ تک پڑی تھی اس نے شہزادی کے حسن کو اور چمکا دیا تھا۔

وہ محبت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اور اسے دیکھنے میں کچھ ایسا محو تھا کہ اسے دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی۔

مریم کے اس طرح خطاب کرنے پر وہ چونک پڑا۔ اس نے کسی قدر مسکرا کر کہا:

"مریم! تم بڑی شوخ ہو۔ تم نے مجھے ڈرا دیا"۔

مریم: وہ میں کیسی ہی سہی لیکن آپ مہربانی کر کے شہزادی صاحبہ کی طرف نہ دیکھیں۔

لاون: کیوں۔ آپ کو کیوں رشک ہوتا ہے۔

مریم شرما گئی۔ اس نے شرم آلود نظروں سے شہزادے کو دیکھ کر کہا:

"رشک تو ہونا ہی چاہیے۔ آخر میں بھی تو شہزادی کو چاہتی ہوں"۔

لاون مریم کی حاضر جوابی سے متحیر ہوا اور مسکرا کر بولا:

"نہیں، ہر اس عورت کو چاہتا ہوں جو شہزادی کو چاہتی ہے"۔

مریم پھر شرما گئی۔ شرم و حیا سے اس کی آنکھیں جھک گئیں۔ اس کے خوبصورت چہرے پر ہلکی گلابی رنگت چھلکنے لگی۔ اس نے مسکرا کر کہا:

"اس طرح تو تم ہر جائی ہو شے"۔

لاون: جو ہر جائی ہوتے ہیں انہیں سب ہر جائی ہی نظر آتے ہیں۔

مریم (شوخی سے مسکرا کر): میں ایسے نظر اندازوں سے بات کرنا بالکل پسند نہیں کرتی۔

لاون: سارے ہی حسین اپنے چاہنے والوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتے۔

مریم مسکرانے لگی۔ اب دو خادمائیں کھانا لے کر آئیں۔ لاون اور مریم نے ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر لاون پھر اپنی مسہری پر آ بیٹھا۔ مریم کرسی پر بیٹھ گئی۔ خادمائیں برتن لے کر چلی گئیں۔

مریم رات بھر جاگی تھی۔ اب کام کرتے کرتے کسلمند ہو گئی تھی۔ کھانا کھانے سے سرور بڑھا اور وہ کرسی پر ہی سو گئی۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

اگرچہ شہزادہ لاون بھی رات بھر جاگا تھا اور اس نے لوسی کی جستجو میں جد و جہد کی تھی، صبح سے وہ شہزادی کی تیمارداری کر رہا تھا۔ اسے بھی آرام کی ضرورت تھی لیکن وہ سب آرام و آسائش کو خیرباد کہہ چکا تھا۔ اسے شہزادی کی چاند سی صورت دیکھنے میں ہی آرام ملتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی محبوبہ کی صورت دیکھ رہا تھا۔

○

وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔

ایک خادمہ نے آ کر کمرے میں روشنی کی۔ لوسی اب تک سو رہی تھی۔ مریم بھی کرسی پر بیٹھی اونگھ رہی تھی لیکن لاون اب تک مسہری پر بیٹھا لوسی کو دیکھ رہا تھا۔

اسی وقت لوسی کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے آنکھیں وا کر دیں۔ اب اس کی طبیعت کسی قدر بحال تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش پڑی رہی۔ پھر اس نے شہزادہ لاون کو دیکھا۔ اور کسی قدر کمزور آواز میں کہا:

"شہزادے!"

لاون اٹھ کر لوسی کے قریب گیا۔ اس نے ایک کرسی کھینچ لی اور اس پر بیٹھ کر کہا:

"میری شہزادی۔ اب طبیعت کیسی ہے؟"

لوسی: میں اچھی ہوں۔

لاون: کہیں درد تو نہیں؟

لوسی: نہیں۔

لوسی کو اس وقت بھی بخار تھا۔ اس کا سارا بدن جل رہا تھا، اس نے شہزادے سے پوچھا:

"اب کیا وقت ہے؟"

لاون: رات ہو گئی ہے۔

لوسی: میں کتنی دیر غفلت میں رہی؟

لاون: تم پچھلی رات کو بے ہوش ہوئیں۔ تم سارا دن بھی غفلت میں رہیں۔

لوسی: تم کب سے بیٹھے ہو؟

لاون نے اس کے جواب میں کچھ پس و پیش کیا۔ وہ اپنی خدمت کا احسان جتانا نہ چاہتا تھا۔ لوسی نے اسے خاموش دیکھ کر کہا:

"شہزادے! تم کب سے بیٹھے ہو؟"

لاون: شہزادی! میں رات سے بیٹھا ہوں۔

لوسی: مجھے قلعہ کے باہر سے کون لایا؟

لاون: تمہیں ڈھونڈنے میں اور عادل بادشاہ اور بہت سے اور لوگ گئے تھے۔

لوسی: اس طرح تو تم نے رات بھر تکلیف اٹھائی۔

لاون: جب تک تم نہ ملی تھیں اس وقت تک واقعی تکلیف تھی۔

لوسی: شہزادے! تمہیں ساری رات اور سارا دن جاگتے ہوئے ہو گیا۔ اب تم آرام کرو۔

لاون: میرے آرام کا فکر نہ کرو۔ تمہیں صحت یاب دیکھ کر میں خود اچھا ہو جاؤں گا۔

لوسی: نہیں نہیں شہزادے۔ تمہیں تکلیف ہو جائے گی۔

لاون: کاش تم اچھی ہو جاؤ اور تمہارے بدلے میں بیمار ہو جاؤں۔

لوسی: ایسی دعا نہ مانگو۔ تمہیں آرام میں دیکھ کر مجھے راحت ہوتی ہے۔

لاون: تمہاری تکلیف نے مجھے غم مردہ کر دیا ہے۔

لوسی: لیکن تمہاری تکلیف مجھے مردہ کر دے گی۔

لاون: تم کمزور ہو۔ زیادہ گفتگو نہ کرو۔

لوسی: تم مجھے بولنے پر مجبور کرتے ہو۔ خدا کے لیے تم اس دوسری مسہری پر آرام کرو۔

لاون: تم میری فکر کرتی ہو؟ مجھے تکلیف نہ ہو گی۔

لوسی: شہزادے! میں کمزور ہوں۔ اٹھ نہیں سکتی۔ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ خدا کے لیے میرا کہا مانو اور اس مسہری پر جا کر سو رہو۔

لاون شہزادی کے ہاتھ جوڑنے سے مجبور ہو گیا۔ اس نے کہا:

"پیاری لوسی! میں تمہارے حکم کی تعمیل کرنے کے لیے تیار ہوں مگر تم جاگتی رہو اور میں سو جاؤں میں یہ کیسے گوارا کروں۔

لوسی: میری خوشنودی کے لیے۔

لاون: تمہاری خوشنودی کے لیے تو میں اپنی جان تک دینے کو تیار ہوں۔

شہزادہ لاون اٹھ کر دوسری مسہری پر جا لیٹا۔ وہ لوسی کو بیمار دیکھ کر بے چین تھا لیکن اب جبکہ لوسی نے اس سے باتیں کی تھیں تو وہ مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کے پراگندہ خیالات دور ہو گئے۔ اس کا سارا دن

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

اور ساری رات جدوجہد اور تیماداری میں جاگتے گزرا تھا اس لیے اسے مسہری پر پڑتے ہی نیند آ گئی اور وہ غفلت کی نیند سو گیا۔ اس نے لوسی کی طرف کروٹ لے رکھی تھی۔

اب لوسی شہزادہ لاؤن کو دیکھ رہی تھی۔

گویا یہ اس کا بدل تھا جو شہزادہ لاؤن سارا دن اس کی صورت تکتا رہا تھا اب وہ اس کی صورت دیکھ رہی تھی۔

یوقنا نے یہاں سے جا کر سب سے پہلے اس سرنگ کو بند کرا دیا تھا جس کے ذریعے یہ لوگ قلعے سے باہر گئے تھے کیونکہ اس کا کھٹکا ہو گیا تھا کہ سرجس عربوں کے لشکر میں جا کر اس سرنگ کے ذریعے انہیں قلعہ میں نہ لے آئے۔

○

سرجس پتھر کے قدرتی مستطیل کمرے میں مقید تھا۔ وہ اس کمرے سے باہر نکلنے یا وادی کے اندر جانے کے دونوں راستے بھول گیا تھا۔

اس نے اس قبر نما تاریک کمرے سے نکلنے کی بہت کوشش کی لیکن اسے کمرے سے باہر جانے کا راستہ نہ ملا۔

اس اندھیری جگہ میں وہ گھبرا گیا۔ اسے اپنی تنہائی سے خوف معلوم ہونے لگا تھا۔ اس کا ہاتھ پوری جان لوسی پر پڑا تھا جس سے وہ اور بھی خوفزدہ ہو گیا تھا اور اسی ڈر سے اس نے دروازہ تلاش کرنے کی سعی ترک کر دی تھی۔ پھر ایک جگہ دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا اور رونے لگا۔

ہر گنہگار آدمی بزدل ہوتا ہے اور بزدل مستقل مزاج نہیں ہوتا۔ سرجس بوالہوس تھا۔ اسے لوسی سے محبت ہو گئی تھی۔ وہ دھوکہ دے کر لوسی کو لایا تھا لیکن اب جبکہ لوسی چلی گئی تھی اور وہ اس تیرہ و تار کمرے میں قید ہو گیا تھا وہ اس وقت لوسی کی محبت سے دست کش ہونے کو تیار تھا بشرطیکہ کوئی اسے اس اندھیرے جیل خانہ سے چھٹکارہ دلا دے مگر اسے خبر نہیں تھی کہ لوسی کہاں چلی گئی اور اسے اس جیل خانے میں درندوں اور بھوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے چھوڑ گئی۔

سرجس عہد طفلی سے ڈرپوک تھا۔ وہ بھوتوں کا قائل تھا۔ اگرچہ وہ آ جکل فوج میں ملازم تھا اور کسی بڑے آدمی کی بدولت ترقی کر کے نائیک کے درجہ تک پہنچ گیا تھا مگر آج تک وہ کبھی کسی لڑائی میں شریک نہ ہوا تھا۔ ہر مرتبہ جب لڑائی کا موقع آتا تو وہ کوئی دوا کھا کر بیمار بن جاتا اور اسی طرح لڑائی میں شرکت سے

بچ جاتا۔ اس کے علاوہ بزدل ہونے کی وجہ سے وہ کبھی تنہا مکان سے فوجی بارک تک بھی نہ گیا تھا۔ ہمیشہ کسی نہ کسی سپاہی کو اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔ وہ لوسی کو فریب دے کر محض لوسی کی ڈھٹائی پر رات کو سدا بہار وادی میں لایا تھا اور اب جبکہ وہ تنہا رہ گیا تھا' فرط خوف سے وہ رونے لگا تھا۔

اسے روتے ہوئے عرصہ گزر گیا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھی باقی نہ رہے تھے۔ اب وہ خاموش کھڑا ہو گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیوانوں کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا مگر اس کا اس طرح دیکھنا بیکار تھا کیونکہ بڑھی ہوئی تاریکی کچھ دیکھنے ہی نہ دیتی تھی۔ اس وقت خوف و دہشت سے اس کا بدن کانپنے لگا تھا۔

اس کے پاس اس کی سیاہ چادر تھی جس کو اس نے اپنے بدن سے جسم پر اچھی طرح لپیٹ لیا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ سمجھ گیا تھا کہ صبح تک اس جیل خانے سے چھٹکارا پانا مشکل ہے۔ کھڑے کھڑے اس کے پاؤں دکھنے لگے تھے۔

وہ بیٹھ کر صبر و جبر کر کے صبح کا انتظار کرنے لگا۔

ابھی اسے بیٹھے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ اسے کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ خوف و ڈر سے اس کی روح لرز گئی اور وہ خوفزدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

اسے سامنے والی دیوار کے پیچھے روشنی معلوم ہوئی۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس نے روشنی میں کمرے کے چاروں طرف دیکھ کر داہنی طرف اسے ایک غار نظر آیا۔ وہ جلدی اس غار کی طرف روانہ ہوا اور جب روشنی لانے والا انسان اس سوراخ کے ذریعے اس کمرے میں داخل ہوا وہ لپک کر اس غار کے اندر پہنچ گیا۔ اور غار کے ایک گوشے میں بیٹھ کر آنے والے کو دیکھنے لگا۔

اس نے روشنی لیے ہوئے ایک رومی سپاہی کو دیکھا جس کے برابر میں یوقنا کھڑا تھا۔ یوقنا کے بعد کلس اور شہزادہ الدون پر اس کی نظر پڑی۔

وہ کانپ گیا۔ کیونکہ اگر وہ اس وقت ان لوگوں کے ہاتھ آ جاتا تو اس کے ٹکڑے اڑا دیے جاتے۔ وہ سہما ہوا غار کے اندر بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ یہ سب لوگ ایک ایک کر کے وادی کے اندر داخل ہو گئے۔

جب آہٹ موقوف ہو گئی تو اس نے سمجھ لیا کہ سب لوگ وادی کے اندر چلے گئے ہیں۔ روشنی میں اس نے راستے کو دیکھ لیا تھا۔ اب اسے غار میں چھپنا مشکل نظر آیا۔ وہ آہستہ آہستہ غار سے نکلا اور سامنے والی دیوار کے پاس جا کر پتھر کے پیچھے راستہ ٹٹولنے لگا

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

بہت تھوڑی جدوجہد سے اسے سوراخ مل گیا۔ وہ جلدی سے سوراخ سے گزر کر غار والی سرنگ میں آیا اور آہٹ لیتا ہوا غار کے دہانے کی طرف بڑھا۔

جب وہ اس کے دہانے پہ پہنچ گیا تو اس خیال سے وہاں ٹھہرا کہ یوقنا نے کوئی پہریدار غار کے کنارے پر تو نہیں چھوڑ دیا ہے۔

یوقنا نے واقعی یہ غلطی کی تھی کہ سدا بہار وادی کے اندر جانے سے قبل کسی کو غار کے دہانے پر نہ چھوڑا تھا مگر یوقنا غمزدہ تھا۔ لوسی کی گمشدگی نے اس وقت اس کی عقل سلب کر لی تھی اس لیے اسے اس بات کا خیال ہی نہ آیا۔

سرجس نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ جب اس نے کسی قسم کی آہٹ نہ سنی تو ہمت کر کے غار سے باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے ہی اس نے چاروں طرف خوفزدہ نگاہوں سے دیکھا۔ اسے کسی طرف کوئی انسان نظر نہیں آیا۔

رات کو یہاں چاندنی تھی۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا مگر برف پڑنے کی وجہ سے چاروں طرف دھواں سا پھیلا ہوا تھا جس کی وجہ سے دور کی چیز صاف نظر نہ آتی تھی پھر بھی سامنے قلعہ حلب کی اونچی دیواریں صاف معلوم ہو رہی تھیں مگر اس وقت سیاہی مائل ڈراؤنی معلوم ہو رہی تھیں فصیل کے اوپر نگہبان سپاہیوں کا سایہ سا نظر آتا تھا۔

ایک طرف شہر حلب خاموشی کی حالت میں تھا مگر حلب سے اس طرف اسلامی مجاہدین کا لشکر تھا جس میں جگہ جگہ آگ روشن تھی۔

سرجس نے غار کے دہانے پر کھڑے ہو کر غور کیا کہ اب اسے کہاں جانا اور کیا کرنا چاہیے۔ وہ قلعہ کے اندر اس خوف سے نہیں جا سکتا تھا کہ یوقنا کو لوسی کی مفقود الخبری کا حال معلوم ہو گیا تھا اور وہ لوسی کو تلاش کرنے آیا تھا۔

اسے کامل یقین تھا کہ لوسی یوقنا کو مل جائے گی اور وہ کل حال اپنے باپ سے کہہ دے گی جس کی وجہ سے وہ گنہ گار ٹھہرے گا اور مغضوب الغضب یوقنا اسے سخت سے سخت سزا دے گا۔

وہ شہر حلب میں بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ شہر والوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی تھی۔ اس صلح نامہ میں ایک یہ بھی شرط تھی کہ قلعہ والوں میں سے جو رومی ان کے پاس آئے گا وہ اسے گرفتار کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے اور مسلمان ایسے شخص کے ساتھ بہت برا سلوک کریں گے۔

اب سرجس کو اپنی حالت نہایت نازک نظر آئی۔ گویا اس کے لیے دنیا میں کوئی ایسی امن کی جگہ باقی نہ تھی جہاں وہ اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ اس وقت وہ لوسی کو فریب دینے کے فعل پہ سخت پشیمان تھا۔

اس نے اپنی سلامتی کے لیے بہت غور کیا لیکن کوئی بات اس کے دماغ میں نہ آئی۔ وہ غار کے دہانے سے تھوڑی دور چل کر ایک چٹان کے سہارے بیٹھ گیا اور پھر غور کرنے لگا۔

اب اسے سردی محسوس ہونے لگی۔ اس کے پاس اونی چادر تھی جو کسی قدر دبیز تھی۔ اس نے چادر نکالی اور اسے چاروں طرف اچھی طرح لپیٹ لیا لیکن سرد ہوا کے جھونکے اب بھی چادر سے گزر کر اس کے رونگٹے کھڑے کیے دیتے تھے۔ پھر بھی وہ بیٹھا ہوا آئندہ کے لیے سوچتا رہا۔

بیٹھے بیٹھے اسے خیال آیا کہ مسلمان ہر اس شخص سے صلح کر لیتے ہیں جو ان سے مصالحت کرنا چاہے اور صلح کرنے والوں سے مسلمانوں کا برتاؤ نہایت عمدہ رہتا ہے۔ اس لیے اس نے مسلمانوں کے پاس پہنچ کر صلح کرنے کا ارادہ کیا۔

مگر

پھر اسے خیال ہوا کہ یہ صلح بغیر روپے کے نہیں ہو سکتی اور روپیہ اس کے پاس نہیں ہے۔ وہ پھر خوف و غم سے ڈوبنے لگا۔

تھوڑی دیر وہ چپ چاپ بیٹھا رہا۔ غور کرنے سے اسے خیال آیا کہ سدا بہار وادی میں دفینہ ہے اس کا نقشہ اس کے پاس ہے۔ اس دفینہ کا پتہ بتانے کے صلہ میں مسلمانوں سے وہ صلح کر لے۔ اس خیال میں مستقل ہو گیا اور وہاں سے اٹھ کر مسلمانوں کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔

اب رات دو ثلث سے زیادہ گزر چکی تھی۔ برف بہت پڑنے لگی تھی۔ کسی قدر ہوا بھی تیز ہو گئی تھی۔

مسلمانوں کا لشکر کسی قدر فاصلے پر تھا۔ سرجس کو سردی زیادہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس کا بدن سردی سے کانپ رہا تھا مگر وہ اسلامی لشکر کی طرف بڑھتا رہا۔ وہ کبھی تیزی سے چلنے لگتا اور کبھی آہستہ چل کر کچھ ہانپنے لگتا۔

راستے میں اس نے کئی جگہ ٹھہر کر کچھ سوچا اور سوچ کر پھر چل پڑا۔ رہا یہ کہ وہ مسلمانوں کو وادی کا پتہ بتانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ اس دفینے پر اس نے شیخ چلی والے پلاؤ پکا رکھے تھے اور اپنے عروج کا دار اس دفینہ پر ہی سمجھے ہوئے تھا۔ مگر زندگی ہر شخص کو عزیز ہوتی ہے۔ اس کے لیے اب اس کے لیے کوئی چارہ ہی نظر نہ آتا تھا کہ مسلمانوں سے اس دفینہ کے صلہ میں صلح کر کے اپنی جان بچائے اور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

مسلمانوں کی ذمے داری پر امن و امان سے اپنی بقیہ زندگی بسر کرے اس لیے وہ اپنی زندگی پر احسان عظیم کو نثار کرنے پر تیار تھا۔

جس وقت مرجس مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا وہاں صبح کی اذان ہو رہی تھی۔ اس نے دور سے عربوں کو حوائج ضروری سے فارغ ہو کر وضو کرتے دیکھا۔ آج تک اسے مسلمانوں کی عبادت کا طریقہ دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ حیرت سے مسلمانوں کے کاموں کو دیکھ رہا تھا لیکن عربوں کو دیکھ کر ڈر گیا تھا کیونکہ اسے عربوں کے قد و قامت سے خوف معلوم ہونے لگا تھا۔

وہ ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کو دیکھتا رہا۔ سب مسلمان کشادہ میدان میں جمع ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ وہ حیرت و استعجاب سے ان کو عبادت کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔

اب سپیدۂ صبح نمودار ہو گیا تھا۔ مشرق کی طرف سے روشنی نمودار ہو چلی تھی جس کی وجہ سے چاند کی روشنی پھیکی پڑ گئی تھی۔

مسلمان نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس وقت مرجس دل کڑا کر کے ان کی طرف بڑھا۔ کچھ عربوں نے اسے دیکھا اور لپک کر اس کے پاس آ گئے۔ اس سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے؟

بدقسمتی سے مرجس سوائے رومی زبان کے کوئی اور زبان نہ جانتا تھا۔ وہ رومی میں گفتگو کر رہا تھا لیکن جن عربوں نے اسے پکڑا تھا وہ صرف عربی جانتے تھے۔

یہ کیفیت دیکھ کر وہ عرب اسے حضرت ابو عبیدہؓ کے خیمہ میں لے گئے لیکن وہ اپنے خیمہ میں نہ ملے۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کے اس لشکر کے انتظار میں لشکر سے باہر گئے تھے جو حضرت خالدؓ کی سرکردگی میں یوقنا کے مقابلہ اور اس سے رسد لینے کی غرض سے گیا تھا۔

ان عربوں کو بہت دیر تک حضرت ابو عبیدہؓ کا انتظار کرنا پڑا یہاں تک کہ آفتاب کسی قدر اونچا ہو گیا اور دھوپ چار سو میدان میں پھیل گئی۔

مرجس رات بھر نہ سو یا تھا اس وقت اسے نیند آنے لگی تھی لیکن اس خوف سے کہ کہیں عرب اسے نہ ڈالیں وہ بصد جبراً و قہراً جاگتا رہا۔

وہ اونگھ رہا تھا کہ دفعتاً اس نے تکبیر کی آواز سنی۔ وہ چونک پڑا اور آنکھیں مل مل کر دیکھنے لگا۔ جس جگہ وہ حضرت ابو عبیدہؓ کے خیمے کے سامنے بیٹھا تھا وہ کسی قدر بلندی پر واقع تھی اسے اس جگہ

...جنگ کے واقعات نظر آتے تھے۔

اس نے سامنے سے مسلمان آتے ہوئے دیکھے جن کے نیزوں پر رومیوں کے سر تھے اور قیدی ان کے بیچ میں تھے۔

اس نے ان رومی سپاہیوں کو قتل ہوتے دیکھا۔ یہ قیدی وہی تھے جو مسلمانوں سے رسد چھین کر پہاڑی پر چڑھ گئے تھے۔

مرجس رومیوں کے قتل کا ہولناک نظارہ دیکھ کر کانپ گیا۔ اسے خوف ہوا کہ کہیں مسلمان قتل و خونریزی سے مجنون ہو کر اسے بھی قتل نہ کر دیں۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت خالدؓ اور دوسرے سردار خیمہ میں آئے۔ جب وہ سب بیٹھ گئے تو عربوں نے مرجس کو حضرت ابو عبیدہؓ کے سامنے پیش کیا۔

ایک مترجم جو عربی اور رومی دونوں زبانیں خوب جانتا تھا ہر وقت حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس رہتا تھا۔ اس مترجم کی وساطت سے مرجس سے گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا:

"تم کون ہو اور کس لیے آئے ہو؟"

مرجس: جناب میرا نام مرجس ہے۔ میں یوقنا کی فوج میں کپتان ہوں۔ بعض وجوہات کی بنا پر میں یوقنا سے ناراض ہو کر آپ کے پاس صلح کرنے کے لیے آیا ہوں۔

ابو عبیدہؓ: کیا تم صرف اپنے لیے صلح کرنا چاہتے ہو؟

مرجس: اپنے اور اپنی منگیتر شہزادی لوسی کے لیے۔

ابو عبیدہؓ: شہزادی لوسی کس کی لڑکی ہے؟

مرجس: وہ یوحنا مرحوم کی بیٹی ہے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے بے اعتباری سے مرجس کو دیکھتے ہوئے کہا:

"ہمیں تو معلوم ہوا ہے کہ یوحنا کے کوئی اولاد نہیں تھی۔"

جھوٹ بولتے وقت انسان ڈرتا ہے۔ اسے خوف ہوا کہ کہیں اس کا جھوٹ ظاہر نہ ہو جائے اگر جھوٹا آدمی اپنی بات کی پیروی بہت کیا کرتا ہے۔

مرجس جھوٹا تھا۔ وہ ڈر رہا تھا۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یوحنا کے

ندیم

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ہاں کوئی اولاد نہ تھی تو وہ گھبرا کر اپنا سر کھجانے لگا۔

اس نے اپنجابات کی پیروی کرتے ہوئے کہا:

"یوحنا نے خفیہ شادی کی تھی اس کے صرف یہی ایک لڑکی ہے"۔

دروغگو سرجس مرحوم راہب پر الزام لگانے میں ذرا بھی نہ جھجکا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کے مترجم کے ذریعے پوچھا:

"تم یوحنا سے ناراض ہو کر کیوں چلے آئے؟"

سرجس: یوحنا مرحوم نے لوسی کی نسبت مجھ سے کی تھی۔ اب یوقنا میرے ساتھ اس کی شادی کرنے پر راضی نہیں اس لیے میں اس سے ناراض ہو گیا۔

ابوعبیدہؓ: کیا لوسی کو اس نسبت کی خبر ہے اور وہ تم سے شادی کرنے پر تیار ہے؟

سرجس: لوسی کو سب معلوم ہے اور صبح رات تک وہ مجھ سے شادی کرنے پر رضامند تھی۔

ابوعبیدہؓ: اچھا تم کن شرائط پر صلح کرنا چاہتے ہو۔

سرجس: جناب! معمولی شرطوں پر۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ میں اور لوسی آپ کی ذمے داری میں رہیں اس قلعہ کی فتح پر میری لوسی مجھے دلا دی جائے۔ اس کے صلہ میں میں آپ کو سدا بہار وادی کا دفینہ بتا دوں گا جو یوحنا مرحوم نے اپنی بیٹی لوسی کے لیے دفن کیا تھا۔ اس کا نقشہ میرے پاس ہے۔ آپ ملاحظہ کر لیں۔

سرجس نے نقشہ نکال کر حضرت ابوعبیدہؓ کو دیا۔ انھوں نے نقشہ لے کر کھولا اور اسے غور سے دیکھا۔ پھر انھوں نے کہا:

"لیکن یہ دفینہ لوسی کی ملکیت ہے اور ہم اس دفینہ کو اسی وقت لے سکتے ہیں جب لوسی خوشی سے لینے کی اجازت دے"۔

سرجس: جناب! مجھے شہزادی نے یہ نقشہ دے کر آپ کی خدمت میں اس لیے بھیجا ہے کہ میں دفینہ کے صلہ میں آپ سے صلح کر لوں۔

ابوعبیدہؓ: کیا شہزادی نے کوئی خط بھی تمہیں دیا ہے؟

سرجس پھر گھبرا گیا۔ اس کی آنکھوں سے جھوٹ ظاہر ہونے لگا۔ اس نے جھوٹ موٹ کانپتا ہوا کر جواب دیا:

"خط تو کوئی نہیں دیا جناب!"

ابوعبیدہؓ: سرجس سنو۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یوحنا مرتے وقت مسلمان ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے ہم پر اس کی اولاد اور اس کی تمام چیزوں کی ذمہ داری فرض ہو گئی ہے۔ اس کی ملکیت سارے مسلمانوں کی ملکیت ہے۔ جس طرح ہم اپنی چیزوں کی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں اسی طرح یوحنا مرحوم کی تمام چیزوں کی ہم حفاظت کریں گے۔ ہم یوحنا کے دفینہ میں سے ایک پائی نہیں لے سکتے۔ اگر یوحنا نے کوئی وصیت کی ہے تو ہم اس کے مطابق عمل کریں گے۔

سرجس حیران رہ گیا۔ وہ مسلمانوں کو خود غرض اور حریص سمجھتا تھا لیکن اس نے تو ان کو اس کے برعکس دیندار، خود غرضی اور طمع سے کوسوں دور پایا۔

اسے اپنے جھوٹ پر ملال ہوا۔ اسے خیال ہوا کہ اگر وہ تمام باتوں کو سچ سچ بیان کر دیتا تو ضرور ہی اس کی تمنائیں بار آور ہو جاتیں اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جاتا ــــ مگر اب کیا ہو سکتا تھا؟ اب سچ بیان کرنے سے وہ ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کی نظروں سے گر جاتا۔

وہ کچھ دیر سر جھکائے خاموش کچھ غور کرتا رہا۔ آخر اس نے کہا:

"اب میرے اور شہزادی لوسی کے لیے کیا حکم ہے؟"

ابوعبیدہؓ: لوسی کا باپ مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کی ذمے داری ہم پر فرض ہے اور اگر تم سے اس کی نسبت ہو چکی ہے تو تم بھی ہماری ذمے داری میں ہو لیکن اگر تم سے اس کو الفت نہ ہوتی تو ہم پر کوئی ذمے داری نہیں اور ہم جو دوسرے رومیوں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں وہ تمہارے ساتھ کریں گے۔

سرجس کا دل خوف و دہشت سے معمور ہو گیا۔ وہ بار بار اپنے آپ کو جھوٹ بولنے پر ملامت کر رہا تھا لیکن سچ بولنے کا وقت نکل گیا تھا اور اب پچھتاوا باقی رہ گیا تھا۔ اس نے ندامت بھری نظروں سے حضرت ابوعبیدہؓ کو دیکھ کر کہا:

"اب میرے اور شہزادی لوسی کے لیے کیا حکم ہے؟"

ابوعبیدہؓ: لوسی بالکل محفوظ ہے لیکن تم قلعہ فتح ہونے تک حراست میں رہو گے۔

سرجس زرد پڑ گیا۔ اسے اپنے سامنے موت کھڑی نظر آئی۔ دھوکے باز خود ہی خسارے میں رہتا ہے اس نے آج اس کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔

وہ وہاں سے بھاگ جانے کی فکر کرنے لگا لیکن وہ جانتا تھا کہ عربوں کے لشکر سے بھاگ جانا بھی آسان نہ تھا۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

اس کا دل خوف و دہشت سے مغلوب ہو گیا۔ وہ کانپنے لگا۔ اس نے متوحش نظروں سے حضرت ابو عبیدہؓ کو دیکھ کر کہا:

"جناب۔ میں اس قلعہ کے چور راستے سے واقف ہوں۔ اگر میں آپ کو اس راستے سے قلعہ کے اندر داخل کر دوں تو مجھے کیا انعام ملے گا؟"

ابو عبیدہؓ: ایسی صورت میں تم ہماری ذمے داری میں رہو گے اور تمہیں قریب کے دیہات میں سے کوئی گاؤں انعام میں دے دیا جائے گا۔

اب مرجس کے پژمردہ چہرے پر کسی قدر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے مزید مسرت سے اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس نے خوش ہو کر کہا:

"بہت بہتر۔ آپ میرے ساتھ کچھ سپاہیوں کو روانہ کیجیے۔ میں ابھی وہ خفیہ راستہ آپ کو بتائے دیتا ہوں"۔

ابو عبیدہؓ: دن میں قلعہ کی فصیل کی حد تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اب تم آرام کرو۔ رات کو اپنا وعدہ وفا کرنا۔

مرجس: بہت اچھا لیکن جناب میں بھوکا ہوں۔

ابو عبیدہؓ: ہاں ہاں۔ تم بھوکے ہو اور جب تک تم اپنے وعدے کو پورا کرو گے انتہائی اعزاز کے ساتھ ہمارے مہمان رہو گے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک عرب کو اشارہ کیا۔ وہ اسے اپنے ہمراہ ایک خیمہ میں لے گیا۔ اس کو کھانا کھلایا۔ وہ کھانا کھلا کر چلا گیا اور مرجس خیمہ کے ایک گوشہ میں پڑ گیا۔

چونکہ وہ بہت تھکا ہوا تھا اور رات بھر نہ سو پایا تھا۔ پڑتے ہی اسے نیند آ گئی اور وہ غافل ہو کر بے خبر سو گیا۔

وہ عرصہ تک آرام و اطمینان سے سوتا رہا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ مسلمانوں نے مغرب کی نماز پڑھ لی تھی اور کھانے کے انتظام میں مصروف تھے۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے خیمے کے گرد عربوں کا پہرہ دیکھا۔ وہ سمجھ گیا کہ عربوں نے اسے نظر بند کر دیا ہے اور وہ اس شدت سے اس کی نگرانی کر رہے ہیں کہ ان کی نظروں سے بچ کر نکل بھاگنا بالکل غیر ممکن ہے۔

اس نے ایک عرب سے پانی منگوا کر منہ ہاتھ دھویا اور سردی سے بچنے کو اپنی چادر اوڑھ کر آرام سے بیٹھ گیا۔

مسلمانوں کے لشکر میں چاروں طرف کثرت سے آگ روشن ہو رہی تھی۔ جگہ جگہ کھانا تیار ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کے خیموں میں روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ خیموں کے آگے جو آگ روشن تھی اس کے عکس سے خیموں میں روشنی ہو رہی تھی۔

وہ خاموش بیٹھا تھا کہ ایک عرب اس کے لیے کھانا لایا۔ سارا دن سوتے رہنے کی وجہ سے اسے اس وقت خوب بھوک لگی ہوئی تھی۔ اس نے کھانا لے کر خوب شیر شکم ہو کر کھایا۔

جب کھانا کھا کر وہ فارغ ہو گیا تو ایک عرب آیا اور اپنے ہمراہ لے کر حضرت ابو عبیدہؓ کے خیمے کی طرف روانہ ہوا۔

وہ عربوں کو آگ کے گرد بیٹھے آپس میں محبت سے باتیں کرتے دیکھ کر ان کے اتحاد وارتباط پر رشک کرنے لگا۔

دنیا میں اتحاد و اتفاق ہی عروج و ترقی کا پیش خیمہ ہیں اور نفاق و شقاق تباہی اور تنزلی کی جڑ ہیں جن قوموں نے اس فلسفہ کو سمجھ لیا ہے وہ اختلاف رکھتے ہوئے بھی متحد ہو کر جدوجہد کر کے برابر ترقی کر رہی ہیں لیکن حسرت و افسوس ہے کہ مسلمانوں کی قوم پر وہ معمولی جزئیات نفاق و شقاق کی بدولت تباہی کا شکار ہو رہی ہے۔ کاش وہ سلف صالحین کے کارناموں کو پڑھیں۔ دوسروں کو سنائیں اور اپنے بزرگوں کی طرح متفق و متحد ہو کر سعی کریں تو آپ بھی بام عروج کے زینہ پر چڑھ سکتے ہیں۔

مرجس حضرت ابو عبیدہؓ کے سامنے پہنچا۔ یہاں اسے سب سے زیادہ مسلح عرب بیٹھے نظر آئے۔ اس نے نہایت ادب سے جھک کر حضرت ابو عبیدہؓ کو سلام کیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کے سلام کا جواب دے کر کہا:

"مرجس! کیا تم اپنا وعدہ وفا کرنے پر تیار ہو؟"

مرجس: بالکل تیار ہوں۔ آپ میرے ہمراہ کچھ سپاہیوں کو روانہ کیجیے۔ میں قلعہ میں داخل ہونے کا خفیہ راستہ بتا دوں گا۔

ابو عبیدہؓ: تمہارا کام خفیہ راستہ بتا دینا ہے۔ جب تم اپنا وعدہ پورا کر دو گے تو ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے لیکن اگر تم نے دھوکا دیا تو تمہیں ایسی سخت سزا دی جائے گی جس کو سن کر لوگ عبرت کریں گے۔

مرجس: بہت خوب! میں سمجھ گیا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

اب رات زیادہ ہو گئی تھی۔ چاند کی آخری تاریخیں تھیں۔ ابھی چاند نہیں نکلا تھا۔ چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ آج بھی سردی زیادہ ہو رہی تھی۔ حضرت خالدؓ سو سپاہیوں کو ہمراہ لے کر سرجس کے ساتھ روانہ ہوئے۔

○

سرجس رہبری کر رہا تھا۔ ناواقف عرب پہاڑی گھاٹی میں ٹھوکریں کھا رہے تھے لیکن وہ احتیاط اور خاموشی کے ساتھ بڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ سرجس انھیں چوتھے کے دہانے پر لے آیا۔ اندھیری رات میں اس نے اچھی طرح اس جگہ کو دیکھ کر شناخت کر لیا۔

اس نے ایک بھاری پتھر کو ہچکولا دیا۔ پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ سرجس نے ہٹے ہوئے پتھر کی جگہ داخل ہونے کا ارادہ کیا لیکن وہ جگہ اسے اندر سے بھاری بھاری پتھروں سے چُنی ہوئی ملی۔ اس کا دل ڈوب گیا۔ اس نے خوفزدہ آواز میں کہا:

"افسوس یوقنا نے آج اس جگہ پتھر نصب کر کے راستے کو بند کر دیا!"

حضرت خالدؓ نے بیٹھ کر دیکھا۔ انھیں بھی وزنی پتھر ایک دوسرے پر دصل نظر آئے۔ انھوں نے بے اعتباری کی نظروں سے سرجس کو دیکھ کر کہا:

"یہ راستہ نہیں ہو سکتا۔ ایسے بڑے بڑے پتھر کس طرح لا کر نصب کر دیے گئے۔ تم ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہو!"

سرجس کانپ گیا۔ اس نے قسم کھا کر کہا:

"یہی خفیہ راستہ ہے۔ میں اسی راستے سے رات باہر آیا تھا۔"

اس نے اب بھی جھوٹ بولا کیونکہ وہ گزشتہ سے پیوستہ رات کو اس راستہ سے باہر آیا تھا لیکن ہاں رات بھی یہ راستہ کھلا تھا جسکو دن میں یوقنا نے بند کرا دیا تھا۔

عربوں نے بہت کوشش کر کے ایک پتھر کو اکھاڑا لیکن غار کا دہانہ تنگ تھا۔ پتھر ہلا تھا وہ باہر نہ نکل سکا۔

عربوں کو پتھر نکالنے کا کام مشکل نظر آیا کیونکہ وہ پتھروں میں کھٹکا ہونے کی وجہ سے اسے توڑ نہیں سکتے تھے۔ اس کے علاوہ انھیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ پتھر کتنی دور تک نصب کیے گئے ہیں اس لیے وہ پتھر اکھاڑنے کی جد و جہد سے دست کش ہو گئے۔

حضرت خالدؓ نے سرجس سے پوچھا:

"کیا کوئی اور خفیہ راستہ بھی ہے؟"

سرجس: میرے علم میں کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

اب راستے کی تلاش بیکار تھی۔ حضرت خالدؓ سرجس اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر واپس آئے۔ اس وقت چاند مشرق سے نمودار ہو چلا تھا۔ چاندنی قلعہ کی فصیل اور درختوں کی اونچی چوٹیوں پر پھیل گئی تھی جس سے تاریکی گھٹنے لگی تھی۔

حضرت خالدؓ نے فصیل والے رومی سپاہیوں کی نظروں سے بچ کر اپنے لشکر میں قدم رکھا۔ وہ سرجس کو لے کر حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس گئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ ابھی تک خیمہ سے باہر کمبل اوڑھے بیٹھے تھے۔ انھوں نے ان لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اضطراب آمیز لہجے میں کہا:

"کیا راستہ نہیں ملا؟"

خالدؓ: راستہ تو ملا۔ لیکن یوقنا نے اندر کی طرف بڑے بڑے پتھر نصب کرا کے راستہ بند کرا دیا ہے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے مشکوک نظروں سے سرجس کو دیکھ کر کہا:

"سرجس یہ راستہ کب بند ہوا؟"

سرجس: جناب معلوم ہوتا ہے کہ یوقنا کو میرے بھاگ آنے کی اطلاع ہو گئی اور اس نے اس خوف سے کہ کہیں میں مسلمانوں کی رہنمائی کر کے انہیں اس راستہ سے قلعے کے اندر نہ پہنچا دوں، آج دن میں راستہ کو بند کرا دیا۔

سرجس کی یہ بات قرینِ قیاس تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے متفکر ہو کر سر جھکا لیا اور کسی بات پہ غور کرنے لگے۔

سرجس جانتا تھا کہ یہ غور و خوض اسی کے بارے میں ہو رہا ہے۔ وہ امید و بیم کی حالت میں کھڑا ہوا فتویٰ سننے کا منتظر تھا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے سر اٹھا کر کہا:

"اچھا۔ سرجس کو نگرانی میں رکھو۔ قلعہ فتح ہونے کے بعد اگر معلوم ہوا کہ سرجس کا بتایا ہوا راستہ واقعی خفیہ راستہ تھا جس کو یوقنا نے کسی خوف سے بند کرا دیا تھا تو اس صورت میں ہم بھی اپنا وعدہ پورا کریں گے۔"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

سرجس اس حکم سے خوش ہو گیا۔

وہ اپنے خیال سے اپنے قتل کا فتویٰ سننے کا منتظر تھا۔ اس نے اپنی امید کے خلاف غیر متوقع ایسا حکم سنا اور عربوں کی الطاف پسندی کا قائل ہو گیا۔

کچھ عربوں نے سرجس کو اپنے ہمراہ لیا۔

اور ــــ

اسے اسی خیمہ میں نظر بند کر دیا جس میں وہ دن بھر رہا تھا!

شبخون

یوقنا بہادر، مدبر، مستقل مزاج اور دور اندیش تھا۔ اس کی شجاعت اسے مسلمانوں سے دست بدست جنگ کرنے پر مجبور کر رہی تھی لیکن وہ اپنے سپاہیوں کی کم ہمتی کی وجہ سے خاموش تھا۔ اس نے محکمہ جاسوسی کا ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ جو مشورہ مسلمان کرتے تھے اسے فوراً اس کی اطلاع ہو جاتی تھی اور وہ جھٹ اس کے دفعیہ کی تدبیر کر لیتا تھا۔

وہ مسلمانوں کی غفلت کا منتظر رہتا تھا اور جب بھی اسے ذرا سا موقع ملتا تھا وہ فوراً ہی مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ اس نے چند مرتبہ شبخون مارا تھا جس کی وجہ سے مسلمان ہر وقت ہوشیار اور مستعد رہنے لگے تھے۔

اگرچہ اس کا بھائی مارا گیا تھا جس کا اسے بہت زیادہ ملال تھا اور وہ اس کے غم میں اکثر اشکبار رہتا تھا۔ ادھر نوسی ایک اتفاقیہ حادثہ کی وجہ سے بیمار پڑ گئی تھی۔ وہ نوسی سے بھی بہت محبت کرتا تھا اس کو آزردہ خاطر دیکھ کر بے چین ہو جاتا تھا اب وہ سخت بیمار تھی اور اسے اپنا بیشتر وقت اس کی تیمارداری میں صرف کرنا پڑتا تھا۔

اس کے علاوہ شہر والوں نے عربوں سے صلح کر لی تھی جس سے شہر اس کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا اسے شہر والوں کی طرف سے رنج تھا اور ان سب پر طرہ قیدمون کی موت تھی جس کے ساتھ ایک ہزار رومی بھی مارے گئے تھے۔

قیدمون بہادر اور ملک و قوم کا بہی خواہ تھا۔ اسے اس کی موت کا بھی صدمہ تھا مگر باوجود ان

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

متواتر صدمات کے اس کے استقلال میں ذرہ برابر فرق نہ آیا تھا۔ اس نے عربوں سے صلح نہ کرنے کا پہلے دن سے عزم کر لیا تھا اور اپنے ارادے پر سختی سے قائم تھا۔

مسلمانوں نے محاصرہ میں اس قدر سختی کر دی تھی کہ اب ان کا قلعے سے نکلنا قریب قریب ناممکن ہو گیا تھا مگر مسلمان اس بات کو سمجھ گئے تھے کہ قلعہ حلب کا جلد تسخیر ہونا سخت دشوار ہے اور وہ محاصرہ کو مزید طول نہ دینا چاہتے تھے لیکن اس کا فتح کرنا ان کے بس میں نہ تھا۔ اس لیے مجبوراً محاصرہ کیے ہوئے پڑے تھے۔

○

جس شب کو مرجس راستہ نہ بتانے کی پاداش میں نظر بند ہوا۔ اس کے دوسرے دن جبکہ آفتاب تین چوتھائی منزل طے کر کے مغرب کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا اور اس کی زرد زرد کرنیں قلعہ کی فصیل اور درختوں کی اونچی چوٹیوں پر طلائی غازہ پھیر رہی تھیں کہ دور سے مسلمانوں نے تکبیر کی صدائیں سنیں۔ وہ متحیر ہو کر راستے کی طرف دیکھنے لگے۔

راستے پر گرد و غبار چھایا ہوا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ چند سربرآوردہ عربوں کو اپنے لشکر سے باہر لا کر ان آنے والوں کو دیکھنے لگے۔

گرد کا دامن چاک ہوتے ہی عربی لشکر ان کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ ان آنے والے عربی لشکریوں کے خود زرد زرد دھوپ میں چمک رہے تھے۔ ان کی گھنی اور لمبی داڑھیاں گرد میں اٹی رہی تھیں۔ عباؤں کے دامن ہوا میں رنگ برنگی جھنڈیوں کی طرح لہرا رہے تھے۔

مسلمان اس امدادی لشکر کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے فرطِ مسرت سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ آہستہ آہستہ مسلمانوں کا لشکر قریب آیا۔ سب سے آگے ایک چالیس سالہ عربی تھا جو نہایت عمدہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے ہاتھ میں سبز ہلالی علم تھا جس پر نہایت موٹے حروف میں لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ لکھا تھا۔

یہ اس لشکر کا سردار تھا۔ اس کا نام سراقہ تھا۔

اس کے پیچھے ایک مضبوط عربی گھوڑے پر ایک متوسط قد کا عرب سوار تھا جس کا رنگ قدرے سیاہ آنکھیں بڑی بڑی تھیں جو ہر وقت سرخ رہتی تھیں۔ پیشانی کشادہ اور بلند، جسم توانا اور مضبوط تھا۔ اس کا نام دامسؓ اور کنیت ابو الہول تھی۔

یہ لشکر حضرت ابو عبیدہؓ کے قریب آیا۔ آنے والے عرب ان کو دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑے اور بلند آواز سے کہا:

"السلام علیکم!"

حضرت ابو عبیدہؓ اور ان کے ہمراہیوں نے سلام کا جواب دیا۔ مزاج پرسی ہوئی۔ خیریت دریافت کی گئی۔ اس کے بعد یہ سب لوگ لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔

ان نئے آنے والوں کی تعداد ۵۰۰ سے کچھ ہی زیادہ تھی لیکن وہ کچھ اس طریقہ سے آ رہے تھے کہ ان کی آمد کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا جس سے ان کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ معلوم ہو رہی تھی۔

جب اسلامی لشکر نے ان مجاہدین کو اس قدر کثیر تعداد میں دیکھا تو انہوں نے جوشِ مسرت سے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔

رومیوں نے قلعہ کی فصیل سے جھانک کر دیکھا۔ یوقنا اور کلس بھی آ کر برج میں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے عربوں کے لشکر کو آتے دیکھا۔ ان کے چہرے خوف و دہشت سے سیاہ پڑ گئے۔ رومیوں نے اپنی ایڑیوں پر کھڑے ہو ہو کر آنے والے لشکر کو دیکھا۔ اس لشکر کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی سرفروش مجاہدین اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار آتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

اب آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ مشرق کی طرف سے اٹھنے والی سیاہی مغرب تک پھیل گئی تھی۔ دور تک گرد و غبار اڑ رہا تھا۔

ابھی تک مسلمانوں کا لشکر برابر آ رہا تھا۔ گھوڑوں کے ہنہنانے اور اونٹوں کے بلبلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

رومی خوفزدہ نگاہوں سے آنے والے لشکر کو دیکھ رہے تھے۔ تاریکی خوب پھیل رہی تھی اور اب رومیوں کو کچھ نظر نہ آتا تھا۔ وہ اندھیرے کے باعث یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمانوں کا لشکر ابھی آ رہا ہے حالانکہ مجاہدین آ کر فروکش بھی ہو چکے تھے۔

آج مسلمان نئے لشکر کے آنے کی وجہ سے بہت زیادہ خوش تھے۔ وہ اپنے بھائیوں کی مزاج پرسی کر رہے تھے۔ ان سے اپنے گھر والوں کی خیر و عافیت دریافت کر رہے تھے۔ مکہ معظمہ کا حال پوچھا جا رہا تھا۔ دیر تک اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔

نیا لشکر جنوب کی طرف اترا تھا۔ وہ لوگ تھک گئے تھے۔ عشا کی نماز پڑھتے ہی وہ سب سو گئے مگر دامسؓ ابھی تک جاگ رہے تھے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

تمام لشکر میں کثرت سے آگ روشن تھی۔ مسلمان غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ ان کا حامی گشت کر رہا تھا۔ رات کے قدرتی سناٹے کو اس دستہ کے سپاہیوں کی "ہوشیار باش" کی آواز توڑ رہی تھی لیکن اس آواز کے بعد پھر سناٹا چھا جاتا تھا۔

رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی۔ چاند کی آخری تاریخیں ہونے کی وجہ سے ابھی چاند نہیں نکلا تھا۔ نیلے آسمان پر ستارے اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہے تھے۔ مسلمان خیموں اور آگ کے الاؤ کے گرد کمبل تانے پڑے سو رہے تھے۔

ہر طرف خاموشی طاری تھی۔ کہیں آگ کے شعلے کم ہو رہے تھے اور کہیں لکڑیاں نہ ہونے کی وجہ سے صرف چنگاریاں ہی دہک رہی تھیں۔

وامسؓ اپنے قبیلے کے ایک عرب عبداللہ سے باتیں کر رہے تھے۔ یہ دونوں آگ کے الاؤ کے قریب بیٹھے تھے۔ دونوں نے کمبل اوڑھ رکھے تھے لیکن بڑھی ہوئی سردی پھر بھی اپنا اثر دکھا رہی تھی۔

وامسؓ کہہ رہے تھے:

"خدا کی پناہ۔ اس ملک میں کس قدر سردی ہے"۔

عبداللہ: سردی کی کچھ نہ پوچھیے۔ ساری رات لکڑیاں جلا کر گزارا کرتے ہیں۔ اگر آگ تھوڑی دیر کو بھی گل ہو جاتی ہے تو سارا بدن برف کی طرح سرد ہو جاتا ہے۔ صبح کو جب تک دو تین گھنٹے دھوپ میں نہ بیٹھیں ہاتھ پاؤں کام ہی نہیں کرتے۔

وامسؓ: سچ کہتے ہو۔ دیکھو نا میں کمبل اوڑھے ہوں اور آگ کے پاس بیٹھا ہوں مگر پھر بھی سردی معلوم ہو رہی ہے۔

عبداللہ: جی ہاں۔ خدا جانے یہ رومی کیسے یہاں رہتے ہیں۔ اگر جہاد کا موقع نہ ہوتا تو میں کبھی یہاں نہ رہتا۔ اس سے تو ہمارا ملک ہزار درجہ بہتر ہے۔

وامسؓ: ہمارے ملک کی کیا بات ہے۔ اگرچہ وہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے لیکن سچ پوچھو تو گرمی ہی اچھی ہے۔ اس جگہ غریب آدمی آسمان کے نیچے ہی پڑ کر ساری عمر گزار دیتے ہیں۔

عبداللہ: جی اور کیا۔ یہ سرد ممالک غریب آدمیوں کے رہنے کی جگہ نہیں۔ یہاں ایک ایک آدمی کے لیے اس قدر لبادہ کی ضرورت ہوتی ہے کہ جس کا کمر پہ لاد کر چلنا بالکل ناممکن ہوتا ہے۔ اونٹ اور گھوڑے ان لبادوں ہی کو لے کر چلنے کے لیے ناکافی ہوتے ہیں۔

وامسؓ: میں تو گھر سے ایک کمبل بھی لے کر نہیں چلا تھا۔ وہ تو بہت سے آدمیوں نے مکہ معظمہ میں

مجھ سے کمبل لینے کے لیے کہا تو میں نے اسے مذاق ہی سمجھا تھا مگر بہت سے آدمیوں کے کہنے پر میں نے دو کمبل لے لیے مگر یہاں آ کر یہ معلوم ہوا کہ دونوں کمبل بھی ناکافی ہیں۔ بڑے ہی عقب کی سردی ہے یہاں۔

عبداللہ: اکثر رات کو جب برف پڑتی ہے تو ہمارے برتنوں میں پانی جم جاتا ہے۔

وامسؓ: تعجب ہے۔ خدا نے ایسے ممالک بھی پیدا کیے ہیں مگر حجاز عرب سے بہتر کوئی ملک نہیں وہاں کوئی سردی کو جانتا بھی نہیں۔

عبداللہ: جو ناواقف عرب یہاں آتے ہیں وہ سخت مصیبت میں رہتے ہیں۔ سردی انہیں بے حد اذیت دیتی ہے۔

وامسؓ: بے شک ناواقف عرب تکلیف اٹھاتے ہوں گے بھائی۔ یہ رات کو لشکر کی نگہبانی کیوں ہوتی ہے؟

عبداللہ: اس لیے کہ مسلمان ہوشیار رہیں۔ غافل ہو کر نہ سو جائیں۔

وامسؓ: مگر جبکہ دشمن قلعہ کے اندر بند ہے پھر اس قدر حفاظت کی کیا ضرورت ہے؟

عبداللہ: اس قلعہ کا حاکم یوقنا نہایت بہادر اور دانشمند ہے۔ وہ رات کو مسلمانوں کو غافل پا کر حملہ کر دیتا ہے اور سوتے ہوئے مسلمانوں کو شہید کر کے پھر قلعہ میں چلا جاتا ہے۔

وامسؓ: لیکن اس انتظام سے کیا ہو سکتا ہے۔ یہ نگہبانی کرنے والے گشت کرتے ہیں۔ جب یہ اس طرف سے دور نکل گئے تو پھر بھی یوقنا حملہ کر سکتا ہے

عبداللہ: اکثر اس نے ایسا ہی کیا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ نگہبانی کرنے والا دستہ دور نکل گیا ہے اور مسلمان غافل ہیں تو وہ غفلت شعار مسلمانوں پر فوراً حملہ کر دیتا ہے۔

وامسؓ: میرے خیال میں یہ نگہبانی کا طریقہ ہی ٹھیک نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ مسلمانوں کا کچھ لشکر جگہ جگہ چھپا دیا جائے اور جب یوقنا مسلمانوں کو غافل سمجھ کر حملہ کرے تو فوراً اس پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا جائے۔

عبداللہ: یہ تدبیر تو نہایت مناسب ہے۔ کل حضرت ابو عبیدہؓ سے اس کا ذکر کرنا چاہیے۔

ابھی اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ ان دونوں سے تھوڑے ہی فاصلے پر تلوار چمکی۔ ان دونوں نے چونکا ہو کر کسی قدر ابھر کر دیکھا لیکن جس طرف سے آواز آئی تھی اس طرف بالکل اندھیرا تھا۔ آگ سرد پڑ گئی تھی۔ انہیں کچھ نظر نہ آیا۔ یہ سمجھے کہ عرب اپنی تلواریں صیقل کر رہے ہیں۔ وہ پھر بیٹھ گئے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

عبداللہ نے الاؤ پر اور لکڑیاں رکھیں۔ ابھی ان لکڑیوں میں اچھی طرح آگ بھی نہ لگی تھی کہ اب تلواریں چلنے لگیں اور زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں آنے لگیں۔

عبداللہ نے کہا:

"میرے خیال میں یوقنا نے حملہ کر دیا اور وہ سوتے ہوئے مسلمانوں کو شہید کر رہا ہے۔"

وامسؓ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے کمبل پھینک دیا اور عمامہ کو درست کر کے تلوار اور ڈھال سنبھال لی۔

اب شور وغل کی آواز پیدا ہوئی۔ مسلمانوں کے سارے لشکر میں ہلچل مچ گئی۔ مجاہدین نے نیزے، تلواریں اور ڈھالیں لیں اور بڑھے۔ وامسؓ اور عبداللہ بھی جائے وقوعہ پر پہنچ گئے۔ یہاں رومیوں سے مسلمانوں کی جنگ ہو رہی تھی۔ تلواروں کی جھنکار اور زخمیوں کی چیخ وپکار سے تمام میدان گونج اٹھا تھا۔

وامسؓ اس وقت نہایت جوش میں تھے اور بلند آواز میں رجز کے اشعار پڑھ رہے تھے:

میں ابوالہول ہوں
میرا نام وامس ہے
میں تمہاری جماعت پر حملہ کرتا ہوں نیزے سے
میں شیر ہوں
سخت لڑنے والا ہوں۔

انھوں نے رومیوں کے قریب جا کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور نہایت شدت سے رومیوں پر حملہ کیا۔ لڑائی نہایت زور وشور سے شروع ہو گئی۔

اب چاند نکل آیا تھا اور چاندنی ہر طرف پھیل گئی تھی۔ مسلمان، رومیوں پر بھوکے شیر کی طرح جھپٹ رہے تھے اور بڑھ بڑھ کر ان کو قتل کر رہے تھے۔

رومی بھی نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔ یوقنا رومیوں کو جوش دلا دلا کر بڑھا رہا تھا اور رومی بھی جوش میں آ آ کر حملے کرتے تھے۔

مسلمان بھی اس وقت نہایت بہادری سے لڑ رہے تھے۔ وہ پتھریلی دیوار کی طرح کھڑے تھے اور سیلاب کی طرح بڑھ کر رومیوں کو غرق کرنا چاہتے تھے۔

زخمی تڑپ اور کراہ رہے تھے۔ سپاہی کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ زمین خون سے لالہ زار

ہو گئی تھی۔

چاندنی رات میں لڑائی کا منظر نہایت ہولناک معلوم ہو رہا تھا۔ شور وغل سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ تلواریں جلد جلد اپنا کام کر رہی تھیں۔ خون کے چھینٹے اڑ اڑ کر دور تک جا رہے تھے سرفروش سپاہی جان دینے یا جان لینے کی فکر میں تھے۔

اب سپیدۂ صبح نمودار ہو چلا تھا۔ اس ہولناک نظارے کو دیکھ کر چاند کی رنگت پھیکی پڑ گئی تھی۔

وامسؓ نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ان کی بے پناہ تلوار جس رومی پر پڑتی تھی اس کو قتل کیے بغیر نہ رہتی تھی۔ وہ بے خوف ہو کر رومیوں کے لشکر میں گھس جاتے تھے۔ دو چار رومیوں کو قتل کر کے پھر واپس آ جاتے تھے۔ اگرچہ ان کا جسم بھاری تھا مگر وہ حیرت انگیز سرعت کے ساتھ حملے کر رہے تھے۔

اب چونکہ صبح کے آثار نمودار ہو چلے تھے اس لیے یوقنا نے اپنے لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ رومیوں کے لشکر میں شور وغل پیدا ہوا۔ مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ رومی کسی قدر پیچھے ہٹے۔ مسلمان آگے بڑھے۔ سب سے آگے وامسؓ تھے۔ وہ برابر حملے کر رہے تھے۔

اب رومیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ تیزی سے قلعہ کی طرف بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ وامسؓ بلند آواز سے کہہ رہے تھے:

"مسلمانو۔ بڑھو اور ان رومیوں کے ساتھ ہی قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔"

رومی بھاگ رہے تھے۔ مسلمان ان کے تعاقب میں حملے کرتے جا رہے تھے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے بلند آواز سے کہا:

"مسلمانو۔ واپس لوٹ آؤ۔ اب کوئی ان رومیوں کا تعاقب نہ کرے۔"

وامسؓ اور ان کے ہمراہی جو رومیوں کا تعاقب کر رہے تھے انھوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کی آواز سنی۔ ایک ہمراہی نے کہا:

"وامسؓ۔ حضرت ابوعبیدہؓ واپسی کا حکم دے رہے ہیں۔"

اب وامسؓ رک گئے اور پکار کر کہا:

"مسلمانو! بزدل رومیوں کو بھاگنے دو۔ تمہارے سردار تمہیں تعاقب سے منع کرتے ہیں سب واپس چلے آؤ۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

اس آواز کو سن کر جو مسلمان تعاقب میں جا رہے تھے وہ واپس لوٹ آئے اور یہ سب جمع ہو کر اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔

اب صبح ہو گئی تھی۔ مسلمانوں نے جلد جلد وضو کیا۔ نماز پڑھی اور حضرت ابوعبیدہؓ اپنے خیمے میں چل کر بیٹھے۔ چند سربر آوردہ عرب سردار بھی ان کے پاس آ بیٹھے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"نہایت افسوس کی بات ہے کہ یوقنا ہماری غفلت کا متلاشی رہتا ہے اور موقع ملنے پر ذرا نہیں چوکتا۔ محاصرے کی مدت طویل ہوتی جاتی ہے۔ قلعہ پر دسترس کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ سمجھ نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔

ضرارؓ: میرے خیال میں آج کمر بستہ ہو کر قلعہ پر حملہ کیجیے۔ شاید کوئی سبیل قلعے میں پہنچنے کی نکل ہی آئے۔

ابوعبیدہؓ: اگر ہم قلعے تک پہنچ بھی گئے تو اندر کیسے داخل ہوں گے۔

خالدؓ: قلعے پر حملہ کرنے سے زیادہ نقصان کا احتمال ہے۔

ابوعبیدہؓ: رات کو یہ کون کہہ رہا تھا کہ مسلمانو بڑھو۔ رومیوں کے ساتھ ہی قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔

سراقہؓ: یہ دامسؓ کی آواز تھی۔ وہ نہایت بہادر اور دانشمند ہیں۔

ابوعبیدہؓ: ان کی آواز میں نے دور سے سنی تھی۔ غالباً وہ رومیوں کے تعاقب میں قلعہ تک پہنچ گئے تھے۔

سراقہؓ: جی ہاں۔ وہ برابر رومیوں کے تعاقب میں چلے جا رہے تھے۔ اگر آپ مسلمانوں کو واپسی کا حکم نہ دیتے تو وہ ضرور ان کے پیچھے قلعہ میں داخل ہو جاتے۔

ابوعبیدہؓ: معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے جانباز اور سر بکف مجاہد ہیں۔

سراقہؓ: ان کی سوانح حیرت انگیز بہادری اور گوناگوں واقعات سے پُر ہے۔ ان کے کارنامے سن کر آدمی حیران رہ جاتا ہے۔

ابوعبیدہؓ: کیا کبھی وہ کسی جنگ میں بھی شریک ہوئے ہیں؟

سراقہؓ: انہوں نے متعدد لڑائیاں لڑی ہیں۔ دشمن ان کا نام سن کر کانپ جاتا ہے۔ میں ان کے کارناموں میں سے ایک معمولی سا واقعہ سناتا ہوں:

قوم جہیرہ نے دامسؓ کو کچھ نقصان پہنچایا تھا۔ دامسؓ نے اس نقصان کا عوض لینے کے لیے اپنے قبیلے کے لوگوں سے کہا۔ انہوں نے انکار کیا کیونکہ جہیرہ قوم بہادر تھی ۔۔۔ اور وہ دور پر آباد ہیں۔

دامسؓ کو ناگوار گزرا۔ انہوں نے تنہا جانے کا قصد کیا۔ لوگوں نے انہیں منع کیا کہ تم ستر(۷۰) آدمیوں کے مقابلہ میں نہ جاؤ لیکن انہوں نے نہ مانا اور کپڑوں کا پشتارہ لے کر ایک اونٹنی پر سوار ہوئے اور چل نکلے۔

لوگ متعجب ہوئے کہ ستر آدمیوں سے لڑنے کے لیے کپڑوں کی گٹھڑی اور صرف دو تلواریں اور ایک ڈھال لے کر چلے ہیں۔

دامسؓ شبانہ روز چل کر ایک رات کو قوم جہیرہ کے قریب پہنچے۔ انہوں نے اونٹنی درخت سے باندھ دی اور درختوں سے موٹی موٹی لکڑیاں قدِ آدم کے برابر کاٹ کر زمین پر گاڑ دیں۔ پھر کپڑوں کا پشتارہ کھولا اور ان لکڑیوں کو کپڑے پہنا دیے۔ اوپر کے سرے پر عمامے باندھ دیے۔ اس طریقے سے انہوں نے چالیس لکڑیوں کو کپڑے پہنا دیے۔ اب یہ لکڑیاں قریب سے دیکھنے والوں کو بھی انسان نظر آنے لگیں۔

اس کام سے فراغت پا کر انہوں نے تھوڑی دیر آرام کیا۔ جب صبح کے آثار نظر آئے تو وہ مسلح ہو کر تنہا قوم جہیرہ پر جا پڑے۔

انھوں نے بلند آواز سے کہا:

"میں دامسؓ ہوں اور تم سے انتقام لینے آیا ہوں"۔

اس قوم کے آدمی دامسؓ کا نام سن کر چونک اٹھے اور جلد ہی ان کے مقابلے میں آ کر لڑنے لگے۔ ان کی عورتیں اور بچے چیخنے لگے۔

دامسؓ نہایت بہادری سے لڑے اور اس قوم کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ وہ دامسؓ کے مقابلے کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹے۔

ابھی تک رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی مگر یہ تاریکی دم بدم گھٹ رہی تھی۔ صبح کی روشنی نمودار ہو چلی تھی۔

اس روشنی میں اہلِ جہیرہ نے دامسؓ کو تنہا لڑتے دیکھا تو انہوں نے دامسؓ کو گھیرے میں لے کر مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

وامسؓ ان کے ارادے کو سمجھ گئے اور آہستہ آہستہ لڑتے ہوئے پیچھے ہٹتے رہے یہاں تک کہ وہ ان لکڑیوں کے قریب آگئے جن کو انھوں نے کپڑے پہنائے تھے اور جو بالکل انسان معلوم ہو رہے تھے۔

ان کے قریب آتے ہی وامسؓ نے بلند آواز سے کہا:

"دوستو۔ اب ان پر حملہ کرو۔ چلو چلو کہ وہ بھاگے جاتے ہیں۔"

اہلِ ہمرہ نے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو ان لکڑیوں کو انسان سمجھے اور اس قدر دشمنوں کو دیکھ کر ڈر گئے۔ وہ خوفزدہ ہو کر بھاگے۔

وامسؓ نے پھر بلند آواز سے کہا:

"دوستو۔ تمہیں قسم ہے تم میں سے ایک بھی اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔ یہ بزدل بھاگ نکلے ہیں۔ ان کے لیے میں تنہا کافی ہوں۔"

اہلِ ہمرہ نہایت بدحواس ہو گئے تھے۔ وہ جلدی جلدی اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بہت سے ایسے بھی سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگے کہ اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ نہ لے جا سکے۔

ان کے بھاگتے ہی وامسؓ ان کے گھروں میں گھس گئے۔ عورتوں، بچوں اور غلاموں کو گرفتار کیا۔ سب اسباب وغیرہ اسی قوم کے اونٹوں پر لادا۔ قیدیوں کو ان پر سوار کیا۔ لکڑیوں کے اوپر سے کپڑے اتار کر پھر پشتارہ باندھا اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر ان سب اونٹوں کے ہمراہ اپنے قبیلے میں چلے آئے۔

لوگوں نے نہایت تعجب سے وامسؓ کو، قیدیوں کو اور اس سامان کو جو وہ اہلِ ہمرہ کے گھروں سے لائے تھے، دیکھا۔

اس واقعہ کو بہت سے عربوں نے سنا ہے اور اسی قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جو ان کے بارے میں مشہور ہیں۔

ابوعبیدہؓ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وامسؓ نہایت بہادر، بڑے نڈر اور اچھے دور اندیش آدمی ہیں۔

سراقہؓ: جو لوگ انہیں جانتے ہیں وہ ان کے عیب و غریب حالات سے بھی واقف ہیں۔

ابوعبیدہؓ: ذرا انہیں بلا تو سہی۔ میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

سراقہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور وامسؓ کو ہمراہ لے کر آئے۔

وامسؓ نے سلام کیا۔ ابوعبیدہؓ نے سلام کا جواب دے کر انہیں دیکھا۔ پھر ان کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے کہا:

"رات تم دور تک رومیوں کے تعاقب میں چلے گئے تھے۔"

وامسؓ ایک طرف بیٹھ گئے اور کہا:

"جی ہاں۔ میں دور تک ان کے پیچھے چلا گیا تھا۔ اگر آپ مسلمانوں کو واپسی کا حکم نہ دیتے تو میرا ارادہ رومیوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہو جانے کا تھا۔"

ابوعبیدہؓ: لیکن تمہارا قلعے میں جانا بے سود تھا۔

وامسؓ: میں تنہا نہیں تھا۔ میرے قبیلے کے بہت سے لوگ میرے ساتھ تھے۔

ابوعبیدہؓ: مگر تم قلعہ میں جا کر کیا کرتے؟

وامسؓ: ہم لوگ اندھیرے میں کہیں چھپ جاتے اور سارا دن چھپے رہتے۔ جب رات ہوتی تو باہر نکل کر قلعہ کا دروازہ کھولنے کی فکر کرتے۔

ابوعبیدہؓ: لیکن قلعہ کے اندر تمہیں چھپنے کی جگہ نہ ملتی تو کیا کرتے؟

وامسؓ: ہم دروازے کے سنتریوں سے لڑتے اور انہیں قتل کر کے دن ہی میں دروازہ کھول دیتے۔

ابوعبیدہؓ: معقول تدبیر تھی لیکن وہ وقت گزر گیا۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

وامسؓ: میں نے یوقنا کے واقعات سنے ہیں۔ وہ بہادر، مدبر اور دور اندیش اور مکر و فریب سے بخوبی واقف ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر آپ سال بھر بھی قلعہ کا محاصرہ کیے پڑے رہو گے تو اس کا فتح ہونا محال ہے۔

ابوعبیدہؓ: پھر ہم کیا کریں؟

وامسؓ: یوقنا مسلمانوں کو کئی مرتبہ دھوکہ دے چکا ہے۔ اب ہمیں بھی اس کے ساتھ فریب کرنا چاہیے۔

ابوعبیدہؓ: ہم اس کے ساتھ کیا فریب کر سکتے ہیں؟

وامسؓ: جب تک آپ قلعہ کا محاصرہ کیے پڑے رہیں گے یوقنا کبھی قلعہ کا دروازہ نہیں کھولے گا۔ اس طرح محاصرے سے کوئی فائدہ بھی نظر نہیں آتا اس لیے آپ محاصرہ اٹھا لیجیے اور کچھ آزمودہ کار اور دلیر مسلمانوں کو میری ہمراہی میں چھوڑ دیجیے۔ ممکن ہے کہ کوئی سبیل قلعہ کے اندر پہنچنے کی نکل آئے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ابوعبیدہؓ: مگر تم یوقنا سے واقف نہیں ہو۔ وہ مکر و فریب میں یکتا ہے۔

وامسؓ: اگر خدا کا فضل شاملِ حال ہے تو میں ایسا کام کروں گا کہ جس سے وہ بھی عاجز آجائے گا۔

ابوعبیدہؓ: لیکن معلوم تو ہو کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟

وامسؓ: ابھی مجھے خود نہیں معلوم کہ میں کیا کروں گا ــــ لیکن مجھے یقین ہے کہ محاصرہ اٹھتے ہی یوقنا مسلمانوں کی طرف سے بے خوف ہو جائے گا اور اس وقت کوئی نہ کوئی پہلو قلعہ میں داخل ہونے کا نکل ہی آئے گا۔

ابوعبیدہؓ: مگر مسلمانوں کو قلعہ سے کس قدر فاصلہ پر چلا جانا چاہیے؟

وامسؓ: کل علی الصبح ہی لشکر کوچ کر دے لیکن روانگی آہستہ آہستہ ہو جس سے شام تک آٹھ میل سے زیادہ مسافت نہ ہو سکے اور رات کو ایک ہزار سوار قلعہ کی طرف واپس بھیجے جائیں تاکہ اگر موقعہ مل گیا اور ہم قلعے میں داخل ہو گئے تو یہ ایک ہزار سوار جلد ہماری مدد کو پہنچ سکیں۔

ابوعبیدہؓ: تمہارے ہمراہ کس قدر مسلمان کافی ہوں گے؟

وامسؓ: زیادہ آدمیوں کا پوشیدہ ہونا مشکل ہوگا اس لیے صرف تیس آدمی مناسب ہوں گے۔

اب حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کی طرف دیکھ کر کہا:

"آپ کی کیا رائے ہے؟"

خالدؓ: میرے خیال میں وامسؓ کا مشورہ نہایت مناسب ہے۔

ابوعبیدہؓ: اے ابا سلمانؓ (حضرت خالدؓ)! تم تیس آدمیوں کو منتخب کر کے لے آؤ۔

حضرت خالدؓ اٹھے اور لشکر کے شمالی حصہ میں پہنچے۔ انھوں نے تین آزمودہ کار، بہادر اور دور اندیش آدمیوں کو منتخب کیا اور انہیں لے کر حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس آئے۔

حضرت خالدؓ نے کہا:

"میں ایسے لوگوں کو انتخاب کر کے لایا ہوں جو زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہر وقت شہادت کے طلب گار رہتے ہیں۔ جن کا شمار خدا اور اس کے رسولؐ کے فرمانبرداروں میں ہوتا ہے شجاعت و بہادری میں یہ تین عرب تین ہزار رومیوں کو کافی ہیں۔"

حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کی طرف دیکھا۔ انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گئے تو حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"اسلام کے جانثارو۔ ہر مسلمان کو چاہے وہ آقا ہو یا غلام، سوار ہو یا پیادہ، سردار ہو یا سپاہی

یہ فرض ہے کہ وہ اسلام کی خدمت کرے۔ ہم اور آپ سب اسلام کی خدمت کے لیے اپنے گھروں سے اس قدر دور دراز فاصلہ پر سر بکف ہو کر آئے ہیں اور سب کا ماحصل اسلام کی خدمت کرنا ہے۔ اگر کوئی غلام آقا سے زیادہ اسلام کی خدمت کرتا ہے تو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمانوں کی نظروں میں وہ غلام اس آقا سے بدرجہا بہتر ہے۔

اسلام میں رواداری ہے۔ اگر معززین اور رؤسائے عرب پر کوئی غلام سردار مقرر کر دیا جائے تو آپ میں سے کسی کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟"

حضرت ابوعبیدہ کو اس تمہید کی ضرورت اس لیے لاحق ہوئی کہ وامسؓ غلام تھے۔ انہیں یہ دیکھنا تھا کہ عرب جو ایامِ جاہلیت میں غلام کو ناچیز اور محض خدمت گزار سمجھا کرتے تھے اور غلام کو پاس بٹھانا کسرِ شان سمجھتے تھے، آج جبکہ انہیں مسلمان ہوئے بہت تھوڑا عرصہ گزرا تھا، وہ اب غلاموں کو کیسا سمجھتے تھے۔ انہیں ایک غلام کو سردار بنائے جانے پر کوئی اعتراض تو نہ تھا۔

ان منتخب شدہ عربوں میں سے ایک عرب نے کہا:

"ایامِ جاہلیت میں ہم غلاموں کو نہایت ذلت کی نظر سے دیکھتے تھے لیکن جب سے ہم مسلمان ہوئے ہیں ہم اپنے غلاموں کو بھی اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ ہمیں کسی غلام کے سردار مقرر کیے جانے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اصل بزرگی تو عبادت و ریاضت، تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔"

حضرت ابوعبیدہؓ نے ان لوگوں کو مشکورانہ نظروں سے دیکھ کر کہا:

"خدا کا شکر و احسان ہے کہ مسلمانوں نے اس بات کو سمجھ لیا ہے کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ نجیب اور صاحبِ وقار وہی ہے جو سب سے زیادہ عبادت گزار، پرہیزگار اور اس کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانبردار ہے۔

میں جانتا ہوں تم شریف ہو، معزز ہو، رئیس ہو۔ عبادت گزار اور پرہیزگار ہو اور سب سے زیادہ یہ کہ اسلام کے خادم ہو لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی اگر میں تم پر کسی غلام کو سردار کر دوں تو تمہیں ناگوار تو نہ ہوگا؟"

دوسرے عرب نے جواب دیا:

"بفضلہ تعالیٰ ہم مسلمان ہیں۔ ہم پر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے علاوہ اپنے سردار کی فرمانبرداری بھی فرض ہے اس لیے اگر آپ ہم پر کسی مسلمان غلام کے علاوہ کسی نصرانی کو بھی سردار مقرر کر دیں تو ہمیں آپ کے حکم سے سرتابی کی مجال نہ ہوگی۔"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

تمام حاضرین اس گفتگو سے متاثر ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انھوں نے کہا:

"اسلام نے عربوں کی کایا ہی پلٹ دی۔ ان سے جہالت و خود بینی دور ہو گئی۔ اسلام کے جانثارو! میں تیس آدمیوں پر واثقؓ کو سردار مقرر کر رہا ہوں۔ میری تم سے استدعا ہے کہ تم واثقؓ کو سردار مانتا ان کے احکام کی تعمیل کرنا۔ اگر اسلامی لشکر کے نظم و نسق کا انتظام میرے سپرد نہ ہوتا تو سب سے پہلے میں ان کی سرداری کو تسلیم کرتا اور تمہاری مختصر جماعت کے ساتھ ان کی سرکردگی میں تمہارے ہمراہ جاتا۔"

تیسرے عرب نے کہا:

"ہم واثقؓ کو سردار تسلیم کرتے ہیں اور ان کے احکام کی تعمیل کریں گے۔"

ابوعبیدہؓ: اچھا اب تم سب جا کر آرام کرو۔ تمہیں رات کو کام کرنا ہو گا۔

اب یہ سب لوگ اٹھ کر اپنی اپنی جائے قیام پر پہنچے۔

حضرت ابوعبیدہؓ اس مقام پر گئے جہاں رات یوقنا مسلمانوں پر آ پڑا تھا اور رومیوں سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی تھی۔

یہاں کی زمین خون سے سرخ ہو رہی تھی۔ مرنے والوں کی لاشیں ابھی تک پڑی ہوئی تھیں۔ سترہ مسلمان شہید ہوئے تھے۔ رومیوں کی لاشیں ۲۰۰ سے زیادہ تھیں۔

مسلمانوں کی نمازِ جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کر دیا گیا۔ رومی مقتولین کی لاشیں بھی ایک گڑھے میں دفن کر دی گئیں۔

مسلمان اس کام سے فارغ ہو کر اپنے لشکر میں واپس آئے۔ سب نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ پھر لشکر کی واپسی کا انتظام ہونے لگا۔ شام تک سپاہی سامان کی دیکھ بھال میں مصروف رہے۔ ہر شخص جلد جلد کام کر رہا تھا۔ کسی کو بھی بات کرنے کی فرصت نہ تھی۔

○

آفتاب غروب ہو گیا۔ مسلمان مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر کھانا کھا کر پھر سفر کے انتظام میں مصروف ہوئے اور عشاء کے وقت تک سفر کے لیے بالکل تیار ہو گئے۔

عشاء کی نماز پڑھ کر مسلمان آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔

آج لشکر کے نگہبانوں میں اضافہ کر دیا گیا تھا۔ جگہ جگہ آگ تیزی سے روشن تھی۔ وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ رات دو ثلث گزر گئی۔

رات اندھیری تھی۔ چاروں طرف تاریکی تھی۔ اس وقت واثقؓ تیس عربوں کو ساتھ لے کر پہاڑی کی طرف روانہ ہوئے۔

وہ اپنے چھپنے کی جگہ تلاش کرنے لگے۔ بہت جد و جہد کے بعد وہ اسی غار میں پہنچے جس سے گزر کر سدا بہار وادی میں داخل ہو سکتے تھے۔

یہ غار بڑا اور گہرا تھا۔ اس کے اندر ۵۰ آدمی پوشیدہ رہ سکتے تھے۔ یہ سب اس غار میں چھپ گئے۔ انھوں نے پتھروں پر اپنے کمبل بچھائے اور ان پر آرام کرنے لگے۔

اب صبحِ سحر نمودار ہو گیا۔ اسلامی کیمپ میں اذان ہو رہی تھی۔ مسلمان حوائجِ ضروری سے فارغ ہو ہو کے وضو کر رہے تھے۔ انھوں نے نماز پڑھی اور پھر کوچ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے کوچ کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ رومی خوفزدہ ہو کر فصیل پر چڑھ آئے۔ یوقنا اور کلس بھی خلافِ توقع تکبیر کی آواز سن کر برج میں آ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ آج مسلمان قلعہ پر حملہ کریں گے لیکن جب انھوں نے مسلمانوں کو واپس جاتے دیکھا تو اس غیر متوقع واقعہ سے بہت مسرور ہوئے۔ انھوں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں، شور کرنا، اچھلنا کودنا اور ٹوپیاں اچھالنا شروع کر دیا۔

یوقنا نے رومیوں کو حکم دیا کہ وہ اسلامی لشکر پر سنگباری کریں۔ رومیوں نے پتھر برسانے شروع کیے لیکن مسلمانوں کا لشکر قلعہ کی فصیل سے فاصلہ پر تھا اس لیے سنگباری سے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ تاہم رومی برابر پتھر برساتے رہے۔

مسلمانوں کا لشکر نہایت آہستہ آہستہ اطمینان سے کوچ کر رہا تھا۔ حضرت خالدؓ ایک ہزار سوار لیے راستے سے ایک طرف اس لیے کھڑے تھے کہ رومی قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں پر پشت کی طرف سے حملہ نہ کر دیں۔

رومیوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں مگر حضرت خالدؓ کے لشکر کو دیکھ کر اپنے ارادے سے باز رہے۔

دوپہر تک مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کا آخری سپاہی بھی روانہ ہو گیا۔ اب حضرت خالدؓ کا لشکر بھی آہستہ آہستہ روانہ ہوا۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

رومی اس وقت تک مسلمانوں کی روانگی کا نظارہ کرتے رہے جب تک انہیں مسلمان سوار نظر آتے رہے۔

پھر جب بڑھتے ہوئے گرد و غبار نے اسلامی لشکر کو آنکھوں سے اوجھل کر دیا تو رومی قلعہ کی فصیل سے نیچے اترے۔

اور —

مسلمانوں کی روانگی کی خوشی میں جشن منانے لگے!

○

مفارقت

○

نازک اندام لوسی کو کئی روز بخار رہا۔ جہاں اسن کی تیمار داری یوقنا، زیتون اور مریم نے کی، وہاں شہزادہ لاون بھی ہر وقت اس کی خدمت کرتا رہا۔

جب لوسی کو بخار کی شدت سے غفلت ہو جاتی تھی تو شہزادہ لاون ساری ساری رات جاگتا اور اس کے قریب بیٹھ کر اس کی چاند سی صورت دیکھا کرتا۔

اگر کبھی پری وش لوسی ہوشیار ہوتی اور شہزادے کو بیٹھا ہوا دیکھتی تو منت سماجت کر کے اسے آرام کرنے کو کہتی اور شہزادہ اس کے حکم سے مجبور ہو کر تھوڑی دیر آرام کر لیتا۔

پری جمال لوسی کی چاند سی صورت بخار کی حالت میں اور بھی دلفریب ہو گئی تھی۔ اس کا نرگسی آنکھیں بند کیے پڑے رہنا بھی ایک ادا تھی جانستان تھی جس کو لاون کا دل ہی خوب جانتا تھا۔

پری وش لوسی کے صحت یاب ہونے کی ہر شخص دعا مانگ رہا تھا۔ ہر کلیسا میں اس کے اچھا ہونے کی دعا کی جا رہی تھی۔ یوقنا، زیتون اور مریم دل سے اس کے تندرست ہونے کی دعا مانگ رہے تھے۔ شہزادہ لاون ہر وقت اس کے صحت یاب ہونے کی دعا کرتا تھا۔ اس کی اکثر یہ دعا ہوا کرتی تھی کہ

"خدایا لوسی کو اچھا کر دے اور اس کی بیماری مجھے دیدے۔"

دعائیں قبول ہوئیں۔ خدا نے مہربانی کی۔ رفتہ رفتہ لوسی اچھی ہونے لگی۔ بخار جاتا رہا۔ صرف کمزوری رہ گئی۔ یوقنا اور زیتون خوش ہو گئے۔ شہزادہ لاون کا دل جوش مسرت سے اچھلنے لگا۔ مریم خوشی سے باغ باغ ہو گئی۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

اب لوسی کی کمزوری بھی جاتی رہی۔ وہ کمرے سے نکل کر باغیچے میں چہل قدمی کرنے کے لیے جانے لگی تھی۔

پھر ایک روز اسے غسلِ صحت دیا گیا۔ سارے قلعہ میں چراغاں ہوا۔ یوقنا نے اس خوشی میں قلعہ والوں کو عام دعوت دی۔ یہ دعوت رات کے وقت دی جانے والی تھی۔

حور وش لوسی نے غسلِ صحت کر کے بسنتی پوشاک زیبِ تن کی۔ اس پوشاک نے اس کی پیاری پیاری صورت کو جگمگا دیا۔ اس کا زہد شکن حسن، ملائک فریب ہو گیا تھا اور وہ ایسی پیاری معلوم ہونے لگی تھی کہ اس کے رخِ روشن سے نظر ہٹنے کا نام نہ لیتی تھی۔

آفتاب ابھی غروب ہوا ہی تھا۔ قلعہ میں دعوت کا انتظام ہو رہا تھا۔ لوسی اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کمرے میں خوب روشنی ہو رہی تھی۔

اس وقت حور وش لوسی حسن کی ملکہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے نازک نازک لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس کے بھرے بھرے بازو، گداز سینہ اور صراحی دار گردن میں جواہرات کے زیورات تھے۔ جن کی چمک نے اس کے حسن کو اور چمکا دیا تھا۔

وہ سر جھکائے نیچی آنکھیں کیے خاموش بیٹھی تھی اور کسی خیال میں ایسی محو تھی کہ اسے یہ بھی علم نہ ہوا کہ شہزادہ کمرے میں آ گیا ہے اور ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا ہے۔

شہزادہ لاڈن دیر تک محبت بھری نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ شہزادی کو ایسی تیز نظر سے دیکھ رہا تھا کہ نازک اندام لوسی اس کی گرم نگاہوں کو برداشت نہ کر سکی۔ اس کے پھول سے رخسار متغیر ہونے لگے۔

اس نے اپنا نازک سر اٹھایا۔ سامنے نظر کی اور شہزادے کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پا کر وہ شرما گئی۔ اس کی حیا میں ہزاروں تیر تھے جو نکل نکل کر لاڈن کی آنکھوں سے گزر کر اس کے دل میں پیوست ہو گئے۔

شہزادہ بے چین ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے زخمی دل کو پکڑنے کی کوشش کی مگر زخم خوردہ دل اس کے سینے میں کچھ اس طرح تڑپ رہا تھا کہ وہ نہ ہاتھوں میں آتا تھا اور نہ اسے کسی پہلو قرار تھا۔

جب شہزادے کو اس جگہ کھڑے دیر ہو گئی تو شہزادی نے شرم آگیں نظریں اٹھا کر شہزادے کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا:

"اب کیا وہیں کھڑے رہو گے؟"

شہزادہ جو اپنے زخمی دل کو قابو میں کرنے کی کشمکش میں مبتلا تھا، چونک پڑا۔ وہ مسکرا کر آگے بڑھا اور لوسی کے قریب کرسی پر بیٹھ گیا۔

لوسی نے پھر کہا:

"پھر تم وہاں کیوں کھڑے رہ گئے تھے؟"

لاڈن: پیاری! تمہارے رعبِ حسن نے آگے بڑھنے کی اجازت ہی نہ دی۔

شہزادی شرما گئی۔ اس کی قاتل آنکھیں جھک گئیں۔ فرطِ حیا سے پیارے پیارے بھولے چہرے پر ہلکی ہلکی سرخی جھلکنے لگی۔ اس نے شرماتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ کر کہا:

"فضول تعریف کرنے سے کیا فائدہ؟"

لاڈن: پیاری لوسی۔ میں منہ دیکھے کی تعریف نہیں کرتا۔ آج تمہارا حسن زمانہ بھر میں انتخاب ہے۔ تم سارے جہان کی حسینوں کی سرتاج ہو۔ حسن خود تم پہ فدا ہے۔ تم حور ہو۔ تم .....

لوسی نے مسکرا کر کہا:

"بس بس۔ اب زیادہ تعریف نہ کرو۔ کہیں میں خود کو انسانوں سے بالا نہ سمجھنے لگوں۔"

لاڈن: اور تمہیں انسان کہتا کون ہے۔ انسانوں کی اتنی پیاری صورت نہیں ہوا کرتی۔ تمہارا بے پناہ حسن انسانوں سے بالاتر ہے۔ دنیا میں کوئی عورت تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تم کوہ قاف کی پری ہو۔ خدا......

لوسی: بس بس۔ بہت تعریف ہو چکی۔

لاڈن: ابھی کہاں۔ ابھی تو تعریف کی ابتدا ہے۔ پیاری لوسی! تمہیں خبر نہیں ہے کہ تم کس قدر خوبصورت ہو۔ مجھ سے پوچھو میں نے راتوں کو تمہاری پیاری پیاری صورت کا مقابلہ چاند سے کیا ہے۔ چاند میں داغ ہے۔ چاند کو تمہارے حسن سے کیا نسبت۔ اس میں صباحت ہے لیکن ملاحت نہیں۔ وہ ایسا داغدار حسن کا ٹکڑا ہے جو محض برف کی طرح سپید ہے۔ اس میں نور ہے لیکن حسن نہیں۔ حسن بغیر شوخی اور عشوہ کے بے مزا ہے۔ تم چاند سے ہزار درجہ افضل ہو۔ چاند بھی تمہاری صورت کا عاشق ہے۔ وہ تمہاری پیاری صورت دیکھنے کو نکلتا ہے۔

لوسی: آخر یہ تعریف کب تک ہو گی۔ آج آپ کو ہو کیا گیا ہے؟

لاڈن: مجھے کچھ نہیں ہوا۔ میں تمہارا پرستار ہوں۔ تمہارا حسن مجھ سے تمہاری تعریف کراتا ہے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لوسی: تعریف کو رہنے دو۔ تمہارا مزاج تو اچھا ہے۔

لاون: خدا کی قسم! میں کس قدر بے وقوف ہوں۔ پیاری لوسی معاف کرنا۔ میں اس وقت تمہارے صحت یاب ہونے پر مبارکباد دینے آیا تھا۔

لوسی: شہزادے! میں تمہاری مشکور ہوں۔ تم نے نہایت جانکاہی سے میری تیمارداری کی ہے۔

لاون: لیکن اس خشک مشکوری سے کیا ہوتا ہے۔ آج سب کو انعام تقسیم ہو رہے ہیں۔ کیا میں کسی سرکار سے کسی انعام کا مستحق نہیں۔

لوسی (شوخی سے مسکرا کر): میں عادل بادشاہ سے آپ کے لیے بھی انعام کی سفارش کروں گی۔

لاون: میں اور کسی سے کچھ نہیں چاہتا۔ صرف تم سے انعام کا خواست گار ہوں۔

لوسی: مجھ سے؟ میں کیا انعام دوں؟

لاون: ان پیارے پیارے لبوں کا ایک بوسہ.....

لوسی (جلدی سے): بس معاف کیجیے۔ واہ وا۔ کیا مطلب کی سوجھی ہے۔

لاون نے اپنا کرسی لوسی کے اور قریب کر لی اور اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا:

"جانِ من۔ اتنی بے رحمی نہ کرو۔"

لوسی نے شوخی سے کہا:

"نہیں نہیں۔ بس آپ الگ رہیے۔"

لوسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہی لاون کے بدن میں برقی رو دوڑ گئی۔ اس نے جوشِ لوسی کو کھینچ کر اپنے زانوؤں پر بٹھا لیا اور اس کے ہاتھ اپنی گردن میں حائل کر کے اس کے نازک لبوں کے بوسے لینے لگا۔

چند منٹ تک تو لوسی اس کی گود میں بے حس و حرکت پڑی رہی۔ پھر سنبھلی اور اس کی آغوش سے نکل کر علیحدہ کھڑی ہو گئی۔

وہ شرم و حیا سے بھاگ رہی تھی۔ اس نے شرمیلی نظروں سے لاون کو دیکھ کر قاتلانہ انداز سے مسکراتے ہوئے کہا:

"میں ایسی باتوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

لاون: قصور ہوا۔ معاف کیجیے۔ آئندہ ایسی حرکت نہ کروں گا۔

لوسی (شوخی سے): آپ نے کہا اور میں نے معاف کر دیا؟

لاون: اچھا سزا دے لیجیے۔

لوسی: بس یہی سزا ہے کہ آپ دور سے باتیں کیجیے۔

لاون: اس قدر بیداد تو مناسب نہیں۔

لوسی: یہ تمہارا بدن گرم کیوں ہے؟

لاون: آپ کی بلا سے۔ آپ تو ستم سہے جائیے۔

لوسی: آخر بتائیے تو۔

لاون: جب آپ مجھ سے گریز کرتی ہیں۔ میرے پاس بیٹھنے کی روادار نہیں۔ پھر میں بتا کر ہی کیا کروں گا۔

لوسی پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے کسی قدر لجاجت آمیز لہجے میں کہا:

"شہزادے۔ اب مجھ سے چھیڑ نہ کرنا۔ کوئی دیکھ لے گا اور میں مفت میں بدنام ہو جاؤں گی۔ ہاں بتاؤ۔ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

لاون: رات سے میری طبیعت خراب ہے۔

لوسی کے دل پر چوٹ لگی۔ وہ بے چین ہو کر بولی:

"میں نے شب بیداری کے لیے کس قدر منع کیا تھا لیکن تم نے ایک نہ سنی۔ آخر طبیعت خراب ہو ہی گئی۔"

لاون: پیاری لوسی۔ اس وقت میں اپنے حواس ہی میں کب تھا۔ میری تمنا تھی کہ خدا تمہیں جلد صحت عطا کرے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں اچھا کر دیا۔ میری طبیعت خراب ہو گئی ہے تو وہ خود ہی اچھی ہو جائے گی۔

لوسی: تم اپنی طبیعت خراب ہو جانے کو معمولی بات سمجھتے ہو لیکن تمہیں کیا خبر ہے کہ کسی کے دل پر اس سے کیا گزر گئی۔

لاون: میری ایسی قسمت کہاں کہ کوئی میری طبیعت خراب ہو جانے سے ملول ہو۔

لوسی: تم ناشکری کرتے ہو۔ تمہاری.....

لوسی کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ یوفنا کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک ۴۵ سالہ مضبوط جسم کا رومی تھا۔ لوسی اور لاون کھڑے ہو گئے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

اس روحی نے شہزادے کو سلام کیا۔ شہزادے نے سلام کا جواب دیا۔ یوقنا کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

سب بیٹھ گئے تو یوقنا نے کہا:

"شہزادے! مسٹر جارجی آئے ہیں۔ تمہارے والد نے تمہیں بلایا ہے۔"

اس روح فرسا خبر سے لاون اور لوسی دونوں پر سناٹا چھا گیا۔ دونوں کے چہروں کا رنگ فق ہو گیا۔

جارجی، شہزادے کے باپ داوریس کے لشکر میں کپتان تھا۔ اسے شہزادے سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اس نے کہا:

"شہزادۂ معظم! کیا آپ کی طبیعت خراب ہے؟"

لاون: ہاں۔ رات سے کچھ حرارت ہو گئی ہے۔

جارجی: میں دیکھتا ہوں کہ آپ میں سفر کرنے کی قوت نہیں ہے لیکن مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فوراً آپ کو لے کر اعزاز[1] پہنچوں۔

لاون: میں اس قدر بیمار نہیں ہوں کہ سفر بھی نہ کر سکوں لیکن اس قدر جلد طلبی کیوں ہوئی؟

جارجی: ملکہ صاحبہ کی طبیعت علیل ہے۔ مجھے تاکید کی گئی ہے کہ میں کل ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں۔

لاون کو اپنی والدہ کی علالت کی خبر سن کر رنج ہوا۔ اس نے کہا:

"میں کل ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

یوقنا: شہزادے! مجھے تم سے کچھ ایسی محبت ہو گئی ہے کہ میں تمہارا جانا پسند نہیں کرتا لیکن تمہاری والدہ علیل ہیں اس لیے روک بھی نہیں سکتا۔

لاون: میں جناب کی محبت کا مشکور ہوں۔ امید ہے آپ ہمیشہ مجھ پر مہربانی کرتے رہیں گے۔

اب رات زیادہ ہو گئی تھی۔

ایک خادمہ نے آ کر خاصہ تیار ہونے کی اطلاع دی۔ یہ سب اٹھ کر دوسرے کمرے میں آئے۔ یہاں کھانا چُنا ہوا تھا۔ یہ سب میز پر بیٹھے اور کھانا شروع کیا۔

لاون اور لوسی کی بھوک اڑ گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو حسرت و محبت بھری نظروں سے دیکھ

---

[1] ۔ اعزاز ایک قلعہ کا نام تھا جس پر لاون کا باپ داوریس حکومت کرتا تھا۔

رہے تھے۔

کھانا ختم ہوا تو یہ سب چل کر پھر لوسی کے کمرے میں آ بیٹھے۔ یوقنا نے کہا:

"شہزادے۔ عربوں کے خوف سے دن میں روانگی نہیں ہو سکتی۔ تم کل رات کو قلعہ سے باہر جا سکتے ہو۔"

لاون: میں رات ہی کو سفر کروں گا۔ اگرچہ سردی کا زمانہ ہے اور رات اندھیری ہے لیکن پھر بھی میں رات کو سفر کرنے میں ضرور تلف اٹھاؤں گا۔

یوقنا: ہاں۔ رات کا سفر اچھا ہوتا ہے۔ تم اپنے والد سے میرا سلام ضرور کہہ دینا۔

لاون: ضرور کہہ دوں گا۔ . . . لیکن آپ ہمیشہ ایسے ہی مہربان رہیں جیسے آج ہیں۔

یوقنا: شہزادے۔ تم نیک اور سعادت مند ہو۔ تمہیں کون بھول سکتا ہے۔ رات زیادہ آ گئی ہے۔ تمہاری طبیعت خراب ہے۔ تمہیں آرام کرنا چاہیے۔

شہزادہ اور جارجی دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ دونوں نے یوقنا کو سلام کیا اور کمرے سے نکل کر اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔

راستے میں لاون اپنے گھر والوں کی خیر و عافیت دریافت کرتا رہا۔ جارجی جواب دیتا رہا اور یہ دونوں باتیں کرتے جائے قیام پر پہنچے۔

جارجی کے لیے علیحدہ کمرے میں بستر کر دیا گیا۔ وہ تو اپنے بستر پر لیٹتے ہی سو گیا لیکن حسرت نصیب شہزادہ بستر پر لیٹتے ہی آنے والی جدائی کے روح فرسا خیالات سے بے چین ہو گیا اس کا دل رنج و غم کے سمندر میں ڈوب گیا۔ اسے شہزادی لوسی کی جدائی شاق معلوم ہونے لگی۔ اگر اس کی والدہ علیل نہ ہوتی تو وہ یہاں سے کبھی نہ جاتا لیکن اب جانا ضروری تھا۔

وہ رات بھر صدمۂ مفارقت کے خیال ہی سے مضطرب رہا۔ اس نے اسی طرح تڑپ تڑپ کر صبح کر دی۔

○

صبح وہ سو کر سے اٹھ بیٹھا لیکن اب اس کا چہرہ کچھ اترا ہوا تھا۔ اس نے نوما کو بلا کر سفر کی تیاری کا حکم دیا۔

سارا دن سفر کے انتظام میں گزرا۔ آفتاب مغرب کی طرف دوڑا چلا جا رہا تھا۔ رات قریب آ رہی تھی

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

لاون کا غم ہر لحظہ ترقی کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ آج دن ہی ختم نہ ہو یا کوئی حادثہ ہو جائے جس سے اس کی روانگی برائے چندے ملتوی ہو جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن فلک کج رفتار کو عاشقوں کے ساتھ دشمنی ہے ۔ یہ تفرقہ پرداز ہمیشہ تفرقہ اندازی میں مشغول رہتا ہے۔ اس نے نہ تو لاون کی حالت پر رحم کر کے آفتاب ہی کو ٹھہرنے دیا اور نہ کوئی ایسا حادثہ وقوع پذیر ہوا جس سے شہزادے کی روانگی ملتوی ہو جاتی ۔

آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ شفق نمودار ہو کر سیاہی سے بدل گئی تھی۔ شہزادے کی روانگی کا انتظام مکمل ہو چکا تھا۔ وہ شہزادی سے الوداعی ملاقات کرنے کے لیے اس کے کمرے میں گیا۔

لوسی سر جھکائے مغموم بیٹھی تھی۔ کافوری شمع کی روشنی اس کے خوبصورت چہرے پر پڑ رہی تھی۔ وہ اداس تھی۔ غم و فکر اس کے چہرے سے ظاہر تھے۔ اگرچہ وہ غمزدہ تھی لیکن اس وقت بھی اس کا حسن نہایت دلآویز تھا۔

شہزادہ دیر تک کھڑا اس کے رخِ انور کی زیارت کرتا رہا۔ شاید وہ ساری رات اسی طرح کھڑا رہتا لیکن وہ عنقریب روانہ ہونے والا تھا۔ اسے روانگی کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ وہ آہستہ سے آگے بڑھا اور کہا:

"شہزادی!"

فرطِ غم سے اس کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ وہ کوشش کرنے پر بھی اور کچھ نہ کہہ سکا۔

لوسی نے غم و افسوس بھری نظروں سے شہزادے کو دیکھا۔ وہ اسے مسخ پا کر فرطِ غم سے کانپ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔ اس نے مشکل سے اپنی حالت پر قابو پایا اور کہا:

"شہزادے!"

رنج و غم سے اس کی آواز بھی بھرا گئی۔ وہ حسرت سے شہزادے کو دیکھنے لگی۔ اس کی اس حسرت آلود نظر میں سینکڑوں تمنائیں اور ہزاروں آرزوئیں بھری ہوئی تھیں۔ شہزادہ اس کی حسرت بھری نظروں سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے دل پر جبر کر کے کہا:

"شہزادی! میں رخصت ہونے آیا ہوں۔"

شہزادے کے اس فقرے سے لوسی کے دل پر چوٹ لگی۔ وہ بے تاب ہو گئی۔ اس کا دل اس کے سینہ میں تڑپنے لگا۔ وہ بے چین ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی:

"تم جا رہے ہو۔ ہائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔!"

وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن بڑھتے ہوئے غم نے اس کی آواز نہ نکلنے دی۔ اس کے آنسو جاری ہو گئے۔

محبت ہر شخص کو نرم دل کر دیتی ہے۔ عشق طبیعتوں میں گداز پیدا کر دیتا ہے۔ شہزادہ لاون اب تک ضبط کر رہا تھا لیکن اب نہ ہو سکا۔ اس کے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"میری پیاری۔ میری شہزادی۔ اس قدر غم نہ کرو۔"

شہزادی کے آنسو اس کے عارضِ تاباں پر ڈھلک رہے تھے۔ اس نے کہا:

"شہزادے! یہاں سے جانا ہی تھا تو اس قدر ارتباط کیوں بڑھایا؟"

لاون: میری پیاری۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ اس قدر جلد تم سے جدا ہونے پر مجبور ہوں گا۔ میری شہزادی! روؤ نہیں۔ ہائے میں کس دل سے تمہیں روتا دیکھوں۔

لوسی: شہزادے۔ تمہاری خطا نہیں ہے میری خطا ہے۔ کیوں نہ میں نے اپنے دل کو روکا۔

لاون: پیاری لوسی۔ یہ بھی میرا ہی قصور ہوا۔ میں نے تمہارے نازک دل کو صدمہ پہنچایا لیکن شہزادی! مجھے معاف کر دو۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری جدائی کا صدمہ مجھ سے برداشت نہ ہو گا۔ غمِ فراق کی تاب نہ لا کر میں ایک روز ضرور اس جہاں سے اٹھ جاؤں گا اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم خفا ہونے کے بجائے میرے لیے دعا کرو کہ میں راستہ ہی میں مر جاؤں۔

لوسی اب تک رو رہی تھی۔ اس کی نرگسی آنکھوں سے ابھی تک آنسو جاری تھے۔ وہ شہزادے کی یاس بھری باتیں سن کر اور بے چین ہو گئی۔ اس کے آنسو اور بھی تیزی سے جاری ہو گئے۔ اس نے آنسو بھری نظروں سے شہزادے کو دیکھ کر کہا:

"شہزادے۔ تم مجھ سے بددعا کی امید نہ رکھو۔ میں دعا کروں گی کہ خدا تمہیں خوش و خرم رکھے تم پھولو پھلو لیکن ہائے تم میرے لیے دعا کرو کہ یا تو خدا مجھے ضبط و صبر دے یا مجھے موت آ جائے تا کہ میں اس روح فرسا غم سے نجات پاؤں۔"

شہزادے نے لوسی کو اپنے سینے سے لگا لیا اور یہ دونوں گرفتارانِ محبت آنسو بہا بہا کر اپنی گداز طبیعتوں کا ثبوت دینے لگے۔ ان دونوں کے دل بھرے ہوئے تھے۔ دونوں کی طبیعتوں کو محبت نے نرم کر دیا تھا۔ اس وقت ان دونوں کے دل از خود رو رہے تھے۔

دیر تک روتے رہنے کے بعد شہزادے نے کہا:

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

"میری پیاری صبر کرو۔ روانگی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ لوگ میرے منتظر ہوں گے مجھے خوش ہو کر رخصت کرو۔"

لوسی: شہزادے جاؤ لیکن یاد رکھنا کہ تم نے کسی ستم زدہ سے ارتباط بڑھایا تھا۔

لاڈن: میری جان۔ میں قلعہ عزاز میں رہوں گا لیکن میری روح تمہارے پاس رہے گی۔ میں قیامت تک بھی تمہیں نہیں بھول سکتا۔ اگر میں مر گیا تو قیامت کے روز حشر میں تمہیں تلاش کرتے رہوں گا۔

لوسی: پیارے لاڈن۔ اگر تم نے ذرا بھی عدم توجہی کی تو نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔ اب جبکہ تم جا رہے ہو میں صاف ہی کہہ دوں کہ میں تمہیں نہیں بھول سکتی۔ اگر میں مر گئی تو قبر میں بھی مجھے تمہاری یاد بے چین رکھے گی۔

لاڈن نے لوسی کے لبوں کا ایک بوسہ لیا اور کہا:

"میری طاقت سے باہر ہے کہ میں تمہیں بھول جاؤں۔ اچھا پیاری رخصت!"

لوسی تڑپ گئی۔ اس کے آنسو اور بھی تیزی سے جاری ہو گئے۔ اس نے کہا:

"خدا حافظ"۔

اب شہزادہ واپس لوٹا۔ اس نے پلٹتے ہی مریم کو دروازے کے قریب کھڑے روتے ہوئے دیکھا۔ شہزادے نے کہا:

"مریم الوداع!"

مریم شہزادے کے پاس آ گئی اور اس کے شانے سے اس طرح لگ کر رونے لگی جیسے کوئی بہن اپنے بھائی سے رخصت ہوتے وقت روتی ہے۔ شہزادے کے بھی آنسو جاری تھے۔ لوسی ایک قدم کے فاصلے پر کھڑی رو رہی تھی۔

شہزادے نے کہا:

"مریم۔ تم رو رہی ہو۔ تمہیں تو مجھے تسلی دینی چاہیے تھی"۔

مریم نے سسکتے ہوئے کہا:

"شہزادے! رخصت کا وقت ہی نہایت جانکاہ ہوتا ہے۔ چاہے وہ تھوڑے دنوں کے لیے ہو۔ کاش! میں اور شہزادی تم سے ربط و ضبط نہ بڑھاتے"۔

لاڈن: مریم۔ اگر شہزادی مجھ پر مہربانی نہ کرتیں تو اب تک میں کبھی کا غم فراق کے جانکاہ صدمے سے

گھل گھل کر مر جاتا۔ میں تمہارا بھی شکر گزار ہوں۔ تمہاری ہی بدولت میں نے شہزادی سے ملاقات کی۔

مریم! تم شہزادی کی دلدہی کرتی رہنا وہ اگر تم سے ناراض بھی ہو جائیں تو تم ان سے خفا نہ ہونا۔ وہ نازک ہے۔ اس کا دل نرم ہے۔ اسے کوئی بات سخت کہہ کر غمگین نہ کرنا۔

مریم: شہزادی لوسی میری مالک ہے۔ میں اسے کیسے آزردہ خاطر دیکھ سکوں گی لیکن تم وہاں جا کر ہمیں بھول نہ جانا۔

لاڈن: میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ اچھا مریم رخصت!

مریم: فی امان اللہ۔

پھر اس نے لوسی سے کہا:

"شہزادی۔ آؤ قلعہ کے دروازے تک شہزادے کو رخصت کر آئیں"۔

لوسی کچھ نہ بولی۔ اس نے ریشمی رومال سے آنسو خشک کیے۔ مریم اور لاڈن نے بھی آنکھیں صاف کیں اور یہ تینوں آہستہ آہستہ چل کر محلسرا سے باہر آئے جہاں شہزادے کے ہمراہی کمربستہ کھڑے تھے۔ ایک طرف یوقنا اور ہرکلس بھی کھڑے باتیں کر رہے تھے۔

یوقنا نے شہزادے کو دیکھ کر کہا:

"شہزادے۔ تمہاری جدائی نے ہم سب کو غمزدہ کر دیا ہے۔ اپنی والدہ کے تندرست ہونے پر پھر یہاں چلے آنا"۔

لاڈن: عادل بادشاہ! میں جلد حاضر خدمت ہوں گا۔ میرے دل پر آپ کی مہربانیوں کا نقش ثبت ہو گیا ہے۔

اب یہ سب قلعہ کے دروازے کی طرف پیادہ پا چلے۔ ان کے پیچھے سائیس گھوڑے لیے ہوئے آ رہے تھے۔

آہستہ آہستہ چل کر یہ دروازے تک پہنچے۔ پہلے کھڑکی کھول کر آہٹ لی گئی۔ پھر ایک سپاہی نے جھانک کر دیکھا۔ باہر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ رات اندھیری تھی۔ ہر طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک سپاہی کھڑکی سے باہر گیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ وہاں ایک بھی متنفس نہیں تھا۔ اس قدر دیکھ بھال عربوں کی وجہ سے ہو رہی تھی۔

جب ہر طرح سے اطمینان ہو گیا کہ قلعہ کے نزدیک عربوں میں سے ایک بھی فرد نہیں ہے تو

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

بڑا دروازہ کھولا گیا اور سب لوگ قلعے سے باہر نکلے۔

یہاں آکر شہزادے نے سب سے رخصتی مصافحہ کیا۔ شہزادی سے مصافحہ کرتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھ کو ذرا زور سے دبایا۔

اب شہزادہ اور اس کے ہمراہی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ شہزادے نے سلام کیا۔ یوقنا نے دعا دی اور یہ لوگ آہستہ آہستہ رات کی تاریکی میں غائب ہو گئے۔

یوقنا، شہزادی مریم اور ان کے ہمراہی شہزادے کو اس وقت تک قلعہ سے باہر کھڑے دیکھتے رہے جب تک ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آتی رہی۔ جب آواز آنی بند ہو گئی تو یہ سب دروازے میں داخل ہوئے اور پھاٹک بند کر لیا گیا۔

قلعۂ حلب کی فتح

اگرچہ مسلمانوں نے محاصرہ اٹھا لیا تھا اور اسلامی لشکر قلعہ حلب سے چلا گیا تھا مگر رومی ابھی تک قلعہ بند تھے۔ وہ اس خوف سے دروازہ نہ کھولتے تھے کہ کہیں مسلمانوں نے کوئی لشکر قریب و جوار میں نہ چھپا دیا ہو اور دروازہ کھولتے ہی وہ لوگ قلعہ میں داخل نہ ہو جائیں۔

ابھی تک سپاہی فصیل پر تعینات تھے اور وہ چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ اسی طرح دن گزر گیا اور رات آ گئی۔

رات نہایت تاریک تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

وامقؓ معہ اپنے ہمراہیوں کے ابھی تک غار میں چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھ کچھ کھانے کا سامان لے لیا تھا۔ شام کو وہ کھانے سے فارغ ہو کر تیار ہو گئے۔

جب کسی قدر رات گزر گئی اور وامقؓ نے عشا کی نماز بھی پڑھ لی تو وامقؓ نے اپنے ہمراہیوں کو مخاطب کر کے کہا:

"مسلمانو! میں رومیوں کی خبر لینے جاتا ہوں۔ تم میری واپسی تک یہیں چھپے رہنا۔"

وامقؓ غار سے چلے گئے اور ایک گھنٹے تک غائب رہے۔ مسلمان ان کا انتظار کر رہے تھے کہ وامقؓ اپنے ساتھ ایک رومی کو لے کر آئے۔

انہوں نے آتے ہی کہا:

"اس رومی سے دریافت حال کرو۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

مسلمانوں نے اس رومی سے قلعہ والوں کا حال دریافت کیا۔ رومی اپنی زبان میں گفتگو کر رہا تھا جس کو عرب نہیں سمجھتے تھے۔ ایک عرب نے کہا:

"یہ رومی صرف اپنی زبان جانتا ہے عربی سے واقف نہیں۔"

حامشؓ: اچھا ٹھہرو۔ میں کسی اور رومی کو لاتا ہوں۔

مسلمانوں نے اس رومی کو غار کے انتہائی سرے پر بٹھا دیا تاکہ وہ بھاگ نہ جائے۔ وامشؓ پھر غار سے باہر چلے گئے اور تھوڑی ہی دیر میں چار اور رومیوں کو پکڑ لائے۔

انہوں نے مسلمانوں سے کہا:

"ان رومیوں سے دریافت کرو۔ شاید یہ کچھ بتا سکیں۔"

مسلمانوں نے ان رومیوں سے گفتگو کی لیکن بدقسمتی سے وہ بھی عربی نہیں جانتے تھے۔ وامشؓ نے ان سے کہا:

"تم ان کی نگرانی کرو۔ میں پھر جاتا ہوں۔"

وامشؓ پھر چلے گئے۔ مسلمانوں نے ان رومیوں کو بھی پہلے رومی کے پاس بٹھا دیا اور وامشؓ کا انتظار کرنے لگے۔

وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ رات ایک ثلث کے قریب گزر گئی لیکن وامشؓ کا ابھی تک کوئی پتہ نہ تھا۔ مسلمانوں کو سخت تشویش ہوئی۔ انہیں خیال ہوا کہ کہیں وامشؓ گرفتار نہ کر لیے گئے ہوں۔ اس خیال نے انہیں پریشان کر دیا۔

مسلمان بہت متفکر ہوئے اور انہیں تلاش کرنے کا مشورہ کرنے لگے۔ بعد بحث و تمحیص کے قرار پایا کہ دو آدمی انہیں ڈھونڈنے کے لیے جائیں۔ چنانچہ دو آدمی منتخب کیے گئے۔ وہ فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

جس وقت یہ دونوں جانے کے لیے تیار ہوئے اسی وقت غار میں کھٹکا ہوا۔ مسلمان خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے سمجھا کہ وامشؓ کو گرفتار کرنے کے بعد رومی انہیں تلاش کرتے ہوئے یہاں آ گئے ہیں۔ انہوں نے فوراً تلواریں نکال لیں اور رومیوں کے آنے کے منتظر ہو گئے۔

تمام غار میں تاریکی تھی۔ اندھیرا اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا۔ کھڑکا قریب آ رہا تھا۔ ایک مسلمان نے کہا:

"کون ہے؟"

اس آواز سے تمام غار گونج اٹھا۔ دوسری طرف سے آواز آئی:

"میں ہوں وامشؓ۔ تم آہستہ بولو۔"

دوسرے مسلمان نے کہا:

"آپ نے اتنی دیر کہاں لگائی۔ ہم تو آپ کے آنے سے ناامید ہو گئے تھے۔ دو آدمی ابھی آپ کی تلاش میں جانے والے تھے۔"

وامشؓ قریب آئے۔ ان کے ساتھ ایک رومی تھا۔ انہوں نے کہا:

"میں قلعہ کے دروازے سے پرے، جہاں رومی کھڑکی کے راستہ سے نکل رہے تھے، ایسے رومی کی تلاش میں تھا جو عربی جانتا ہو لیکن کوئی بھی ایسا رومی نہ ملا۔

جب بہت دیر ہو گئی تو میں واپس لوٹا۔ قلعہ کی فصیل سے ملا ملا میں واپس آ رہا تھا کہ یہ رومی جسے میں اپنے ساتھ لایا ہوں، قلعہ کی فصیل سے نیچے کود۔ پہلے تو یہ بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو میں اسے گرفتار کر لایا لیکن یہ کمبخت بھی عربی نہیں جانتا۔ تم اس کی بھی نگرانی کرو۔ میں پھر جاتا ہوں۔"

ایک عرب: آپ جاتے تو ہیں۔ جلد واپس آئیے گا۔

وامشؓ: جلد ہی آؤں گا۔

وامشؓ چلے گئے۔ مسلمانوں نے اس رومی کو بھی دوسرے رومیوں کے ساتھ بٹھا دیا اور وامشؓ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔

اس مرتبہ وامشؓ نصف گھنٹے کے اندر ہی ایک منتقرہ عرب کو ساتھ لے کر آ گئے۔ وہ مسلمانوں کے درمیان آئے اور ان سے کہا:

"یہ شخص عرب ہے۔ عربی خوب جانتا ہے۔ اس سے قلعہ کا حال دریافت کرو۔"

ایک مسلمان عرب نے اس سے پوچھا:

"تم عرب کے کس قبیلے سے ہو؟"

عرب: میں قبیلہ غسان سے ہوں۔

مسلمان: تم مرتد ہو گئے تھے۔

عرب: ہم عیسائی ہو گئے ہیں۔

مسلمان: تم قلعہ کا کوئی خفیہ راستہ جانتے ہو؟

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

عرب: قلعہ کا صرف ایک چور راستہ تھا جس کو یوقنا نے بند کرا دیا ہے۔

مسلمان: تم ان رومیوں سے دریافت کرو۔ شاید انہیں معلوم ہو۔

عرب: قلعے کا کوئی اور خفیہ راستہ ہی نہیں لیکن آپ رومیوں کو میرے پاس بلائیے میں ان سے دریافت کروں گا۔

مسلمانوں نے رومیوں کو اس عیسائی عرب کے پاس بلایا۔ اس عرب نے ان سب سے دیر تک گفتگو کی۔ جب وہ سب رومیوں سے بات کر چکا تو اس نے مسلمانوں سے کہا:

"ان رومیوں میں سے کوئی بھی قلعہ کے خفیہ راستے سے واقف نہیں"۔

وامسؓ نے اس عرب سے کہا:

"ان رومیوں سے دریافت کرو کہ ان میں شہر حلب کا تو کوئی رومی نہیں ہے"۔

عیسائی عرب نے ان رومیوں سے دریافت کر کے جواب دیا:

"ان رومیوں میں سے صرف ایک یہ شخص شہر حلب کا ہے جو قلعہ کی فصیل سے نیچے گرا تھا"۔

وامسؓ: اس سے ہمارا واقعہ پوچھو۔

عرب: یہ رومی کہتا ہے کہ یوقنا کے غلام اسے پکڑ کر لے گئے تھے اور اس سے عربوں سے صلح کرنے کے جرم میں اس قدر کثیر تاوان مانگتے تھے جس کی ادائیگی کا یہ متحمل نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ اس نے خود کو فصیل سے نیچے گرا دیا۔ اب یہ کہتا ہے کہ تم اسے فدیہ لے کر چھوڑ دو۔

وامسؓ: شہر کے رومیوں سے ہماری صلح ہے۔ وہ ہماری ذمے داری میں ہیں۔ ہم اس رومی سے فدیہ نہیں لے سکتے البتہ ان رومیوں سے پوچھو کہ یہ مسلمان ہونا چاہتے ہیں یا نہیں؟

عرب: ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو مسلمان ہو جائے۔

وامسؓ: کوئی سبیل یہ ایسی بتا سکتے ہیں جس سے ہم قلعہ کے اندر داخل ہو جائیں۔

عرب: یہ رومی اپنی قوم کے ساتھ غداری نہیں کریں گے۔

وامسؓ: تم مسلمان ہونے یا قلعہ کے اندر داخل ہونے کے لیے راستہ بتانے کے لیے تیار ہو؟

عرب: میں بھی ایسی بے وفائی نہیں کر سکتا۔

وامسؓ: بہت خوب۔ تم سب کو موت کی سزا دی جائے گی۔

عرب: آپ کو اختیار ہے۔

وامسؓ نے ان سب رومیوں کو قتل کر ڈالا اور اس عرب عیسائی کو بھی مار ڈالا۔ صرف شہری رومی کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنی زبان میں مسلمانوں کو دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

اب وامسؓ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا:

"اے شیدائیانِ اسلام! اب بہادری دکھانے کا وقت آ گیا ہے۔ قلعہ کے اندر داخل ہونے کا راستہ نہیں ہے لیکن میں اپنے دل میں عہد کر چکا ہوں کہ آج صبح کی نماز اگر میں زندہ رہا تو قلعہ کے اندر پڑھوں گا۔ میرے اس عہد کی آبرو خدا کے ہاتھ ہے یا تم کلمہ گو مسلمانوں کے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ہم آج رات کو انشاء اللہ ضرور قلعہ میں داخل ہو جائیں گے۔ کیا تم میرا ساتھ دینے کو تیار ہو؟"

سب مسلمانوں نے آہستہ سے کہا:

"ہم ہر قربانی کے لیے تیار ہیں!"

وامسؓ: خدا کسی کی محنت رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ وہ ہر ہمت کرنے والے کا ساتھ دیتا ہے۔ اس پر بھروسہ کرنے والے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔ آؤ ہم تم بھی خدا پر بھروسہ کر کے ہمت کریں اور دیکھیں کہ خدا ہماری کہاں تک مدد کرتا ہے۔ ہتھیار سنبھال لو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔

وامسؓ نے ایک بکری کی کھال اوڑھ لی اور سوکھا روٹی کا ٹکڑا ہاتھ میں لے لیا اور غار سے باہر نکل آئے۔ ان کے پیچھے سب مسلمان بھی غار سے نکل آئے۔

○

اب رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی۔ اندھیری رات تھی۔ چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ اس غار کے قریب شہر تھا لیکن بڑھتی ہوئی تاریکی میں ہر طرف میدان نظر آتا تھا۔ اس وقت ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ درختوں سے پتے گرنے کی آواز بھی دور تک سنائی دیتی تھی۔

یہاں سے کسی قدر فاصلے پر قلعہ تھا۔ قلعہ کی مہیب دیواریں اندھیری رات میں اور بھی خوفناک معلوم ہو رہی تھیں۔ کہیں کہیں قلعہ کی فصیل پر روشنی تھی۔ اس روشنی میں کچھ رومی سپاہی گشت کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔

وامسؓ آہستہ آہستہ اپنے ہمراہیوں کے نہایت احتیاط سے بلا قدموں کی چاپ پیدا کیے قلعہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

وہ بہت تھوڑے عرصہ میں قلعہ کی فصیل کے نیچے پہنچ گئے۔ انھوں نے ایک پورا گشت قلعہ کے چاروں طرف لگایا۔ ہر برج میں انھوں نے رومیوں کی باتوں کی آواز سنی لیکن جب وہ گشت کرتے کرتے

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

قلعہ کے دروازے کے قریب والے برج کے پاس آئے تو یہاں انہیں رومی سپاہیوں کے باتیں کرنے کی آواز نہ سنائی دی۔

وہ اس برج کے نیچے کھڑے ہو گئے اور اپنے کان آواز پر لگا دیے۔ عرصہ تک خاموش کھڑے رہنے پر بھی انہوں نے کوئی آواز نہ سنی۔

وامسؓ نے نہایت آہستہ سے کہا:

"اس برج کے نگہبان سو رہے ہیں۔ ہمیں اس برج پر قسمت آزمائی کرنی چاہیے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس برج کے نیچے پہاڑی کا ایک ٹکڑا واقع ہے جس کی وجہ سے ان برجوں کی نسبت یہ برج کم بلند ہے۔ کیا تم اس برج تک پہنچنے کی کوشش کرو گے؟"

سب مسلمان ان کی گفتگو سے حیران رہ گئے۔ برج کی بلندی تقریباً بیس فٹ تھی۔ اس بلندی پر کسی انسان کا بغیر سیڑھی یا کمند کے چڑھنا بالکل غیر ممکن تھا۔

ان میں سے ایک مسلمان نے کہا:

"اس قدر بلندی پر بغیر کسی سہارے کے چڑھنا ناممکن ہے۔"

وامسؓ: ناممکن کوئی چیز نہیں۔ ہمت کے سامنے ہر بات ممکن ہے۔

دوسرا مسلمان: لیکن جو بات انسانی طاقت سے باہر ہے وہ کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

وامسؓ: انسان اشرف المخلوقات ہے۔ قدرت نے اسے عقل کا زبردست حصہ عطا کیا ہے۔ عقل کے ساتھ اگر ہمت سے کام لیا جائے تو ہر ناممکن، ممکن ہو سکتا ہے۔

تیسرا مسلمان: لیکن برج تک پہنچنا ہماری عقل سے باہر ہے۔

وامسؓ: ٹھہرو۔ خدا کو منظور ہے تو ہم برج میں داخل ہوں گے لیکن کیا تم ہر صعوبت برداشت کرنے کو تیار ہو؟

چند مسلمان: ہم پیدا ہی سختیاں برداشت کرنے کو ہوئے ہیں۔

وامسؓ: اچھا۔ تم میں سے قدآور اور مضبوط چھ آدمی اس طرف آ جاؤ۔

چھ آدمی جو بڑے قدآور اور مضبوط تھے، الگ ہو کر وامسؓ کے پاس آ گئے۔ وامسؓ نے کہا:

"میں دیوار کا سہارا لے کر اس طرح بیٹھتا ہوں کہ جس وقت چاہوں کھڑا ہو سکوں۔ تم میں سے ایک آدمی میرے شانوں پر پیر رکھ کر اس طرح بیٹھ جائے جس طرح میں بیٹھتا ہوں۔ پھر دوسرے آدمی کے اوپر تیسرا، تیسرے کے اوپر چوتھا، پھر پانچواں اور پھر چھٹا۔ غرض اسی طرح چھ کے چھ آدمی ایک دوسرے کے شانے پر بیٹھتے چلے جاؤ۔ کہو سمجھ گئے؟"

مسلمان وامسؓ کی اس نئی تجویز سے سخت حیرت میں آ گئے۔ انہوں نے کہا:

"ہم سمجھ گئے لیکن اس طرح بھی برج تک نہیں پہنچ سکتے۔"

وامسؓ: جلدی نہ کرو۔ انشاء اللہ ہم ضرور برج میں پہنچ جائیں گے۔ دیکھو سب سے پہلے اوپر والا آدمی برج میں پہنچے گا۔ اسے چاہیے کہ وہ برج میں اترتے ہی فوراً وہاں کے نگہبانوں کو قتل کر دے۔ تدبیر سمجھ میں آ گئی ہے نا! تو آؤ خدا کے بھروسہ پر اس پر عمل کریں۔

وامسؓ قلعہ کی دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ گئے۔ دوسرا آدمی ان کا شانہ تھام کر اس پر دیوار کا سہارا لے کر چڑھ بیٹھا۔ دوسرے آدمی کے اوپر تیسرا، تیسرے پر چوتھا، اس پر پانچواں، اس پر چھٹا چھٹے کے شانوں پر ساتواں جا بیٹھا۔

سب مسلمان اس کاروائی کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح یہ قلعہ کے برج تک پہنچیں گے۔

یہ کاروائی تھی بھی بڑی مخدوش۔ کسی ایک آدمی کا بے قاعدگی سے جنبش کرنا مسلمانوں کی بربادی و ہلاکت اور تباہی کا باعث ہو سکتا تھا لیکن اسلام کے شیدائی خوف اور ڈر کو جانتے ہی نہ تھے۔ وہ تلوار کے سائے میں پلے تھے۔ اسلام کی خدمت کرتے وقت موت اور زندگی کی پروا نہ کرتے تھے۔

اب وامسؓ نے سب سے اوپر والے آدمی سے کہا:

"آہستہ سے دیوار پکڑ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ نہایت آسانی سے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرا آدمی کھڑا ہوا۔ پھر تیسرا، چوتھا، پانچواں، یہاں تک کہ چھٹا آدمی بھی کھڑا ہو گیا لیکن برج ابھی فاصلہ پر تھا۔

مسلمانوں کا یہ کام جس قدر حیرت انگیز تھا اسی قدر خطرناک بھی تھا جس کا توازن قائم رکھنا کوئی ہنسی کھیل نہ تھا۔

فی زمانہ جو لوگ اپنے جسم کو اپنے قابو میں سمجھتے ہیں وہ بھی ایسی کاروائی کو موت کا پیش خیمہ جانتے ہیں لیکن قابلِ فخر و صد ستائش تھیں وہ ہستیاں جنہوں نے اپنی جانوں کو معرضِ خطرہ میں ڈال کر اسلام کی خدمت کی۔

اب وامسؓ آہستہ آہستہ کھڑے ہوئے۔ ان کے کھڑے ہوتے ہی سب سے اوپر کا آدمی کنگورے پکڑ کر اوپر کو ابھرا اور کنگوروں پر پیر رکھ کر برج میں داخل ہو گیا۔ اس نے اپنے قریب ہی ایک رومی

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

سپاہی کو سوتے ہوئے دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے قریب گیا اور نہایت پھرتی سے اس کا اٹھا کر پکڑ کر قلعہ کی فصیل سے نیچے پھینک دیا۔ وہ بیدار ہونے سے پہلے ہی موت کی آغوش میں پہنچ گیا۔

اب یہ مسلمان آگے بڑھا۔

بُرج کے آخری سرے پہ دو رومی سپاہی سو رہے تھے۔ اس نے تلوار نکال کر ان دونوں کو بھی قتل کر ڈالا اور ان کو فصیل سے نیچے گرا دیا۔

اور کوئی سپاہی نظر نہ پڑا تو وہ برج میں واپس آیا۔ اس نے اپنا عمامہ لٹکایا۔ دوسرے عرب نے اس عمامہ کو پکڑ لیا اور اس کے ذریعے برج میں آگیا۔

اب دونوں نے اپنے عمامے باندھ کر لٹکائے۔ تیسرے آدمی نے ان عماموں کو مضبوطی سے پکڑا اور وہ بھی آہستہ آہستہ چڑھ کر برج میں پہنچ گیا۔ غرض اسی طرح عمامہ باندھ باندھ کر اور ان عماموں کے ذریعے ۲۷ آدمی برج میں پہنچ گئے۔

اب نیچے صرف تین آدمی رہ گئے۔ ایک وامسؓ اور دو اور مسلمان۔ وامسؓ نے ان دونوں مسلمانوں کو حکم دیا:

"تم فوراً مسلمانوں کے لشکر کی طرف جاؤ اور انھیں اطلاع دو کہ ہم قلعہ کے اندر داخل ہوگئے ہیں وہ صبح سے پہلے ہماری مدد کو پہنچیں۔"

یہ دونوں مسلمان روانہ ہوئے یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں غائب ہوگئے۔ سب سے بعد میں وامسؓ عماموں کے ذریعے برج میں داخل ہوئے۔

انھوں نے برج کا معائنہ کیا۔ یہ برج نہایت کشادہ تھا۔ اس میں شمال اور جنوب کی طرف متعدد دروازے تھے جو فصیل کی طرف کھلتے تھے۔ فصیل بہت عریض تھی۔ اس کے باہر کی طرف قدِ آدم دیوار تھی اور اندر کی طرف قدِ آدم سے کسی قدر کم اونچی دیوار تھی۔

وامسؓ نے فصیل پر آتے ہی قلعہ کی طرف جھانک کر دیکھا۔ قلعہ کے صحن میں اندھیرا تھا۔ البتہ بیرکوں میں روشنی ہو رہی تھی اور دفترِ جنگ کے قریب کثرت سے روشنی ہو رہی تھی۔ اس جگہ بیش قیمت فرش بچھا ہوا تھا۔ اس فرش پر اراکینِ سلطنت اور سردارانِ فوج بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے اوپر سائبان کھڑا کیا گیا تھا۔

ان کے درمیان میں سونے اور چاندی کی انگیٹھیاں رکھی تھیں جن میں آگ روشن تھی۔ یہ انگیٹھیاں روشنی کا عکس پڑنے سے دور سے جگمگا رہی تھیں۔

رومی شراب پی رہے تھے۔ قہقہے لگا رہے تھے۔ ان کے قریب ہی عورتیں بیٹھی تھیں۔ وہ بھی ہنس ہنس کر تالیاں بجا رہی تھیں۔

وامسؓ عرصہ تک ان کی چہل اور ہنسی مذاق کو دیکھتے رہے۔ وہ مسلمانوں کے پاس برج میں واپس آئے اور ان سے کہا:

"مسلمانو! نہایت ہوشیاری اور خاموشی سے اس برج میں بیٹھے رہو۔ اس قلعہ میں رومیوں کی تعداد کثیر ہے۔ اگر انہیں ہماری موجودگی کی خبر ہوگئی تو وہ ہر طرف سے ہم پر ٹوٹ پڑیں گے اور ہماری ہلاکت یقینی ہے اس لیے تم اسی جگہ چھپے رہو۔ میں نیچے اتر کر دروازہ کھولنے کی تدبیر کرتا ہوں۔"

اب ایک تہائی رات رہ گئی تھی۔ پچھلی رات کا سناٹا ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ کبھی کبھی رومیوں کے قہقہوں کی آوازیں اس سناٹے کو توڑ دیتی تھیں۔ تاریکی بھی اس بلا کی چھائی ہوئی تھی کہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر بھی سوائے تاریکی کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔

وامسؓ آہستہ آہستہ آہٹ لیتے ہوئے زینہ سے نیچے اترنے لگے۔ جب قلعہ کے صحن میں پہنچے تو چاروں طرف غور سے دیکھا لیکن سوائے اندھیرے کے کچھ نظر نہ آیا۔

وہ داہنی طرف چند قدم چلے تو اپنے سامنے قلعہ کا عالی شان دروازہ دیکھا۔ اس پر نہایت موٹے موٹے لکڑی کے کواڑ چڑھے ہوئے تھے جن پر لوہے کی چادریں چڑھی ہوئی تھیں۔

اس دروازے پر دو بڑی بڑی جوڑیاں کواڑوں کی تھیں۔ ایک تو قلعہ کے اندر صحن کے قریب، دوسری قلعہ کے باہر میدان کی طرف۔ ان دونوں کے درمیان راستہ کے سرے پر بڑے بڑے کمانچے چڑھے ہوئے تھے۔ ان کی تحویل میں دروازہ کے محافظ رہتے تھے۔ وہ دونوں دروازوں کے کواڑ لگا کر خود کمانچوں میں محصور ہو جاتے تھے۔ یہ دروازے اندر کی طرف بند ہوتے تھے۔

وامسؓ نے کواڑوں کو اندر کی طرف دھکیلا لیکن وہ بند تھے۔ اندر کی طرف زنجیر لگا کر سلاخ ڈال دی گئی تھی۔ کواڑ نہ کھلے۔ سپاہیوں نے اندر سے کواڑ بند کر لیے تھے۔

انھوں نے کھڑے ہو کر دروازے سے کان لگا دیے۔ عرصہ تک انہیں سوائے خراٹوں کے اور کوئی آواز نہ سنائی دی۔ انھوں نے جان لیا کہ رومی سپاہی غفلت کی نیند پڑے بے خبر سو رہے ہیں۔

انھوں نے دروازے کا معائنہ کیا۔ کواڑوں سے ملے ہوئے پتھر کے ستون تھے۔ ان ستونوں

ندیم

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

اور کواڑوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے پتھر نصب تھے۔

دامسؓ نے پتھروں کو ٹٹول کر خنجر نکالا اور آہستہ آہستہ کھودنا شروع کیا۔ بہت تھوڑی جدوجہد سے ایک پتھر نکل آیا۔ اس پتھر کو علیحدہ کر کے انہوں نے اور پتھر نکالے۔ یہاں تک کہ آدمی کے گزرنے کے لیے سوراخ ہو گیا۔

اب وہ خاموش ہو کر آہٹ لینے لگے مگر اب بھی خراٹوں کی آواز آ رہی تھی۔ دامسؓ یہ اطمینان کر کے کہ سپاہی ابھی تک سو رہے ہیں اس سوراخ میں داخل ہوئے اور رکا بچہ کے چبوترے پر جا پہنچے۔ یہاں ایک بتی روشن تھی۔

بتی کی روشنی میں انھوں نے دیکھا کہ تین سپاہی کمبل تانے سو رہے تھے۔ وہ نہایت آہستہ آہستہ ان کے قریب گئے اور جلدی سے ایک سپاہی کے گلے پہ خنجر چلایا۔ اس کا سر کٹ گیا اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔

انہوں نے فوراً دوسرے سپاہی پر حملہ کیا اور اس کا بھی سر کاٹ ڈالا۔ تیسرا سپاہی کچھ آہٹ محسوس کر کے اٹھ بیٹھا۔ وہ ہولتی ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ابھی وہ اچھی طرح ہوشیار بھی نہ ہوا تھا کہ دامسؓ نے ایک ہی وار میں اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔

اب دامسؓ نے ان تینوں سپاہیوں کو کھینچ کر ایک کوٹھڑی میں ڈال دیا اور باہر سے اس کی زنجیر لگا دی۔

اس کے بعد انہوں نے قلعہ سے باہر جانے کا راستہ کھولا اور میدان کی طرف دیکھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے تھپیڑے ان کے چہرے پہ لگے۔ اس سرد ہوا سے ان کا بدن کانپ گیا۔ پھر بھی وہ اندھیری رات میں میدان کی طرف دیکھتے رہے۔

دور انہیں پہاڑوں کا سلسلہ اور تناور درخت ستاروں کی روشنی میں نظر آئے۔ اس وقت یہ سب چیزیں مل کر نہایت خوفناک منظر پیش کر رہی تھیں۔

جب سردی نے ان کے بدن میں ایسا لرزہ طاری کر دیا کہ ان سے کھڑا رہنا دشوار ہو گیا تو وہ پیچھے ہٹ گئے اور کواڑ بند کر دیے لیکن زنجیر یا آہنی سلاخ نہ لگائی۔

اب وہ دوسرے دروازے کی طرف آئے۔ اس کی سلاخ کھینچ کر کمانچہ میں ڈال دی اور آہستہ سے زنجیر کھول دی۔

وہ اس جگہ خاموش کھڑے ہو کر آہٹ لینے لگے لیکن کسی قسم کی کوئی آواز نہ آئی۔ انھوں نے مطمئن ہو کر آہستہ سے کواڑ کھولے اور دروازے سے باہر نکل کر کنڈے کو کھینچ کر کواڑوں کو برابر کر دیا۔

اب وہ آہستہ آہستہ زینہ کی طرف چلے اور سیڑھیوں کو طے کر کے برج میں آ گئے۔ یہاں مسلمان ان کا انتظار کر رہے تھے۔

دامسؓ نے کہا:

"بھائیو! میں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا ہے۔ دروازے کے نگہبانوں کو مار ڈالا ہے۔ اب راستہ صاف ہے۔ تم سب آہستہ آہستہ چل کر دروازے کے کانچوں میں جا بیٹھو لیکن نہایت احتیاط سے چلنا۔ آہٹ نہ ہو۔"

مسلمانوں نے تعجب سے ان کی باتیں سنیں اور نہایت مسرت سے انہیں دیکھا۔ ایک مسلمان نے خوش ہو کر کہا:

"آپ نے یہ اہم کام کس طرح انجام دیا؟"

دامسؓ: "کبھی فرصت میں سن لینا۔ اب وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں ہے۔"

مسلمان: چلیے۔ ہم تیار ہیں۔

دامسؓ: نہایت احتیاط سے میرے پیچھے چلے آؤ۔

اب یہ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت آہستہ آہستہ چل کر زینے سے نیچے اتر آئے۔ انھوں نے دفتر جنگ کے سامنے کثرت سے روشنی دیکھی اور اس روشنی میں رومیوں کو شراب پیتے اور ہنسی مذاق کرتے پایا۔

دامسؓ نے دروازہ کے پاس آ کر آہستہ سے کواڑوں کو دھکا دیا۔ یہ کھل گئے۔ جس وقت کواڑ کھلے اور مسلمانوں نے دروازے کے اندر جانا شروع کیا اس وقت دروازے سے ذرا فاصلے پہ ایک رومی حیرت سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔

جب یہ مسلمان دروازے کے اندر پہنچ گئے تو وہ رومی بدحواس ہو کر بھاگا اور دفتر جنگ کے سامنے موجود رومیوں کے پاس جا کر بلند آواز میں کہا:

"قلعہ کے اندر مسلمان آ گئے ہیں۔"

اس خوفناک خبر نے رومیوں پر بجلی گرا دی۔ ان کے چہرے خوف و دہشت سے سیاہ پڑ گئے۔ یہاں کرکلس بھی بیٹھا تھا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے آنے والے رومی کو دیکھ کر کہا:

"مسلمان قلعہ کے اندر نہیں آ سکتے۔ تم نے انہیں کہاں دیکھا؟"

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

رومی: جناب۔ وہ دروازے والے برج کے زینے سے اترے اور دروازہ کھول کر اندر چلے گئے۔

کرکلس: ناممکن ہے۔ برج پر عرب کہاں سے آ گئے۔ تجھے دھوکا ہوا ہے۔

رومی: ہرگز نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کو دیکھا ہے۔

کرکلس: لیکن دروازہ اندر کی طرف سے بند ہے۔ کواڑ کیسے کھل گئے۔ ضرور تجھے دھوکا ہوا ہے۔

رومی: یہ میں نہیں جانتا کہ کواڑ کیسے کھلے لیکن میں نے دروازے کے اندر مسلمانوں کو جاتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

رومی تعجب اور خوف سے اس خبر کو سن رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ عرب برج میں کس طرح پہنچ گئے اور دروازے کے نگہبانوں نے ان کے لیے دروازہ کیسے کھول دیا۔ لیکن ــــ

یہ خبر ایسی نہیں تھی کہ جسے سن کر خاموشی اختیار کی جاتی اس لیے کرکلس نے پانچ آزمودہ کار سرداروں کو صورتِ حال جاننے کے لیے روانہ کیا۔

یہ پانچوں رومی نہایت آہستہ آہستہ دروازے والے برج پر پہنچے۔ مسلمانوں نے دروازے کے کواڑ بند نہیں کیے تھے۔ ان رومیوں نے کواڑ کے پاس رک کر اندر جھانکا ـــ اور عربوں کو کلیچے کے چبوترے پر بے پروا بیٹھے دیکھ کر سہم گئے۔

انہوں نے جلدی جلدی مسلمانوں کو شمار کیا اور واپس لوٹے۔ وہ جلد جلد کرکلس کے پاس پہنچے۔

اس نے اضطراب آمیز لہجہ میں کہا:

"قلعہ کے اندر مسلمانوں کے آنے کی خبر غلط ہے نا۔ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ عرب پر لگا کر برج پر نہیں پہنچ سکتے۔ تم دروازے کے نگہبانوں سے ملے تھے؟ انہوں نے بھی کسی عرب کو نہیں دیکھا ہوگا بھلا عرب قلعہ کے اندر کہاں سے آ جاتے؟"

کرکلس جلدی جلدی یہ سب کہہ رہا تھا۔ اس نے تمسخرانہ نظروں سے اس پہلے خبر دینے والے رومی کو دیکھا لیکن جب وہ اس رومی کو دیکھ رہا تھا ان پانچ سرداروں میں سے، جو مسلمانوں کی خبر لینے گئے تھے، ایک سردار بولا:

"جناب والا۔ اس کی خبر صحیح ہے۔ مسلمان قلعے کے اندر آ گئے ہیں اور اس وقت وہ دروازے پر قابض ہیں۔"

کرکلس کا منہ خشک ہو گیا۔ اس کے چہرے پر زردی دوڑ گئی۔ اس نے وحشت زدہ نگاہوں سے دیکھ کر کہا:

"تم نے خود مسلمانوں کو دیکھا۔ وہ کہاں تھے؟"

اسی سردار نے جواب دیا:

"ہم پانچوں نے خود اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کو دیکھا ہے۔ وہ کلیچے کے چبوترے پر بے پروا بیٹھے تھے۔"

کرکلس: وہ کتنے ہیں؟

اسی سردار: وہ انتیس ہیں۔

کرکلس کا سوکھا چہرہ بشاش ہو گیا آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس نے کہا:

"کچھ خوف نہیں۔ ان کی تعداد بہت کم ہے۔ تم فوراً رومی لشکر کو تیاری کا حکم دو اور ان انتیس مسلمانوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔"

فوراً یہ پانچوں سردار واپس لوٹے اور رومی فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ ابھی رات باقی تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ ساکنانِ ارض پر عالم خاموشی طاری تھی۔

○

دامسؓ اور ان کے ساتھی نہایت اطمینان سے بیٹھے صبح کا انتظار کر رہے تھے کہ انہوں نے قلعہ کے اندر ایک عام ہلچل ہوتے دیکھی۔ وہ کواڑوں کے پاس آ کر باہر دیکھنے لگے۔ ہر طرف رومی پراگندگی اور بدحواسی کے عالم میں دوڑتے پھر رہے تھے۔ سونا جنگ کے سامنے والی محفل درہم برہم ہو گئی تھی۔ رومی سپاہی بارکوں میں سے نکل نکل کر مسلح ہو رہے تھے۔

دامسؓ یہ منظر دیکھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آئے اور کہا:

"معلوم ہوتا ہے کہ رومیوں کو ہماری موجودگی کا علم ہو گیا ہے۔ ان کا لشکر مسلح ہو رہا ہے اور وہ عنقریب ہم پر حملہ کرنے والے ہیں۔"

ایک مسلمان نے کہا:

"لیکن ان لوگوں کو علم کیسے ہوا۔ ہم نے احتیاط میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی؟"

دامسؓ: اس کو خدا ہی جانتا ہے لیکن اب ہمیں مرنے اور مارنے پر تیار ہو جانا چاہیے۔

دوسرا مسلمان [illegible] لیکن لڑنا چاہیے کہ میدانِ جنگ کو لڑنا بہتر ہے!

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

واثقؓ: اگر ہم اس دروازے کے اندر ہی رہے تو رومی ہمیں تیروں سے دور ہی کھڑے ہو کر ہلاک کر ڈالیں گے اس لیے دروازے سے آگے بڑھ کر لڑنا مناسب ہے۔

پہلا مسلمان: لیکن اگر ہم دروازے سے فاصلے پر چلے گئے تو رومی قلعے کا دروازہ بند کر کے ہمیں چاروں طرف سے گھیر کر مار ڈالیں گے۔

واثقؓ: ہمیں اس دروازے کے سامنے ہی لڑنا چاہیے۔ اس جگہ لڑنے سے ہمیں پشت کی طرف سے رومیوں کے حملے کا اندیشہ نہ رہے گا۔

دوسرا مسلمان: یہی مناسب ہے۔

اب رومیوں کے شور و غل کی آواز بلند ہونا شروع ہوئی۔ ہر طرف سے وہ قلعہ کے دروازے کی طرف دوڑنے لگے۔ وہ دروازے سے کسی قدر فاصلے پر آ کر ٹھہر گئے اور دور ہی دور سے کواڑوں پر تیر برسانے لگے۔

مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ وہ اگر اسی طریقے سے دروازے کے اندر ہی بیٹھے رہے تو کہیں رومی باہر سے کواڑوں کو کھینچ کر اس میں لوہے کی سلاخ ڈال کر دروازہ بند نہ کر دیں جس سے ساری محنت اکارت ہو جائے اس لیے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے کواڑ چوپٹ کھول دیے اور ڈھالیں سامنے کر کے دروازے سے آگے بڑھے۔

رومی شور و غل کر کے تیر اندازی کر رہے تھے۔ ان تیروں سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا شدید اندیشہ تھا اس لیے واثقؓ نے کہا:

"مسلمانو! ان رومیوں کی بے پناہ تیر اندازی سے ہماری شہادت یقینی ہے اس لیے آٹھ آدمی دروازے پر رہو اور بیس آدمی آگے بڑھ کر ان رومیوں پر حملہ کر دو۔ جب دست بدست جنگ شروع ہو جائے تو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ کر دروازے کے قریب آ جاؤ۔"

فوراً آٹھ آدمی علیحدہ ہو کر دروازے پر ڈٹ گئے اور بیس مسلمانوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگا کر رومیوں پر حملہ کر دیا۔

رومیوں نے تلواریں کھینچ لیں۔ غازیوں نے بڑھ کر حملہ کیا۔ واثقؓ نے ایک بھرپور ہاتھ مارا پہلے ہی حملہ میں دو رومی لقمۂ اجل بن گئے۔ انھوں نے نہایت پھرتی سے پھر حملہ کیا اور ایک اور رومی کو مار ڈالا۔

اب جنگ زور و شور سے شروع ہو گئی۔ ہزاروں رومی بیس آدمیوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان

نہایت بے جگری سے لڑنے لگے۔

تلواروں کی کھٹا کھٹ اور زخمیوں کی آہ و زاری سے تمام قلعہ گونج اٹھا۔ بہادر کٹ کٹ کر گرنے لگے خون کے فوارے اچھل اچھل کر سرخ رنگ رنگنے لگے۔ زخمیوں اور لاشوں کے انبار لگ گئے۔ سپاہی ان لاشوں سے ٹھوکریں کھانے لگے۔

مسلمان نہایت جوش میں تھے۔ وہ نعرۂ تکبیر بلند کر کے حملہ کرتے تھے اور ہر حملہ میں دس پندرہ رومیوں کو مار ڈالتے تھے مگر رومی اس قدر زیادہ تھے کہ باوجود سینکڑوں رومیوں کے مارے جانے کے ان کی تعداد میں کوئی کمی نظر نہ آتی تھی۔

رومی بھی نہایت دلیری سے حملہ کر رہے تھے مگر وہ اپنی کثرت کی وجہ سے چند مسلمانوں پر کھل کر حملہ نہیں کر سکتے تھے پھر بھی انھوں نے یلغار کی۔ مسلمان کسی قدر پیچھے ہٹے۔ رومیوں نے انھیں اور دبایا مسلمان آہستہ آہستہ دروازے کے قریب پہنچ گئے۔

یہاں پہنچتے ہی مسلمان پھر سنبھلے اور انھوں نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے نہایت شدت سے حملہ کیا۔ ان کے اس حملہ نے رومیوں میں پراگندگی پیدا کر دی۔ ان کے قدم اکھڑنے لگے۔ ہرکلس نے یہ کیفیت دیکھی تو اس نے رومیوں کو للکارا اور جوش و غیرت دلا کر پھر حملہ کیا۔

واثقؓ نہایت سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ ان کا ہر حملہ سخت ہوتا تھا۔ وہ ہر حملہ میں ایک دو رومیوں کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اس وقت تک ان کے جسم میں چالیس زخم لگ چکے تھے جن سے خون بہ رہا تھا لیکن اپنے زخمی ہونے کی پرواہ نہ تھی۔ وہ نہایت جانبازی سے حملے کر رہے تھے۔

لڑائی کو کافی دیر گزر گئی۔ مسلمان رومیوں کو قتل کرتے کرتے شل ہو گئے تھے۔ پیاس اور خشکی سے ان کی زبانیں باہر نکلی پڑتی تھیں۔ سارے مسلمان بری طرح مجروح ہو چکے تھے۔ سب سے زیادہ مسلمانوں میں واثقؓ زخمی ہوئے تھے۔

مسلمانوں کی طاقتیں سلب ہو گئی تھیں۔ وہ اس قدر نحیف ہو گئے تھے کہ اب ان سے حملہ کرنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔

صبح ہو رہی تھی۔ مشرق کی طرف شفق نمودار ہو چلی تھی۔ روشنی بڑھتی جا رہی تھی۔ رومیوں نے مسلمانوں کی کمزوری کو دیکھ لیا تھا۔ وہ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔

اس وقت تک واثقؓ کو چالیس سے زیادہ زخم آ چکے تھے۔ ان کی حالت متغیر ہو رہی تھی۔ وہ دروازے سے پشت لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اب ان سے تلوار نہیں اٹھائی جاتی تھی۔ وہ حسرت سے

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

رومیوں کو دیکھ رہے تھے۔

مسلمانوں نے جو وامسؓ کی حالت دیکھی تو کئی مسلمان ان کے پاس آ کھڑے ہوئے اور انہیں رومیوں سے بچانے لگے لیکن اب کسی مسلمان میں بھی حملہ کرنا تو درکنار مدافعت کی قوت بھی باقی نہ رہی تھی۔ سب ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر حملہ آور رومیوں کو بڑی مشکل سے روک رہے تھے۔

وہ بار بار دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہیں مسلمانوں کے آنے کا انتظار تھا لیکن ابھی تک ان کا کوئی پتہ نہ تھا۔

رومیوں نے مسلمانوں پر ایک سخت حملہ کیا۔ مسلمانوں میں یہ حملہ روکنے کی طاقت باقی نہ تھی۔ ہزاروں رومی ان کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔

مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ اب ان کا خاتمہ قریب ہے۔ جس طرح گل ہونے والا چراغ آخری مرتبہ بھڑکتا ہے اسی طرح مسلمانوں کو جوش آیا اور انھوں نے مل کر اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگا کر رومیوں کے حملہ کو روکا۔

جس وقت ان مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اسی وقت قلعہ کے باہر سے اللہ اکبر کی آواز آئی۔ مسلمانوں کے مردہ جسموں میں اس مسرت خیز نعرہ کی آواز سے جانِ تازہ آ گئی۔ انھوں نے متحد ہو کر رومیوں پر حملہ کیا۔ وہ جان گئے کہ مدد آ گئی ہے۔

ان کے حملہ کرتے ہی باہر سے مسلمان دروازے میں نظر آئے۔ ان کے آگے حضرت خالدؓ برہنہ تلوار لیے ہوئے تھے۔ انہوں نے آتے ہی رومیوں پر حملہ کر دیا۔

اب مسلمان نہایت تیزی سے قلعہ کے اندر گھسے چلے آ رہے تھے۔ انہوں نے آتے ہی ایک کوہ شکن حملہ کیا۔ رومی ان مسلمانوں کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ ان کے بدن میں لرزہ طاری ہو گیا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھنے لگے۔

مسلمانوں نے چاروں طرف پھیل کر رومیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ وہ بھوکے شیر کی طرح رومیوں پر پھر گئے تھے۔

پھر ایک ہنگامۂ دار و گیر برپا ہوا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خون کا دریا بہ نکلا۔ رومی مسلمانوں سے ڈرنے لگے۔

اب یوقنا بھی بیدار ہو کر رومیوں کے لشکر میں آ گیا تھا۔ اس نے ایک ہی نظر میں رومیوں کی پست ہمتی دیکھ لی۔ وہ بڑھ کر حضرت خالدؓ کے پاس آیا اور کہا: "ہم امان چاہتے ہیں۔"

حضرت خالدؓ نے اس کی طرف دیکھا۔ ایک لمحہ غور کیا پھر کہا:

"میں اس لشکر کا سردار نہیں ہوں۔ میں امان نہیں دے سکتا۔ عنقریب حضرت ابوعبیدہؓ آنے والے ہیں۔ وہی امان دے سکتے ہیں۔"

یوقنا: لیکن ان کے آنے تک رومیوں کا صفایا ہو جائے گا۔

خالدؓ: میں مجبور ہوں۔ بغیر سردار کے حکم کے میں کچھ نہیں کر سکتا۔

یوقنا: ہم امان کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ ہماری درخواست کو ٹھکرا رہے ہیں۔ کیا اس سے خدا ناراض نہیں ہو گا؟

حضرت خالدؓ نے پھر غور کیا اور کہا:

"اچھا۔ رومیوں سے کہو کہ ہتھیار ڈال دیں۔ ہم انہیں گرفتار کر کے حضرت ابوعبیدہؓ کے سامنے پیش کر دیں گے۔ وہ جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کر دی جائے گی۔"

یوقنا: نہایت مناسب ہے۔

اب یوقنا نے بلند آواز سے رومیوں کو ہتھیار ڈالنے کا حکم دیا۔ رومیوں نے جلدی جلدی ہتھیار پھینک دیے۔ حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو حملہ کرنے سے روکا۔ انھوں نے رومیوں کو گرفتار کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

مسلمانوں نے رومیوں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ ان کو گرفتار کرنے میں عرصہ لگ گیا۔ حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو کر کسی قدر بلند ہو گیا۔

حضرت خالدؓ وامسؓ کے پاس آئے۔ وہ اب تک دیوار کا سہارا لیے کھڑے تھے۔ حضرت خالدؓ نے ان سے کہا:

"وامسؓ! کیا حال ہے؟"

وامسؓ نے جواب دینا چاہا لیکن وہ اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ جواب نہ دے سکے اور جواب دینے کی جو کوشش کی تو اس سے ان کے اعضا پر زور پڑا۔ وہ لڑکھڑا گئے اور بے ہوش ہو کر گرے۔ حضرت خالدؓ نے جلدی سے آگے بڑھ کر انہیں سنبھالا۔

اسی وقت قلعہ سے باہر اللہ اکبر کی غلغلہ انداز آواز بلند ہوئی۔ اس آواز نے قلعہ کی بنیادیں ہلا دیں۔ رومی لرز گئے۔

کچھ ہی دیر بعد حضرت ابوعبیدہؓ دروازے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے حضرت خالدؓ کو وامسؓ

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کا دل خوف و فکر سے دھڑکنے لگا۔ وہ جلدی سے حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور پوچھا:

"حضرت دامسؓ کو کیا ہوا؟"

حضرت خالدؓ کے آنسو جاری تھے۔ انہوں نے آنسو بھری نظروں سے حضرت ابوعبیدہؓ کو دیکھ کر آہستہ سے کہا:

"حضرت دامسؓ کو موت ہم سے چھیننا چاہتی ہے۔"

حضرت ابوعبیدہؓ کے بھی آنسو نکل آئے۔ وہ بیٹھ گئے اور اپنے دامن سے دامسؓ کے چہرے کا گرد و غبار صاف کرنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا:

"خدایا! حلب کے فاتح کی عمر میں برکت دے۔"

بوقنا کی اسلام پر شیفتگی

دامسؓ کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ وہ بے ہوش پڑے تھے۔ ان کے جسم پر چھوٹے بڑے ۱۳ زخم تھے۔ سب سے پہلے ان کے زخم گرم پانی سے دھو کر مرہم پٹی کی گئی۔ ان کے ۱۲ زخموں کے زخم صاف کر کے باندھے گئے اور ان کو آرام کرنے کے لیے ایک بارک میں لٹا دیا گیا۔

اب حضرت ابوعبیدہؓ معہ اپنے مقدر ساتھیوں کے قلعہ کے اندر پہنچے۔ وہ سیدھے دفترِ جنگ گئے اور جس فرش پر رات کو رومی بیٹھے جشن منا رہے تھے اسی پر بیٹھ گئے۔ ایک طرف اسلامی لشکر صف آرا ہو گیا۔

رومی قیدی حضرت ابوعبیدہؓ کے سامنے پیش کیے گئے۔ سب سے آگے یوقنا اور کرکلس تھے۔ ان کے پیچھے ہزاروں رومی، عورت، مرد، بوڑھے اور بچے بندھے ہوئے کھڑے تھے۔ رومیوں کے چہروں سے پریشانی اور خوف مترشح تھا اور وہ حسرت و ترحم بھری نظروں سے مسلمانوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

حضرت ابوعبیدہؓ سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ سب اسلامی سردار بھی سرخم کیے ہوئے تھے۔ البتہ سرفروش اسلامی سپاہی غیظ و غضب سے رومی قیدیوں کو دیکھ رہے تھے۔

یہ نہایت عبرت خیز منظر تھا۔

وہ یوقنا جس کے تدبر و شجاعت کی مار سے ملک شام میں دھوم تھی۔ جس سے ہرقل اعظم اور رومی شہنشاہ خائف رہتا تھا۔ جس نے متعدد مرتبہ شبخون مار کر مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ جو عربوں کی اپنے سامنے

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

کوئی ہستی نہیں سمجھتا تھا اور ان رومیوں کو جو مسلمانوں سے شکست کھا چکے تھے یا جن رومیوں نے صلح کر لی تھی، انہیں بزدل، کم ہمت اور ناعاقبت اندیش کہا کرتا تھا۔ جسے اپنے تدبر و شجاعت پر ناز تھا اپنے رومی سپاہیوں پر ناز تھا اور سب سے زیادہ قلعہ کے استحکام پر گھمنڈ تھا ــــ آج اس کا قلعہ فتح ہو گیا تھا، سپاہی قید تھے اور خود اسیر تھا۔

اس کا زعم، اس کا ناز خاک میں مل گئے تھے۔ اس وقت وہ نہایت پریشان، غم و فکر اور خوف کی حالت میں تھا۔

خدا کسی مغرور کا غرور باقی نہیں رہنے دیتا۔ ہر فرعون کے لیے موسیٰ پیدا ہو جاتا ہے۔ نمرود صفت انسانوں کے لیے مچھروں کی کمی نہیں ہے۔

حضرت خالدؓ نے سر اٹھایا اور حضرت ابو عبیدہؓ سے مخاطب ہو کر کہا:

"خدا کا شکر و احسان ہے کہ اس ناقابلِ تسخیر قلعہ کو اس نے فتح کرایا۔ یوقنا نے مجھ سے امان طلب کی تھی لیکن میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اگر رومی ہتھیار ڈال دیں تو قتل و خونریزی بند کر دی جائے گی۔ اور ان کو گرفتار کر کے سردار کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ چنانچہ رومیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ میں نے انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیا وہ گرفتار کر لیے گئے اور اب آپ کے روبرو دست و پا بستہ حاضر ہیں ــــ فرمائیے ان قیدیوں کے لیے کیا حکم ہے؟"

حضرت ابو عبیدہؓ نے نظر اٹھا کر کہا:

"یوقنا کہاں ہے؟"

فوراً حضرت خالدؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور یوقنا کو لا کر پیش کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے یوقنا کو دیکھا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا:

"مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جہاں آپ بہادر، مدبر اور دور اندیش ہیں وہاں خدا رسیدہ، انصاف پسند اور حق و صداقت کے شیدائی بھی ہیں۔ ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ مذہب کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر کھوٹے اور کھرے کو جانچ لے۔ مذہب وہی خوب ہے جو صرف ایک خدا کے وجود کی تلقین کرے متعدد خدا، یا چند طاقتیں مل کر ایک خدا نہیں ہو سکتیں، نہ اسے عقلِ سلیم باور کر سکتی ہے۔

یوقنا نے متفکر نظروں سے حضرت ابو عبیدہؓ کو دیکھ کر کہا:

"عیسائی صرف ایک خدا کے قائل ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور روح القدس کو غیر مرئی وصفات سے متصف سمجھتے ہیں۔"

ابو عبیدہؓ: یہی توحید فی التثلیث یا تثلیث فی التوحید ہوئی۔ خیال کیجیے کہ ایک خدا کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ خدا، حضرت مسیحؑ اور روح القدس۔ یہ تینوں مل کر ایک کامل خدا ہوئے۔

یوقنا: نہیں صاحب۔ خدا تو ایک ہی ہے۔

ابو عبیدہؓ: عقیدہ تو یہی ہونا چاہیے لیکن تم حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا اور خدا کے صفات سے موصوف کیوں سمجھتے ہو۔

یوقنا: یہ تو ظاہر بات ہے کہ خدا کا بیٹا خدائی صفات سے متصف ضرور ہوگا۔

ابو عبیدہؓ: اور روح القدس؟

یوقنا: روح القدس، خدا اور مسیحؑ سے پیدا ہوئی ہے اس لیے اس میں ان کے برابر صفات ہونا ضروری ہیں۔

ابو عبیدہؓ: یہی تثلیث فی التوحید ہوئی یعنی خدا، حضرت مسیحؑ اور روح القدس یہ تینوں مل کر ایک کامل خدا ہوئے کیونکہ جب حضرت مسیحؑ اور روح القدس خدائی صفات رکھتے ہیں تو وہ خدا سے علیحدہ نہیں ہو سکتے اور نہ خدا ان سے علیحدہ ہو سکتا ہے اس لیے لازمی ماننا پڑے گا کہ ان تینوں کا ملا رہنا نہایت ضروری ہے۔ ان کا الگ الگ ہو جانا خدائی شیرازہ کا منتشر ہونا ہے اس واسطے یہ تینوں ہی مل کر ایک کامل خدا ہو سکتے ہیں۔

یوقنا: نہیں نہیں۔ خدا تو ایک ہی ہے لیکن حضرت مسیحؑ خدا کے بیٹے اور روح القدس یہ دونوں بھی خدائی صفات ضرور رکھتے ہیں۔

ابو عبیدہؓ: سنیے۔ حضرت مسیحؑ خدا کے بیٹے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اول تو حضرت مریم انسان تھیں اور خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے اس لیے خدا انسانوں کا ہم جنس نہیں بلکہ ان کا خالق ہے۔ اسی لیے حضرت مسیحؑ خدا کے بیٹے نہیں ہو سکتے اور اگر یہ کہا جائے کہ خدا کے حکم سے روح پھونکی گئی اور حضرت مریم حاملہ ہوئیں اور حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے اس لیے وہ خدا کے بیٹے ہیں تو سب سے پہلے حضرت آدمؑ کے کالبد میں روح پھونکی گئی۔ اسی طرح پھر حضرت آدمؑ بھی خدا کے بیٹے ہوئے لیکن وہ بھی خدا کے بیٹے نہیں ہو سکتے کیونکہ جس طرح خدا نے اپنے حکم سے زمین اور آسمان پیدا کیے اسی طرح سے روح کو جسدِ خاکی میں پھونکا اور اس سے ایک صورت پیدا ہو گئی۔ اس لیے وہ بیٹا نہیں بلکہ خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے اور جب حضرت آدمؑ بیٹا نہیں ہوئے

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

تو حضرت مسیحؑ بھی بیٹا نہیں ہو سکتے بلکہ وہ خدا کے بندے اور اس کے پیغامبر تھے۔

اب رہے روح القدس، تو اس کو بھی خدا ہی نے پیدا کیا اور یہ ظاہر ہے کہ جن چیزوں کو کاریگر بناتا ہے ان میں کاریگر کی صفات نہیں آجاتیں البتہ اس کی کاریگری کی تعریف ضرور کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خدائی صفات اور کمالات نہیں آ سکتے اور جب ان میں خدائی صفات باقی نہ رہے تو صرف ایک خدا رہ جاتا ہے اور وہی پرستش کے قابل ہے۔

یوقنا غور کرنے لگا۔ اس نے کچھ دیر بعد کہا:

"مگر انجیل میں حضرت مسیحؑ نے خود خدا سے بزرگ و برتر کو باپ کہہ کر پکارا ہے۔"

ابوعبیدہ رضؓ: میں نے انجیل نہیں دیکھی۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہر نبی کو اسی کی زبان میں صحیفے اور کتابیں عطا ہوئیں اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ حضرت مسیحؑ کی زبان عبرانی تھی۔ انجیل عبرانی زبان ہی میں نازل ہوئی تھی مگر عبرانی انجیل آج کسی کے پاس نہیں۔ جب اصل انجیل ہی مفقود ہو گئی تو دوسری انجیلوں میں تغیر و تبدل ہو جانا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔

یوقنا: لیکن اس طرح تو عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیحؑ سارے عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ہو کر مصلوب ہوئے، غلط کہا جا سکتا ہے۔

ابوعبیدہ رضؓ: یقیناً۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک عیسائی جو رات دن فسق و فجور کرتا ہے۔ زناکاری، شراب خوری، قمار بازی اور دوسرے گناہوں میں مصروف رہتا ہے، خدا اس کو محض اس لیے کہ وہ عیسائی ہے اور حضرت مسیحؑ ہر عیسائی کے گناہوں کا کفارہ ہو کر مصلوب ہو گئے، کیسے بخش سکتا ہے اور اگر یہ عقیدہ صحیح ہے تو تمام عیسائیوں کو عبادت کی ضرورت ہے نہ پرہیزگاری کی۔ پھر جب پرہیزگاری جاتی رہی تو ان کے نزدیک ثواب و گناہ دونوں برابر ہیں۔ اس سے عیسائی گناہ کی طرف زیادہ رغبت کریں گے اور گناہ، فتنہ و فساد کی جڑ ہے۔ اس طرح عالمگیر بدنظمی پیدا ہو جائے گی جس کی وجہ سے امن و اطمینان سے زندگی بسر کرنا دشوار ہو جائے گا حالانکہ خدا فتنہ و فساد کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ یہ عقیدہ درست ہے یا نہیں۔

یوقنا: مگر ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ ہر عیسائی کو بخشوائیں گے ضرور۔

ابوعبیدہ رضؓ: بات وہی ہے جب وہ ہر عیسائی کو بخشوائیں گے ضرور تو پھر عیسائیوں کو خدا کا حکم ماننے کی کیا ضرورت رہی۔ حالانکہ دنیا میں ادنیٰ حاکم بھی اپنے احکام کی تعمیل کرانا ضروری سمجھتا ہے اور جو

شخص نافرمانی کرتا ہے اسے وہ سختی سے سخت سزا دیتا ہے کیونکہ امن و امان قائم رکھنے کے لیے سیاست نہایت ضروری ہے۔ پھر خدا اپنے نافرمان بندے سے کیسے خوش ہو سکتا ہے اور جس سے خدا خوش نہ ہو گا اس کی نجات نہیں ہو سکتی البتہ ہر نبی اپنے ایسے امتی کی شفاعت کریں گے جس سے سہواً کوئی گناہ ہو گیا ہو۔

یوقنا: لیکن حضرت عیسیٰؑ کے بعد دوسرے پیغمبر کی کیا ضرورت تھی؟

ابوعبیدہ رضؓ: ہر نبی اس وقت مبعوث ہوا جب پہلے نبی کے صحیفہ یا کتاب میں تغیر و تبدل کی ضرورت محسوس کی گئی ــــ اور سالکانِ دنیا گمراہی اور ضلالت کی طرف بڑھنے لگے۔ چونکہ انجیل مقدس میں بہت تغیر و تبدل ہو گیا تھا اس لیے مخلوق کی ہدایت کے لیے پھر ایک نبی کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی بنا کر بھیجے گئے۔

یوقنا: مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ کیا قرآن پاک میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

ابوعبیدہ رضؓ: قرآن شریف میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہم قیامت تک اس دین کی حفاظت کریں گے حالانکہ اس سے پہلے اور کسی کتاب میں یہ بات نہیں فرمائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں سے کوئی کتاب حفظ نہیں کی گئی اور قرآن شریف ہزاروں لوگوں کو حفظ ہے۔

آپ قرآن شریف ہاتھ میں لیجیے اور کسی حافظِ قرآن سے کوئی سا رکوع یا آیت دریافت کیجیے۔ وہ فوراً بتا دے گا۔ اس طرح بندوں کے سینوں میں اس کی حفاظت کر دی جس سے اس میں تحریف تو درکنار زبر اور زیر کا بھی فرق نہیں ہو سکتا اور جب اس میں تغیر ہی نہ ہو گا تو پھر دوسرے نبی کی کیا ضرورت رہی اس لیے ہمارے نبی ہی پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے۔

یوقنا نے سر جھکا لیا۔ کچھ غور کرتا رہا۔ آخر اس نے کہا:

"رات میں نے اپنے مرحوم بھائی یوحنا کا کتب خانہ دیکھا تھا اس میں چند اوراق ایسے ملے جو بہت پرانے تھے۔ ان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف تھی لیکن میں نے ایسے مجذوب کی بڑ ہی سمجھا مگر اب میں نے سمجھ لیا ہے۔ میں جان گیا ہوں کہ مسلمان ہو کر ہی نجات مل سکتی ہے۔ آپ مجھے مسلمان کر لیں۔"

مسلمانوں نے جوشِ مسرت سے بے خود ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

حضرت ابو عبیدہؓ نے یوقنا کو مسلمان کیا۔

اس نے صدقِ دل سے کلمۂ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ پڑھا۔ اس کے مسلمان ہوتے ہی حضرت ابو عبیدہؓ قبلہ رُو ہو کر سجدے میں گر گئے۔ انھوں نے اظہارِ شکر گزاری کے لیے سجدۂ الٰہی کیا۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور یوقنا سے بغل گیر ہو گئے

یوقنا کے بعد اس کے تمام ارکین سلطنت اور فوجی سردار بھی مسلمان ہو گئے۔ سرداروں کے مسلمان ہوتے ہی تمام سپاہیوں نے بھی کلمہ شہادت پڑھا۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی عربوں نے ان کو رہا کر دیا۔

مسلمان اس قدر کثیر تعداد میں رومیوں کے مسلمان ہونے سے اس قدر مسرور ہوئے کہ اگر تمدن و تہذیب انہیں اجازت دیتے تو وہ فرطِ خوشی سے اچھلتے اور کودتے۔

ہر رومی کے مسلمان ہونے پر عرب اظہارِ مسرت کرتے۔ اللہ اکبر کا پُرزور نعرہ لگاتے اور از زیاد مسرت سے ان کی آنکھیں چھلکنے لگتیں۔ لبوں پر تبسم نمودار ہوتا اور ان کا چہرہ کھل جاتا۔

جب سب اہلِ قلعہ مسلمان ہو گئے اور نواحی قلعہ کے وہ رومی جو مسلمانوں کے خوف سے قلعہ میں آ گئے تھے باقی رہ گئے تو انھوں نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے یوقنا سے کہا:

"یہ لوگ مسلمان ہونے سے انکار کرتے ہیں ان سے فدیہ لینا ہو گا۔"

یوقنا: جناب یہ لوگ نہایت مفلس ہیں۔ زرِ فدیہ ادا نہیں کر سکتے اور نہ ان کی حمیت انہیں مسلمان ہونے پر تیار کر سکتی ہے۔

ایک وقت تھا یہ لوگ میرے ہم قوم تھے۔ مجھے ان سے ہمدردی ہے۔ اگر آپ ان کو معاف کر دیں اور بغیر فدیہ لیے چھوڑ دیں تو نہایت مشکوری کا باعث ہو گا۔

ابو عبیدہؓ: لیکن یہ ہمارے آئین کے خلاف ہے۔

یوقنا: مگر بڑھی ہوئی مفلسی کی وجہ سے یہ لوگ زرِ فدیہ ادا نہیں کر سکتے اور ان کی غیرت انہیں مسلمان نہ ہونے دے گی۔ ایسی صورت میں انہیں سزا سے موت ملے گی لیکن آپ انہیں معاف کر دیں گے تو ان کے دلوں پر آپ کی مہربانی کا اچھا اثر ہو گا۔ ان کی وحشت جاتی رہے گی اور یہ مسلمانوں کی صحبت سے گریز نہ کریں گے۔ اس سے بہت ممکن ہے کہ مسلمانوں کی ہم نشینی کسی وقت

اپنا اثر کر کے انہیں مسلمان کر لے۔

ابو عبیدہؓ خاموش ہو کر غور کرنے لگے۔ رومی امید و بیم میں گرفتار ہو گئے۔ موت کا بھیانک منظر ان کے پیش نظر ہو گیا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے حضرت ابو عبیدہؓ کو دیکھنے لگے کیونکہ وہ عنقریب ان کے بارے میں فیصلہ صادر کرنے والے تھے۔

ابو عبیدہؓ نے کچھ دیر کے بعد کہا:

"اچھا میں نے ان رومیوں کو معاف کیا لیکن ان سے اقرار لے لو کہ یہ کبھی کسی مسلمان کے خلاف کوئی سازش نہ کریں گے۔"

یوقنا نے دو تین بوڑھے مگر معزز رومیوں کو بلا کر کہا:

"تم قسم کھاؤ کہ مسلمانوں کے خلاف کبھی کوئی سازش نہ کرو گے۔"

ان رومیوں نے قسم کھائی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کو قلعہ سے چلے جانے کا حکم دیا۔ رومی اپنی رہائی پر بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے مسلمانوں کو دعائیں دیں اور سب خوش ہوتے ہوئے قلعہ سے باہر نکل گئے۔

اب رومی سردار اور سپاہی سب اپنی اپنی بارکوں اور گھروں میں چلے گئے۔ تنہا یوقنا رہ گیا۔ اس نے اپنے خادم کو اشارہ کیا۔ وہ بھی چلا گیا۔

یوقنا نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا:

"چونکہ میں سچے دل سے مسلمان ہوا ہوں اس لیے میں اپنے لواحقین کو بھی مسلمان کرنا چاہتا ہوں۔"

ابو عبیدہؓ: نہایت خوشی کی بات ہے۔ خدا تمہیں استقامت بخشے۔

تھوڑی ہی دیر میں خادم، ملکہ زیتون اور شہزادی لوسی کو اپنے ہمراہ لے آیا۔ عربوں کی نظر لوسی پر پڑی تو وہ اس حسن و جمال کی مجسم تصویر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس کے جمالِ جہاں آرا نے عربوں کو مسخر کر لیا۔

وہ اپنی مستانہ چال سے اٹھلاتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس کے ہر قدم سے قیامت برپا تھی۔ اس کی نرگسی آنکھیں دیکھنے والے پر تیر برسا رہی تھیں۔

عرب اس کو حیرت و استعجاب سے اس وقت تک دیکھتے رہے جب تک وہ اپنے باپ یوقنا کے قریب آ کر بیٹھ نہ گئی۔ یوقنا کے دوسری طرف ملکہ زیتون بھی بیٹھ گئی۔

اب عربوں نے نگاہیں نیچی کر لیں۔ حالانکہ اس کا بڑھا ہوا حسن اس کی صورت جانستاں دیکھنے پر مجبور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

گزر رہا تھا لیکن خدائے بزرگ و برتر کا خوف انہیں نظر بھر دیکھنے کی اجازت نہ دیتا تھا اس لیے وہ سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔

یوقنا نے حضرت ابوعبیدہؓ سے مخاطب ہو کر کہا:

"جناب! یہ حلب کی ملکہ یعنی میری بیوی ہے اور یہ میری بیٹی لوسی ہے۔ آپ ان دونوں کو بھی مسلمان کیجیے۔"

حضرت ابوعبیدہؓ لوسی کا نام سن کر چونک پڑے۔ انہوں نے حیرت سے یوقنا کو دیکھ کر کہا:

"یہ لڑکی آپ کی بیٹی ہے؟"

یوقنا: جی ہاں۔

ابوعبیدہؓ: اس کا نام لوسی ہے؟

یوقنا: جی ہاں۔ کیا آپ نے پہلے بھی اس کا نام سنا ہے؟

ابوعبیدہؓ: ہاں۔ میں نے پہلے بھی اس کا نام سنا ہے مگر مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ مرحوم یوحنا کی بیٹی ہے اور اس کی نسبت طے ہو چکی ہے۔

یوقنا (متعجب ہو کر): یوحنا کی بیٹی؟ آپ سے کس نے کہا؟ یوحنا مرحوم نے تو شادی ہی نہ کی تھی۔ یہ میری بیٹی ہے اور ابھی تک اس کی منگنی نہیں ہوئی ہے مگر آپ سے یہ غلط بیانی کس نے کی؟

ملکہ زیتون اور شہزادی لوسی بھی حیرت میں تھیں۔ وہ دونوں متعجب ہو کر حضرت ابوعبیدہؓ کو دیکھ رہی تھیں۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"پہلے ان کو مسلمان ہو جانے دیجیے۔ پھر میں مفصل عرض کر دوں گا۔"

یوقنا: مناسب ہے۔ آپ انہیں مسلمان کیجیے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے ملکہ اور شہزادی سے مخاطب ہو کر کہا:

"کیا آپ خوشی سے مسلمان ہونے کو تیار ہیں؟"

ملکہ نے آہستہ سے شہزادی کے کان میں کچھ کہا۔ شہزادی مسکرائی اور اس نے شرمائی ہوئی نظروں سے حضرت ابوعبیدہؓ کو دیکھ کر کہا:

"جی ہاں۔ ہم دونوں خوشی سے مسلمان ہوتی ہیں۔"

مسلمانوں کے چہرے شگفتہ ہو گئے۔ ان کی آنکھیں فرطِ خوشی سے چمکنے لگیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے

ان دونوں عورتوں کو مسلمان کیا۔

جس وقت لوسی کلمہ پڑھ رہی تھی، اس کی سریلی آواز دلوں میں ایک نیا جذبہ پیدا کر رہی تھی۔

جب وہ دونوں مسلمان ہو گئیں تو مسلمانوں نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے لوسی سے کہا:

"پیاری بیٹی! میری دعا ہے کہ خدا تجھے اور تیرے والدین کو ہمیشہ اسلام پر قائم رکھے۔ خدا تجھے ہمیشہ خوشی عطا فرمائے۔ تیری ہر آرزو پوری ہو۔ غم و فکر تجھ سے دور رہیں۔ تو ہمیشہ خدا کی عبادت، والدین کی اطاعت اور اسلام کی خدمت کرتی رہے۔ تیرا دامن گناہوں سے آلودہ نہ ہو۔

میری بھولی بیٹی! جس نے خدا کو یاد کرنا چھوڑ دیا وہ گناہ کا مرتکب ہوا۔ گنہگار انسان راندۂ درگاہ ہو جاتا ہے۔ وہ فردوس سے محروم ہو جاتا ہے اور دوزخ میں دھکیل دیا جاتا ہے۔

دنیا چند روزہ ہے۔ اس کی مسرتیں بھی چند روزہ ہیں۔ نہ ہمیشہ لڑکپن رہا۔ نہ سدا جوانی رہے گی اور نہ قیامت تک بڑھاپا رہے گا۔

ہر انسان کے لیے موت تاک میں بیٹھی ہے۔ مرنا لابدی ہے۔ بدبخت ہیں وہ بندگانِ خدا جو چند روزہ زندگی میں فسق و فجور اور گناہوں کے مرتکب ہو کر دوزخ خریدتے ہیں۔ خوش قسمت وہی ہیں جو پرہیزگار ہیں۔ گناہوں کی آلودگی سے پاک رہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے فردوس ہے۔

عقل مند وہی ہے جو چند روزہ مسرت پر گناہ کر کے رنج نہ خریدے بلکہ اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر پرہیزگاری اور پاکیزگی اختیار کر کے دائمی مسرت خرید لے۔"

حضرت ابوعبیدہؓ کے نصائح وہ سب خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ جب وہ سب کہہ چکے تو یوقنا نے ان سے پوچھا:

"حضرت اب بتائیے کہ یہ کس نے آپ سے کہا کہ لوسی میری نہیں مرحوم یوحنا کی بیٹی ہے؟"

ابوعبیدہؓ: ہمارے لشکر میں ایک رومی ہے جو اپنے آپ کو شہزادی کا منگیتر بتاتا ہے۔ اسی نے کہا تھا کہ لوسی مرحوم یوحنا کی بیٹی ہے۔

یوقنا، ملکہ زیتون اور لوسی تینوں متحیر ہوئے۔ لوسی شرما گئی۔ یوقنا کو خیال آیا کہ کہیں شہزادہ لاؤن تو اپنے حصولِ مطلب کے لیے مسلمانوں کے لشکر میں نہیں پہنچ گیا۔ اسے یوحنا مرحوم کے خط سے بھی معلوم ہو گیا تھا کہ لاؤن اور لوسی ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔

اسے لاؤن کی حرکت پر سخت غصہ آیا۔ اب اس نے غور کیا کہ مسلمان قلعہ کے اندر کس طرح آ گئے!

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

اس کے دل نے کہا کہ لاؤن کا کوئی ہمراہی قلعہ کے اندر رہ گیا اور اس نے کمند کے ذریعے سے مسلمانوں کو برج پر چڑھا لیا۔ اسی نے مسلمانوں سے یہ اقرار لے لیا ہوگا کہ قلعہ فتح ہو جانے پر مسلمان لوسی سے اس کا عقد کرا دیں اور چونکہ لوسی اس کو چاہتی ہے اس لیے اس نے لوسی کو اپنی منگیتر بتایا ہوگا۔

یہ خیالات بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس کے دماغ میں آئے۔ اسے لاؤن پر سخت غصہ آیا اور اس کی محبت، نفرت میں تبدیل ہونے لگی۔ اس نے کہا:

"وہ کون بدبخت اور جھوٹا آدمی ہے۔ ذرا اسے میرے سامنے بلایئے۔"

ابوعبیدہؓ: ابھی بلاتا ہوں۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے ایک عرب کو اشارہ کیا۔ وہ اٹھ کر قلعہ سے باہر چلا گیا۔ مسلمانوں کا لشکر زیادہ تر قلعہ سے باہر خیمہ زن تھا۔ اس وقت قلعے کے اندر صرف دو ہزار مسلمان تھے۔

اگرچہ یوقنا کو لاؤن پر طیش آ رہا تھا مگر اس کا دل لاؤن کی طرفداری کر رہا تھا۔ وہ شہزادے کو بے قصور بتا رہا تھا۔ یوقنا کو اپنے دل کی طرفداری پر سخت تعجب تھا۔ وہ اسی خلفشار میں سر جھکائے بیٹھا تھا کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"دیکھیے۔ وہ رومی یہ ہے۔"

یوقنا نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ اس نے سامنے مرجس کو کھڑے ہوئے پایا۔

اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ یہ کمینہ خصلت شہزادہ لاؤن نہیں تھا بلکہ دغاباز مرجس تھا جس سے وہ پہلے ہی ناراض تھا۔ اس وقت اسے اس پر سخت طیش آیا۔ اس نے فوراً اپنی تلوار کھینچ لی اور مرجس کو قتل کرنے کے لیے دوڑا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"ٹھہریے۔ جلدی نہ کیجیے۔"

اس وقت یوقنا کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ غصے سے اس کا چہرہ آگ بگولا ہو رہا تھا اور پیشانی کی رگیں کھنچی جا رہی تھیں۔ اس نے کہا:

"جناب! یہ دغاباز ہے۔ جھوٹا، فریبی اور مکار ہے۔ اس کمبخت کو دوزخ میں جانے دیجیے۔"

مرجس کھڑا کانپ رہا تھا۔ خوف سے اس کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے یوقنا کو روکتے ہوئے کہا:

"توقف کیجیے۔ یہ ہماری ذمے داری میں ہے۔ ہم نے اسے امان دی ہے۔ ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔

آپ بیٹھ جایئے۔ میں اس سے کچھ دریافت کروں گا۔"

اگرچہ یوقنا کو سخت غصہ آ رہا تھا لیکن وہ مسلمان ہو گیا تھا اور اسلام نے رفتہ رفتہ اس پر اپنا اثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ خاموش بیٹھ گیا اور تلوار کو میان میں کر لیا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"مرجس! بتاؤ کیا یہی شہزادی لوسی یوحنا مرحوم کی بیٹی ہے جو تم سے منسوب کی گئی تھی۔"

مرجس نے جس وقت یہ جھوٹ بولا تھا اس وقت اس کا خیال تھا کہ مسلمان یوقنا کو مار ڈالیں گے یا وہ قلعہ سے فرار ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یوقنا غیور ہے۔ وہ کبھی صلح نہ کرے گا اور جب صلح نہ کرے گا تو اس کی موت یا فرار، ان دو میں سے ایک صورت ضرور واقع ہوگی مگر ان دو صورتوں میں سے ایک بھی واقع نہ ہوئی بلکہ اس کی امید اور خیال کے خلاف یوقنا مسلمان ہو گیا۔

اس وقت مرجس کو مزید جھوٹ بولتے رہنے سے اپنی ہلاکت کا اندیشہ تھا اس لیے وہ حضرت ابوعبیدہؓ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا:

"معاف کیجیے۔ میں نے آپ کو مغالطہ میں ڈالا۔"

ابوعبیدہؓ نے اس کا سر اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر کہا:

"سیدھے بیٹھو۔ گھبراؤ نہیں۔ سچ بات بیان کرو۔"

مرجس اٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اس نے کہا:

"جناب! شہزادی لوسی یوحنا مرحوم کی بیٹی نہیں بلکہ یوقنا کی بیٹی ہے۔ شہزادی صاحبہ نے کچھ ایسی پیاری صورت پائی ہے کہ انسان ان کو دیکھ کر اپنے دل پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ بدقسمتی سے میں نے بھی ان کو دیکھا اور مجھے بھی ان سے بے انتہا محبت ہو گئی۔

میں جانتا تھا کہ کہاں میں ایک ادنیٰ سپاہی اور کہاں شہزادی ہمارے عادل بادشاہ کی بیٹی۔ کسی طرح بھی میرا اور ان کا ساتھ نہیں ہو سکتا تھا۔ پہلے تو میں نے اپنے دل کو سمجھایا۔ تمام نشیب و فراز سے آگاہ کیا۔ خوف بھی دلایا لیکن جب ایک مرتبہ محبت دل میں جگہ کر لیتی ہے تو پھر وہ کسی طرح دل سے نہیں نکلتی۔

میری ساری کوششیں رائیگاں گئیں اور محبت روز افزوں ترقی کرنے لگی۔

میں اکثر یوحنا مرحوم کے پاس جایا کرتا تھا۔ وہ نیک تھے۔ مجھ پر مہربانی کرتے تھے۔ ایک روز میں ان کے پاس گیا تو وہ ایک کاغذ کو غور سے دیکھ رہے تھے اور اس پر نقطے لگا رہے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ یہ سدابہار وادی کا نقشہ ہے۔ میں نے کبھی سدابہار وادی کا نام نہ سنا تھا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے پھر دریافت کیا:

"یہ سدابہار وادی کہاں ہے؟"

انھوں نے کہا: "ایک روز چل کر دکھا دوں گا۔"

میں نے پھر استفسار کیا:

"اس وادی میں کیا ہے؟"

انھوں نے جواب دیا:

"سدابہار وادی میں ایک دفینہ ہے جو لوسی کے لیے جمع کیا گیا ہے۔"

میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ اتفاق سے تھوڑے ہی دن بعد وہ مارے گئے۔ ان کے مارے جانے کی خبر سن کر میرے دل میں دغابازی کا خیال آیا اور میں نے شہزادی صاحبہ کو سدابہار وادی میں چلنے کے لیے آمادہ کر لیا۔ یہ فوراً تیار ہو گئیں اور میرے ساتھ وادی میں پہنچیں۔

رات کے وقت میں ان کے آرام کرنے کا بندوبست کر رہا تھا کہ یہ اس وادی سے چلی آئیں۔ مجھے خوف ہوا کہ عادل بادشاہ مجھے قتل کرا دے گا اس لیے میں قلعہ میں نہ گیا بلکہ سیدھا اسلامی کیمپ میں آپ کے پاس پہنچا۔ یہ ہے ساری داستان۔

حضور! میں گنہ گار ہوں، خطاوار ہوں لیکن دراصل میں بے گناہ ہوں۔ سارا قصور اس کمبخت دل کا ہے میں اپنی خطاؤں پر نادم ہوں۔ ندامت سے میرا سر نہیں اٹھ سکتا۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دیجیے۔ شہزادی صاحبہ بھی مہربانی کریں اور ہر دلعزیز عادل بادشاہ بھی مجھ پر رحم فرمائیں۔"

شہزادی لوسی خاموش بیٹھی سن رہی تھی۔ وہ لجائی جاتی تھی۔

یوقنا کو سخت طیش آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ اور ان کے ہمراہی اطمینان سے اس داستانِ محبت کو سن رہے تھے۔

جب سرجس خاموش ہوا تو یوقنا نے کہا:

"اس کمبخت کی دغابازی نے لوسی کو موت کے منہ میں پہنچا دیا تھا۔ شہزادی وادی سے نکل کر تمام رات سرگرداں پھرتی رہی۔ اس کے پاس سردی سے بچنے کے لیے کافی لبادہ نہیں تھا۔ سردی نے اس کے بدن کو سن کر دیا تھا۔ اگر ہم اتفاقیہ اس کے پاس نہ پہنچ جاتے تو اس کا خاتمہ ہو جاتا۔ اس کا یہ قصور کیسے معاف کیا جا سکتا ہے!"

ابوعبیدہؓ: سنو یوقنا۔ سرجس کا اس میں قصور نہیں۔ یہ سب پردہ نہ ہونے کی خرابیاں ہیں۔ جب تک

ہمارے ملک میں بھی پردہ نہ تھا اور عورتیں بے نقاب پھرتی تھیں تو صدہا ناگوار اور روح فرسا واقعات وقوع پذیر ہوتے تھے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردے کا حکم دیا۔ جب سے ہم پردے کے پابند ہو گئے ہیں اس وقت سے خلافِ تہذیب اور انسانیت سوز واقعات رونما نہیں ہوتے۔

یوقنا: مگر ہمارے یہاں پردے کا رواج نہیں ہے بلکہ لڑکی کو اختیار ہے کہ وہ اپنی زندگی کا ساتھی خود منتخب کر لے۔

ابوعبیدہؓ: اسی سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ فرض کیجیے لڑکی تو اپنی پسند کے موافق اپنا آئندہ زندگی کا ساتھی منتخب کر سکتی ہے لیکن جب لڑکی کو متعدد لوگ دیکھیں گے تو اسے بے پردہ دیکھنے پر بہت سے لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے جس کا نتیجہ فتنہ و فساد ہو گا۔ اسی لیے پردے کی رسم فساد کے سدباب کے لیے نہایت مناسب ہے۔

یوقنا: لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ بے پردہ حسن سے زیادہ حسنِ زیرِ نقاب کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے بھی وہی فتنہ و فساد کا اندیشہ رہا۔

ابوعبیدہؓ: ممکن ہے کہ حسن پرست یا نفسِ امارہ کے غلام تاک جھانک کریں لیکن جب کوشش کی جائے گی اور وہ زیرِ نقاب حسن کو نہ دیکھ سکیں تو بالآخر تھک کر مجبور ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ پردہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے عورت اور مرد گناہوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ نہ ایک دوسرے کو دیکھنے کا موقع ملے گا، نہ محبت پیدا ہو گی اور نہ فتنہ و فساد کھڑے ہوں گے۔ میں نے سرجس سے ایک وعدہ کیا تھا اور اب تک اس پر کاربند ہوں۔

یوقنا: وہ کیا؟

ابوعبیدہؓ: کیا آپ نے قلعہ کا کوئی چور راستہ محاصرہ کے دوران بند کرایا تھا؟

یوقنا: جی ہاں۔ جس روز شہزادی سرجس کے ساتھ قلعہ سے نکلی اور دوسرے روز لوسی ہمیں رات کو مل گئی لیکن سرجس فرار ہو گیا۔ مجھے خوف ہوا کہ سرجس خفیہ راستے سے مسلمانوں کو قلعہ میں داخل نہ کر دے اس لیے میں نے اس راستے کو بند کرا دیا تھا۔

ابوعبیدہؓ: یہی بات ہے۔ میں نے سرجس سے اقرار کیا تھا کہ اگر خفیہ راستہ جس کو وہ جانتا ہے اور وہ واقعی بند کیا گیا ہے تو میں اسے رہا کر دوں گا۔

یوقنا (جلدی سے): ایسا غضب نہ کیجیے گا۔ یہ بہت بڑا بدمعاش اور مکار ہے۔ اسے تو سخت سزا

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

دینی مناسب ہے۔

ابوعبیدہؓ: وہ مکار سہی لیکن ہم اپنے دستور کے خلاف نہیں کر سکتے۔ ہم اسے ضرور رہا کریں گے۔

یوقنا خاموش ہو گیا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے سرجس سے کہا:

"تم دغا باز اور مکار ہو۔ تم نے خلاف تہذیب حرکت کی ہے جس کی سزا تو موت تھی لیکن میں نے تم سے رہائی کا وعدہ کیا تھا۔ میں تمہیں رہا کرتا ہوں لیکن تمہیں اقرار کرنا ہو گا کہ آئندہ نیک چلن رہو گے کسی کو دھوکا نہ دو گے۔ ورنہ تمہاری سزا موت ہو گی۔"

سرجس نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"حضور، میں آئندہ کسی کے ساتھ فریب نہ کروں گا۔ اگر میں کسی کو دھوکا دوں تو آپ کو اختیار ہے آپ مجھے قتل کر دیں۔"

حضرت ابوعبیدہؓ نے اشارہ کیا اور سرجس کو رہا کر دیا گیا۔ اس نے رہا ہوتے ہی زمیں بوس ہونا چاہا مگر حضرت ابوعبیدہؓ نے اسے سختی سے روک دیا۔

اس نے شکر گزار نظروں سے ان کو دیکھ کر سلام کیا اور محبت و حسرت بھری نظروں سے پری جمال لوسی کو دیکھ کر قلعہ سے باہر چلا گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے سدا بہار وادی کا نقشہ نکال کر لوسی کو دیتے ہوئے کہا:

"پیاری بیٹی، یہ سدا بہار وادی کا نقشہ ہے۔ اس وادی میں تیرے چچا نے تیرے لیے دفینہ چھوڑا ہے تجھے ہی مبارک رہے۔ اس نقشہ کو احتیاط سے پاس رکھو اور فرصت کے وقت وادی میں جا کر اپنے دفینے کو تلاش کر لینا۔"

یوقنا مسلمانوں کی بے غرضی سے بے حد متاثر ہوا۔

لوسی نے اپنے نازک ہاتھوں میں نقشہ لے لیا اور متشکر نگاہوں سے حضرت ابوعبیدہؓ کو دیکھا۔ انہوں نے لوسی سے کہا:

"بیٹی، اب تم جا کر آرام کرو اور بے پردہ نہ پھرو۔ کم از کم چہرے پر نقاب ضرور ڈال لیا کرو۔"

زیتون اور لوسی اٹھ کر چلی گئیں تب حضرت ابوعبیدہؓ نے یوقنا سے کہا:

"آپ کچھ بارکیں اسلامی لشکر کے لیے خالی کرا دیں۔ قلعہ کے اندر میدان میں خیمہ زن ہونے سے آپ کو اور عربوں کو دونوں ہی کو تکلیف ہے۔"

یوقنا: بہتر ہے۔ میں ابھی بارکیں خالی کرائے دیتا ہوں۔

یوقنا اٹھ کر چلا گیا۔ اس نے قلعہ کے شمالی جانب کی کل بارکیں خالی کرا دیں اور ان بارکوں میں مسلمان فروکش ہو گئے۔

○

وامقؓ ابوالہول بری طرح زخمی ہوئے تھے۔ یوقنا کے ڈاکٹر اور عربی طبیب دونوں نے نہایت غور و خوض سے علاج کیا۔ بڑی جدوجہد کے بعد تقریباً دو ہفتے میں امید ہو چلی کہ وامقؓ کے زخم مندمل ہو کر انہیں آرام ہو جائے گا۔

اس عرصہ میں ان کے ہمراہیوں کو آرام آ گیا تھا لیکن وامقؓ کو ابھی تک بستر سے اٹھنے کی بالکل اجازت نہ تھی۔

دن گزرتے رہے۔

صبح سے شام اور شام سے صبح ہوتی رہی۔

اور ہر صبح اور ہر شام وامقؓ رو بصحت ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کو بالکل صحت ہو گئی۔ صرف ضعف باقی رہ گیا۔

اس دوران قلعہ کے وہ رومی جو نواح میں رہتے تھے اور جن کو یوقنا کی سفارش سے حضرت ابوعبیدہؓ نے رہا کر دیا تھا، اسلامی لشکر میں آتے رہے۔ ان کے ساتھ خرید و فروخت کرتے کرتے اب ان کی وحشت کم ہو گئی۔ وہ صبح سے شام تک عربوں کے ساتھ رہتے۔ ان کی ایمانداری اور عبادت گزاری دیکھ دیکھ کر ان کے گرویدہ ہو گئے۔ رفتہ رفتہ وہ بھی مسلمان ہونے لگے۔

اب وامقؓ کا ضعف بھی جاتا رہا تھا۔ وہ بالکل تندرست ہو گئے تھے۔

ایک روز جبکہ مسلمان ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے، حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس سرداران عرب اور یوقنا بیٹھے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"خدا کا شکر و احسان ہے کہ اس نے فاتح حلب وامقؓ کو صحت عطا فرمائی۔ ان کے آرام ہونے کے انتظار میں آج تک عربی لشکر یہاں مقیم رہا مگر اب فضول پڑے رہنے سے کیا حاصل؟"

خالدؓ: بے شک اب یہاں پڑے رہنا بیکار ہے۔ لشکر بھی دلبرداشتہ ہو رہا ہے۔ آج یہ طے ہونا چاہیے کہ اب ہم کس طرف پیش قدمی کریں۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

یوقنا: مجھے افسوس ہے کہ میں نے بہت سے مسلمانوں کو اس وقت شہید کیا جب میں عیسائی تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب میں مسلمان ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جیسی میں نے عیسائی مذہب کی خدمت کی ہے اس سے زیادہ اسلام کی خدمت کروں۔

شبانہ روز یہی سوچتا رہا ہوں اب میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے شاید اس پر عمل کر کے میں اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکوں۔

ابوعبیدہؓ: آپ کو گزشتہ باتوں پر متاسف نہیں ہونا چاہیے۔ خدا اپنے اس بندے سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے جو کفر و شرک سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیتا ہے۔ صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس میں کفر و شرک کا شائبہ بھی نہیں۔

یہ خدا کا احسان ہے کہ توبہ کرنے والے بندے کے کل گناہ وہ معاف کر دیتا ہے لیکن اگر اس نے مسلمان ہونے پر بھی اپنی بدقسمتی سے شرک کیا تو وہ بہشت سے محروم ہو گیا۔ خوش قسمت وہی ہے جو مسلمان ہونے کے بعد شرک سے مجتنب رہے۔ اسلام کی خدمت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اب آپ فرمائیے آپ کے ذہن میں کیا بات آئی ہے۔

یوقنا: حلب کے بعد قلعہ اعزاز ہے۔ وہ قلعہ بھی قلعہ حلب کی طرح نہایت مستحکم ہے۔ اس پر آسانی سے قبضہ ہونا سخت دشوار ہے۔

قلعہ اعزاز کا مالک میرا چچا زاد بھائی دادریس ہے۔ وہ پکا عیسائی ہے۔ مسلمانوں کے سایہ سے بھڑکتا ہے۔ اس کے پاس لشکر بھی کافی ہے۔ وہ عرصہ تک قلعہ کی حفاظت کر سکتا ہے۔ اگر آپ نے اس کے قلعے کا محاصرہ کیا تو اس کے فتح کرنے میں عرصہ لگ جائے گا اور اس عرصہ میں ہرقل اعظم (رومی شہنشاہ) رومیوں کا ٹڈی دل لشکر بھیج کر آپ کی مشکلات میں اضافہ کر دے گا۔ اس لیے میری رائے میں آپ میرے ہمراہ سو بہادر مسلمانوں کو روانہ کر دیں اور وہ اس طرح میرے پیچھے روانہ ہوں جیسے میں بھاگ رہا ہوں اور وہ میرے تعاقب میں ہیں۔

جب میں قلعہ اعزاز کے سامنے پہنچوں گا تو دادریس سے کہوں گا کہ وہ جلد دروازہ کھول کر مجھے مسلمانوں سے بچالے۔ یقین ہے وہ فوراً دروازہ کھول دے گا۔ میں قلعہ کے اندر داخل ہو جاؤں گا۔

میرے تعاقب میں جو مسلمانوں کا لشکر جائے وہ اس گاؤں میں آدھی رات تک ٹھہرا رہے جو قلعہ اعزاز کے قریب ہے۔ آدھی رات کو میں قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا تب مسلمان قلعہ کے اندر

داخل ہو جائیں۔ یوں آسانی سے قلعہ فتح ہو جائے گا۔

ابوعبیدہؓ نے یوقنا کو غور سے دیکھ کر کہا:

"تدبیر تو نہایت معقول ہے بشرطیکہ اس میں کوئی فریب نہ ہو!"

یوقنا: خدا کی قسم اس میں کوئی فریب نہیں ہے۔ میں سچے دل سے مسلمان ہوا ہوں۔ میرے دل میں اسلام کی محبت و عظمت قائم ہو گئی ہے۔ میں اسلام کی خدمت کر کے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ شاید خدا کو میرا کوئی کام پسند آجائے اور میں اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکوں۔

ابوعبیدہؓ: خدا نیتوں کو دیکھتا ہے۔ اگر آپ واقعی اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو آپ اس کی خوشنودی کے ضرور مستحق ہیں لیکن آپ نے اگر فریب کیا تو خدا کے سامنے کسی کا فریب پیش نہیں جا سکتا۔ مسلمان ہر کام کو خدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔ وہی اس کی سزا اور جزا دیتا ہے۔

یوقنا: یہ صحیح ہے لیکن اگر آپ کو فریب کا احتمال ہے تو میں اپنے ہمراہ صرف اپنی بیوی اور لونڈی کو لے جاؤں گا۔ باقی میرے پورے خاندان کی عورتیں اور مرد آپ کے پاس بطور یرغمال رہیں گے۔

ابوعبیدہؓ: ہمیں کسی یرغمال کی ضرورت نہیں۔ تم نے ابھی خدا کی قسم کھائی ہے۔ اگر تم فریب کر گئے تو خدا خود انتقام لے گا۔

اب حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ سے مخاطب ہو کر کہا:

"کہیے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟"

خالدؓ: مجھے یوقنا کی گفتگو سے صداقت کی بو آتی ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے فریب نہ کریں گے اور اگر خدانخواستہ وہ فریب کریں بھی تو ہمیں کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں سوائے اس کے کہ وہ سو عربوں کو اپنے ساتھ لے جا کر مبتلائے مصیبت کر دیں لیکن وہ اچھی طرح جان گئے ہیں کہ مسلمانوں پر خدا کی مہربانی ہے۔ خدا ضرور قلعہ اعزاز کو مسلمانوں کے ہاتھ سے فتح کرائے گا۔ اس قلعہ کے فتح ہوتے ہی یوقنا پھر ہمارے ہاتھوں میں گرفتار ہوں گے اور اس وقت ان سے ان کے فریب کا انتقام لیا جائے گا اس لیے ضرور ان کی تدبیر پر عمل کیجیے۔ شاید خدا آسانی سے قلعہ اعزاز فتح کرا دے۔

ابوعبیدہؓ: عبداللہ (یوقنا کا اسلامی نام)! خدا پر بھروسہ کر کے اپنی تدبیر پر عمل کرو۔

پھر خالدؓ سے مخاطب ہو کر کہا:

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

"سو آدمیوں کو منتخب کر کے ان کے ہمراہ کر دو۔"

خالدؓ: میں ابھی ان سو بہادروں کو منتخب کر کے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جو اسلام کے جانثار ہیں۔ جنہوں نے اسلام کی خدمت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی ہیں۔ وہ بڑی خوشی سے اس مہم پر جانے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

ابوعبیدہؓ: مغرب کا وقت قریب ہے۔ تم جلد منتخب کر لاؤ۔

خالدؓ: میں دن چھپنے سے پہلے ہی ان کو آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔

حضرت خالدؓ چلے گئے تو حضرت ضرارؓ نے کہا:

"ان کے واپس آنے تک ان ایک ہزار سواروں کو بھی منتخب کر لیجیے جو یوقنا کے تعاقب میں جائیں گے۔"

ابوعبیدہؓ: بہتر یہ ہے کہ تم خود منتخب کر لو۔

مالک اشترؓ: ہم کیسے منتخب کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص اس مہم پر جانا چاہے گا۔ مثلاً میں ہی تمنائی ہوں کہ آپ مجھے جانے کی اجازت دیں۔

ضرارؓ: لیکن بہتر ہے کہ ہم تم آپس میں ہی طے کر لیں۔ تم سب مجھے اجازت دو کہ میں ایک ہزار سوار لے کر ان کے تعاقب میں جاؤں۔

شرجیلؓ: نہیں نہیں۔ اس مرتبہ تم مجھے جانے دو۔

کعبؓ: نہیں، آپ نہ جائیے۔ آپ کو صوم و صلوٰۃ اور شب بیداری نے کمزور کر دیا ہے۔ اگر تم سب مجھے اجازت دو تو میں بہت مشکور رہوں گا۔

مالک اشترؓ: دیکھیے۔ آپ کو ایک موقعہ مل چکا ہے۔ قیسرین سے پہلے آپ ہی روانہ کیے گئے تھے۔ اس مہم پر جانے کا میں ہی مستحق ہوں۔

ضرارؓ: ٹھہریے۔ جب جوشِ شہادت ہر مسلمان کو جہاد پر جانے کے لیے برانگیختہ کرتے ہیں تو ہم آپس میں فیصلہ نہیں کر سکتے۔ سردار ہی کو حکم دیئے دیجیے وہ جس کو مناسب سمجھیں روانہ کریں۔

مالک اشترؓ: بیشک یہ ٹھیک ہے۔

ابوعبیدہؓ: جب مسلمانوں میں جہاد کا شوق سرفروشی کی حد تک پہنچا ہوا دیکھتا ہوں تو میری روح خوش ہو جاتی ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ مسلمان جو اپنے عیش و آرام کو چھوڑ کر اسلام کی خدمت کرتے ہیں۔ ایسے ہی جانبازوں کے لیے فردوس کی بشارت دی گئی ہے۔ میرے خیال میں مالک اشترؓ

اپنے ایک ہزار سوار لے کر اس مہم پر روانہ ہوں۔

مالک اشترؓ خوش ہو گئے۔ ازدیادِ مسرت سے ان کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ انھوں نے خوش ہو کر کہا:

"آپ کا شکریہ۔ آپ نے مہربانی کی ہے جسے میں مدت العمر یاد رکھوں گا۔"

اب حضرت خالدؓ آ گئے۔ ان کے پیچھے سو عرب سوار تھے۔ ان سب کے چہروں سے شجاعت ظاہر تھی انھوں نے سلام کیا اور گوشہ میں بیٹھ گئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"مسلمانو! سچا مسلمان وہ ہے جو اسلام پر اپنی جان نثار کر دے۔ میں تمہیں ایک سخت مہم پر بھیجتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تم اس مہم سے زندہ واپس آؤ گے یا نہیں۔ کیا تم جانے کے لیے تیار ہو؟"

ایک قوی ہیکل، بلند قامت، فربہ جسم عرب جرعل نے کہا:

"ہم صرف خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کے لیے اس سرد ملک میں آئے ہیں۔ ہم ہر وقت اسلام پر جاں نثاری کے لیے تیار ہیں۔ ہم اسی کو خوش قسمت سمجھتے ہیں جو اسلام پر فدا ہو جائے۔ ہمارے لیے سخت سے سخت مہم پر جانا ہی ہماری خوش قسمتی کی دلیل ہے۔ آپ حکم دیں ہم ہر مہم پر جانے کو تیار ہیں۔"

ابوعبیدہؓ: میں تم پر یوقنا کو سردار مقرر کرتا ہوں۔ تمہیں عذر تو نہیں؟

جرعل: ہمیں معلوم ہے کہ یوقنا مسلمان ہو گئے ہیں۔ آپ اگر کسی غیر مسلم رومی کو بھی سردار مقرر کر دیں گے تو ہمیں کبھی انحراف نہ ہو گا۔ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے بعد ہم پر آپ کی اطاعت بھی فرض ہے۔

ابوعبیدہؓ: جزاک اللہ۔ اچھا تم تیاری کرو۔ صبح نماز پڑھتے ہی یوقنا کے ہمراہ چلے جاؤ۔

یوقنا: لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ انہیں رومیوں کے کپڑے پہن کر میرے ساتھ جانا ہو گا۔

ابوعبیدہؓ: ہاں آپ سب لوگوں کو رومیوں کے کپڑے پہننے ہوں گے۔

جرعل: بہت خوب۔ ہم اس حکم کی بھی تعمیل کریں گے۔

اب آفتاب غروب ہونے کے قریب آ گیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ہی سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب لوگوں نے وضو کیا اور مغرب کی نماز کی تیاری کرنے لگے۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

وقت گزرتا رہا۔

عشا کی نماز بھی ہو چکی۔ صبح مہم پہ روانہ ہونے والے عرب اپنے ہتھیاروں کو حتمی دیتے رہے پچھلی رات کو وہ سو گئے۔

جب ان کی آنکھ کھلی تو صبح ہو رہی تھی۔ اذان ہو چکی تھی۔ وہ جلد جلد حوائج ضروری سے فارغ ہو کر نماز میں شریک ہوئے۔

نماز کے بعد یوقنا قلعے کے دروازے پر آیا۔ اس کے ہمراہ زیتون اور لوسی تھیں۔ اس وقت لوسی نے ہلکی گیکئی رنگ کی پوشاک زیب تن کر رکھی تھی اور سردی سے بچنے کے لیے اونی گلابی شال اوڑھ رکھی تھی۔ ایک نیم وارفتہ کا تاج اس کے نازک سر پہ تھا۔

اس وقت وہ کسی قدر خوش نظر آ رہی تھی غالباً اس لیے کہ وہ اپنے چاہنے والے کے پاس جا رہی تھی۔ اس وقت اس نے اپنے عارض تاباں پہ جالی دار نقاب ڈال رکھا تھا۔

یوقنا کو دروازے پر کھڑے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ سو عرب سوار اس کے قریب آئے۔ تین گھوڑے دروازے کے قریب کھڑے تھے۔

یوقنا ان عربوں کو دیکھتے ہی اپنے گھوڑے پہ سوار ہوا۔ ملکہ زیتون اور لوسی بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئیں اور یہ سب اس تیزی سے قلعہ اعزاز کی طرف دوڑے جیسے کوئی واقعی ان کا تعاقب کر رہا ہو۔

یوقنا کی روانگی کے تین گھنٹے بعد مالک اشترؓ معہ ایک ہزار سواروں کے روانہ ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ قلعہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر ان سواروں کو اس وقت تک دیکھتے رہے جب تک وہ نظر آتے رہے۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ دعا مانگتے ہوئے اپنی قیام گاہ کی طرف واپس چلے گئے۔

○

بیمارِ محبت

○

لاون مع الخیر قلعہ اعزاز میں پہنچ گیا تھا۔ اس کی والدہ کو خفیف سی حرارت ہو گئی تھی۔ اس کے پہنچنے سے پہلے اسے آرام ہو گیا تھا۔

چونکہ لاون کو غم عشق نے متفکر کر دیا تھا اور کچھ اس کی طبیعت بھی ناساز تھی اور ان سب پر طرہ لوسی کی جدائی کا ملال تھا اس سے وہ بہت کمزور ہو گیا تھا۔

اس کی والدہ اس کی یہ حالت دیکھ کر بے چین ہو گئی۔ اس نے اسے سینے سے لگا لیا اور اس سے اس کے افسردہ خاطر ہونے کی وجہ پوچھنے لگی۔

لاون کا دل زخم خوردہ تھا۔ اس کی والدہ کی ہمدردی نے اس کے دل میں ٹیس پیدا کر دی۔ اس کے آنسو جاری ہو گئے۔

ماں کی محبت مشہور ہے۔ کوئی ماں اپنی اولاد کو آزردہ خاطر نہیں دیکھ سکتی۔ ہر ماں اپنے بچوں کو غمگین دیکھ کر بے چین ہو جاتی ہے۔ یہ کوشش کرتی ہے کہ چاہے جس قدر مصیبت وہ برداشت کرے مگر اس کی اولاد خوش و خرم رہے۔ اسی فکر میں اپنا عیش و آرام بھول جاتی ہے اور جب تک اس کے بچے خوش نہیں ہو جاتے وہ بھی خوش نہیں ہوتی۔

اکثر والدین اولاد کی محبت میں خدا کی بھی نافرمانی کر جاتے ہیں۔ اولاد اگر ساری عمر اپنے والدین کی خدمت کرتی رہے۔ تب بھی وہ ان کے حقوق کو ادا نہیں کر سکتی۔

والدین کا رتبہ بہت بڑا ہے۔ لائق اولاد اپنے والدین کا اس درجہ ادب کرتی ہیں کہ نگاہ اٹھا کر

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

ان کی طرف نہیں دیکھتیں۔ ان کے سامنے نرمی اور آہستگی سے گفتگو کرتی ہیں۔ ان کی خدمت فرض سمجھتی ہیں۔ ایسی ہی اولاد دنیا اور آخرت میں شاد کام ہوتی ہے۔

بدبخت ہے وہ اولاد جو اپنے والدین کی خدمت نہیں کرتی اور لعنت ہے اس اولاد پر جو اپنے والدین کو تکلیف دیتی ہے۔ ایسی اولاد ذلیل و خوار ہوگی اور عاقبت میں اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔

لاون کے آنسو جاری ہوتے ہی اس کی والدہ بے تاب ہو گئی۔ اس کے بھی آنسو جاری ہو گئے اس نے لاون سے کہا:

"میرے بیٹے! تجھے کیا غم ہے؟ تو کیوں رو رہا ہے؟ مسیح کے لیے مجھے بتا میں تیرا غم دور کرنے کی کوشش کروں گی۔"

لاون: پیاری ملکہ! میں بدقسمتی سے اس غم میں مبتلا ہوں جس کا درماں نہیں ہو سکتا۔ میری موت ہی مجھے غم سے نجات دلا سکتی ہے۔

لاون کی والدہ کو سب ملکہ کہتے تھے۔ وہ اپنے بیٹے کی یاس بھری باتیں سن کر اور مضطرب ہو گئی دلدہی کے طور پر کہا:

"میرے پیارے لاون! اس قدر ناامید نہ ہو۔ تو مجھے اپنے غم کی وجہ بتا تو سہی۔

لاون: کاش تم مجھے طلب نہ کرتیں۔

ملکہ: تو کیا یوفتا کی طرف سے شکایت ہے؟

لاون: نہیں۔

ملکہ: زیتون کی کوئی بات ناگوار گزری؟

لاون: نہیں نہیں۔ میں ان کی مہربانیوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔

ملکہ: پھر کیا بات ہے۔ بتا تو سہی۔

لاون: میں نے اس غم کو خود خریدا ہے۔

ملکہ: کیا مطلب؟

لاون: تم نے لوسی کو دیکھا ہے؟

ملکہ: ہاں میں نے دیکھا ہے۔ وہ نہایت خوبصورت لڑکی ہے۔ میں سمجھ گئی۔ تجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔ میرے پیارے بیٹے غم نہ کر۔ میں آج ہی تیرے باپ سے ذکر کروں گی۔ وہ یوفتا کو لوسی کی بہن کا پیغام بھیجے گا۔

لاون کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس کا باپ وادریس کمرے میں آیا۔ اس کے چہرے سے خشونت کے آثار ظاہر تھے۔ فرطِ غیض سے آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کے پیچھے لاون کا بڑا بھائی لوقا تھا۔

لوقا نہایت سلیم اور بردبار تھا۔ لاون اور لوقا میں بے انتہا محبت تھی۔ دونوں ایک روح دو قالب تھے۔ ایک دوسرے کو بے چین دیکھ کر مضطرب ہو جاتے تھے۔

لوقا راہب بننا چاہتا تھا اس لیے وہ مذہبی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ لاون کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔

لوقا اس کو اس حالت میں دیکھ کر بے چین ہو گیا۔ اس نے اپنی والدہ سے مخاطب ہو کر پوچھا:

"پیاری ملکہ۔ لاون کیوں رو رہے ہیں؟"

ملکہ: بیٹے۔ اسے لوسی سے محبت ہو گئی ہے۔

ملکہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ وادریس نے تحکمانہ لہجے میں کہا:

"بس خبردار۔ کم بخت لوسی اور اس کے بدبخت باپ کا ذکر چھوڑ دو۔"

سب نے تعجب سے وادریس کو دیکھا۔ لاون کے دل پر چوٹ لگی۔ اس پر غم و الم کے ہجوم نے وار کیا۔ اس کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے خوف و غم ظاہر ہونے لگا۔ ملکہ نے کسی قدر پس و پیش کرتے ہوئے کہا:

"کیا ہوا؟ تم یوفتا سے ناراض کیوں ہو گئے؟"

وادریس: حلب کو عربوں نے فتح کر لیا۔ بدبخت یوفتا مسلمان ہو گیا۔ کم بخت لوسی اور زیتون بھی مسلمان ہو گئیں۔ لاون! لوسی کو بھول جاؤ۔ میں کبھی اس لڑکی کو اپنے گھر میں نہ آنے دوں گا۔

اس روح فرسا خبر کو سنتے ہی لاون پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس کی حالت اس مریض کی سی ہو گئی جس کے لبوں پر دم آ گیا ہو۔

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"پیارے باپ! رحم کرو۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

دادریس نے غضبناک ہو کر لاون کو دیکھا اور نہایت درشت لہجے میں کہا:

"لاون! یا تو توسی کو دل سے بھلا دو یا تم مر جاؤ۔"

لاون لڑکھڑایا۔ اس نے ایک جگر دوز آہ کی اور بے ہوش ہو کر گرا۔

لوقا بے تاب ہو گیا۔ اس نے جلدی سے بڑھ کر اسے ہاتھوں پر سنبھالا۔ اگر وہ اسے نہ سنبھالتا تو کمرے کے سنگی فرش پر گرتے ہی لاون کا سر پاش پاش ہو جاتا۔

لوقا بیٹھ گیا۔ اس نے لاون کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ ملکہ بھی لاون کی یہ کیفیت دیکھ کر رونے لگی۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ لوقا نے اشک بھری آنکھوں سے دادریس کو دیکھ کر کہا:

"پیارے باپ۔ ۔ ۔ ۔"

از دیادِ گریہ سے لوقا اور کچھ نہ کہہ سکا۔ دادریس نے اسی خشم آلود لہجہ میں کہا:

"لوقا! تم کچھ نہ کہو۔"

لوقا: لیکن دیکھیے میرے بھائی کی حالت نازک ہے۔

دادریس: اسے مر جانے دو۔

دادریس غضبناک ہو کر کمرے سے چلا گیا۔ لوقا کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر بہہ نکلا۔ وہ غم و افسوس سے اپنے بے ہوش بھائی کو دیکھ رہا تھا۔ ملکہ بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ وہ بھی زار و قطار رو رہی تھی۔

لوقا نے اپنی ماں سے مخاطب ہو کر کہا:

"پیاری ملکہ! میرے بھائی کو قضا مجھ سے چھینے لیتی ہے۔ میں کیا کروں؟"

ملکہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"لوقا! جلدی سے ڈاکٹر کو بلا کر لا۔ ہائے میرے بچے میرے لاڈلے لاون، آنکھیں تو کھول بیٹے!"

لوقا نے لاون کو اٹھا کر مسہری پر لٹا دیا اور خود فوراً ڈاکٹر کو بلانے چلا گیا۔ ملکہ اس کے بالین پر بیٹھ کر رونے لگی۔

اس وقت وہ سخت مضطرب تھی۔ بار بار بے چین ہو کر پہلو بدلتی تھی۔ اس کی آنکھیں لاون کے زرد چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔

لوقا جلد ہی ڈاکٹر کو لے آیا۔ ڈاکٹر نے غور سے لاون کا معائنہ کیا اور کہا:

"کوئی ناگہانی صدمہ شہزادے کی بے ہوشی کا باعث ہوا ہے۔"

لوقا: جی ہاں درست ہے ڈاکٹر صاحب! میرا بھائی اچھا تو ہو جائے گا۔

ڈاکٹر: کوئی مہلک حادثہ نہیں ہے۔ کسی اتفاقیہ غم اندوز خبر سے یہ کیفیت ہو گئی ہے۔ ابھی آرام آ جائے گا۔

لوقا: مگر دیکھیے تو۔ چہرے پر بالکل مردنی چھا گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب جلدی کیجیے۔ آپ تو ابھی کھڑے ہیں۔

ڈاکٹر: اس طرح تو آپ میرے بھی ہاتھ پیر پھلا دیں گے۔ آپ صبر کیجیے۔ دیکھیے میں ابھی کوئی تدبیر کرتا ہوں۔

لوقا: لیکن جلدی کیجیے۔ دیکھیے لاون سے زندگی کی علامتیں مفقود ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

ڈاکٹر: شہزادے۔ اک ذرا توقف کیجیے۔ گھبرائیے نہیں۔ مجھے غور کرنے کا موقع دیجیے۔

لوقا: اچھا اچھا۔ غور کر لیجیے۔

ڈاکٹر نے غور سے لاون کو دیکھا۔ لوقا بے صبری کے ساتھ امید و بیم بھری نظروں سے کبھی لاون کو اور کبھی ڈاکٹر کو دیکھ رہا تھا۔

ڈاکٹر نے دوا شروع کی۔ اس نے کوئی دوا شہزادے کو سنگھائی اور ایک کرسی مسہری کے قریب کھینچ کر بیٹھ گیا۔

ملکہ لاون کے بالین پر بیٹھی تھی۔ لوقا نے بھی ڈاکٹر کے برابر ایک کرسی کھینچ لی اور اس پر بیٹھ کر لاون کو غور سے دیکھنے لگا۔

ڈاکٹر نے ایک اور دوا سنگھائی۔ اس دوا نے فوراً ہی اثر کیا۔ شہزادے کے چہرے کا رنگ سپیدی سے ہلکا گلابی مائل ہونے لگا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی۔

لوقا بے چین ہو گیا۔ اس نے آواز دی:

"بھائی لاون۔ ۔ ۔ ۔"

ڈاکٹر نے فوراً اشارے سے اسے بات کرنے سے روکا۔ لوقا دل پر جبر کر کے خاموش ہو گیا۔ اب لاون کو ہوش آ گیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر لوقا کو دیکھا۔ اس کی نظروں سے حسرت برس

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

رہی تھی۔ لوقا مضطرب ہو گیا۔ اس نے کہا:

"بھائی لاون۔ اس قدر مایوس نہ ہو۔"

شہزادہ لاون کے آنسو جاری ہو گئے۔ لوقا سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ اس کے بھی آنسو نکل آئے۔ ڈاکٹر کے دل پہ ان دونوں کے رونے سے اثر ہوا۔ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو چھلک آئے۔ ملکہ پہلے ہی رو رہی تھی۔

لوقا نے پھر کہا:

"بھائی حوصلہ رکھو۔ مجھے تمہاری محبت کا حال معلوم ہے۔ ناامید نہ ہو۔ میں تمہاری خاطر اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔ میں بادشاہ کے سامنے عاجزی کروں گا۔ یقین ہے وہ مان جائیں گے۔"

لاون: بھائی جان۔ وہ کبھی نہیں مان سکتے۔ میری موت ہی مجھے اس غم سے نجات دے سکتی ہے۔

لوقا: نہیں نہیں۔ وہ مان جائیں گے۔ کوئی باپ اپنے بیٹے کو موت کے منہ میں نہیں جھونک سکتا۔

لاون: تم ان کو نہیں جانتے۔ وہ ہرگز ماننے والے نہیں۔

ملکہ: بیٹے! وہ غصے میں ضرور ہیں لیکن جب میں اور لوقا ان سے کہیں گے تو وہ ضرور مان جائیں گے۔

لاون کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دادریس کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے کہا:

"لوقا۔ اب لاون کیسا ہے؟"

لوقا: آہ۔ وہ اچھا نہیں ہے اس پر رحم کیجیے۔

دادریس: لوقا اسے سمجھاؤ کہ وہ اپنے دل سے اس خیالِ خام کو نکال ڈالے۔

لوقا: بہت کچھ سمجھایا لیکن اس کا دل قابو میں نہیں ہے۔

دادریس: لاون۔ میں حکم دیتا ہوں کہ تم لوسی کو بھول جاؤ۔ مجھے لوسی اور یوقنا دونوں سے نفرت ہو گئی ہے۔

شہزادے کے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے انتہائی حسرت بھری نظروں سے دادریس کو دیکھا۔ دادریس نے پھر کہا:

"بڑے افسوس اور شرم کی بات ہے کہ تم عورتوں کی طرح رو رہے ہو۔ کان کھول کر سن لو تمہارے آنسو میرے دل پر کوئی اثر نہیں کر سکتے۔ آئندہ میں تمہیں روتے ہوئے نہ دیکھوں ورنہ سخت سزا دوں گا۔"

دادریس کو غصہ آ گیا تھا۔ وہ بھاری قدموں سے چل کر باہر چلا گیا۔ اس کے انداز سے غصہ ظاہر ہوتا تھا۔

لاون کے آنسو بدستور جاری تھے۔ لوقا اور ملکہ بھی رو رہے تھے۔

لاون نے کہا:

"بھائی جان مت رو۔ دعا کرو میں جلد مر جاؤں۔"

لوقا بے تاب ہو کر بولا:

"لاون! میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں تم سے پہلے خودکشی کر لوں گا۔"

لاون: نہیں نہیں تم ایسا نہ کرنا۔ میرے بعد تم ہی والدہ کو تسلی دینا۔

لاون کی طبیعت پھر بگڑنے لگی۔ ڈاکٹر نے اس کی نبض دیکھ کر کہا:

"شہزادے کی حالت پھر خراب ہو چکی ہے۔ بہتر ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے انہیں تنہا چھوڑ دیا جائے۔"

لوقا: نہیں نہیں ڈاکٹر صاحب۔ تنہائی میں اس کی حالت اور بھی خراب ہو جائے گی۔

ڈاکٹر: اندیشہ نہ کریں۔ میں ان کے پاس موجود رہوں گا۔

لوقا: مگر میں اپنے بھائی کے پاس سے نہیں جا سکتا۔

ڈاکٹر: اگر تم شہزادے کی صحت کے خواہاں ہو تو تمہیں ضرور چلا جانا چاہیے۔

لوقا: مگر میں ایک گھنٹہ میں واپس آ جاؤں گا۔

ڈاکٹر: ہاں۔ تم ایک گھنٹہ بعد آ سکتے ہو۔

اگرچہ لوقا اور ملکہ کا دل جانے کو نہ چاہتا تھا مگر ڈاکٹر کا کہنا ماننا بھی ضروری تھا۔ وہ اٹھ کر کمرے سے چلے گئے۔

ملکہ اپنی خواب گاہ میں چلی گئی اور لوقا کلیسا میں جا پہنچا۔ یہاں اسی پادری کا لڑکا جس سے لوقا مذہبی کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ اس نے پادری کو سلام کیا۔

پادری سن رسیدہ تھا۔ اس کے بال سفید ہو گئے تھے۔ عوام اس کو ہعولی ناور کہتے تھے وہ عالم فاضل تھا۔ عیسائی مذہب پر اسے پورا عبور حاصل تھا۔ عیسائیوں کے دل پر اس کی بزرگی نیکی اور ہمدردی کا گہرا نقش تھا۔ سب اس کی تعظیم کرتے تھے۔

اس نے لوقا کا سلام لیا اور ہمدردی سے کہا:

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

"شہزادے۔ تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں بھرے ہیں؟"

لوقا: شہزادہ لاون کی طبیعت خراب ہے۔

فادر: مجھے سب معلوم ہے۔ اسے لوسی سے محبت ہے اور لوسی مسلمان ہو گئی ہے۔ اسی وجہ سے بادشاہ ناراض ہے۔

لوقا نے تعجب سے فادر کو دیکھ کر کہا:

"بے شک یہی بات ہے"

فادر: میں بھی لاون کو دیکھوں گا۔

لوقا: ضرور دیکھیے۔ ہولی فادر آپ نے ہر علم و فن کی کتابیں دیکھی ہیں۔ کیا آپ ایک بات بتا سکتے ہیں؟

فادر: اگر مجھے معلوم ہوگی تو بتاؤں گا۔

لوقا: آپ جانتے ہیں کہ عرب جاہل، ناعاقبت اندیش، متفنی، جھگڑالو اور مفلس تھے مگر جب سے وہ مسلمان ہوئے ہیں تب سے نہایت شائستہ، پرہیزگار، مہذب ہو گئے ہیں۔ یہ کایا پلٹ کیسے ہو گئی؟

فادر: صرف ایک ہستی نے انہیں بدل دیا۔

لوقا: اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ کا ان کے متعلق کیا خیال ہے؟

فادر: ہماری مقدس کتابوں میں لکھا ہے کہ ملک حجاز میں ایک نبی ہوں گے۔ ان کا مذہب اسلام بہت تھوڑے عرصہ میں مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گا۔ حضرت مسیحؑ نے بھی ان کی بشارت دی ہے۔

لوقا: اور اسلام سچا مذہب ہوگا؟

فادر: بے شک۔ کیونکہ اسلام کے پیروکار تمام گزشتہ انبیاء کے ماننے والے ہوں گے۔

لوقا: اور نئے نبی کے مبعوث ہونے سے گزشتہ نبی کا مذہب منسوخ ہو جائے گا۔

فادر: ضرور۔ اس لیے کہ جب کسی مذہب میں تغیر و تبدل ہو جاتا ہے۔ تب دوسرا نبی مبعوث ہوتا ہے۔

لوقا: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان اس نبیؐ کے پیرو ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں ملتا ہے۔

فادر گھبرا گیا۔ وہ حیران ہو کر لوقا کو دیکھنے لگا۔ لوقا نے پھر کہا:

"آپ سچ سچ بتا دیں۔ میں کسی سے نہ کہوں گا"

فادر: تم کیوں دریافت کرتے ہو؟

لوقا: اس لیے کہ اگر واقعی مسلمانوں کا مذہب سچا ہے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں۔

فادر: میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

لوقا: مقدس باپ۔ تم پردہ رکھنا چاہتے ہو۔ حالانکہ میں سب سمجھ گیا ہوں۔

فادر: تم کیا سمجھے؟

لوقا: یہی کہ جس نبیؐ کی بشارت دی جاتی رہی ہے وہ مبعوث ہو چکے اور یہ مسلمان انہی نبی کی امت ہیں۔

فادر: یہ تم نے کیسے سمجھا؟

لوقا: آپ کو معلوم ہے یوحنا پکا عیسائی تھا۔ اس نے مذہبی جوش سے از خود رفتہ ہو کر اپنے بھائی یوحنا کو مار ڈالا تھا لیکن اب وہ بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ اگر اسلام سچا مذہب نہ ہوتا تو وہ کبھی مسلمان نہ ہوتا۔

فادر: شہزادے۔ ان باتوں کو کسی اور وقت پر ملتوی رکھو۔ آؤ میں اور تم چل کر شہزادہ لاون کو دیکھیں۔

لوقا: چلیے مقدس باپ۔ بھائی لاون کی حالت خراب ہے اس کے لیے دعا کریں۔

فادر: مجھے چھوٹے شہزادے سے محبت ہے میں اس کے لیے ضرور دعا کروں گا۔

اب یہ دونوں کلیسا سے نکل کر محلسرا میں گئے اور آہستہ آہستہ چل کر شہزادہ لاون کے کمرے میں پہنچے۔

○

لاون پر اب بھی غفلت طاری تھی۔ اس کی بالیں پر بیٹھی ملکہ آنسو بہا رہی تھی۔ ڈاکٹر کسی قدر جھکا ہوا لاون کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

ہولی فادر کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ملکہ اور ڈاکٹر کھڑے ہو گئے۔ فادر ایک کرسی پر بیٹھ گیا تو ملکہ اور ڈاکٹر بھی بیٹھ گئے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لوقا مسہری کے قریب آ کر لاون پر جھک گیا۔ اس نے کہا:

"ڈاکٹر صاحب۔ اس کے چہرے پر تو مردنی چھا گئی!"

ڈاکٹر: ہاں۔ شہزادے کا مرض اب مہلک ہو گیا ہے۔

لوقا مضطرب ہو گیا۔ اس نے بے چین ہو کر کہا:

"آہ! کیا اس کی جان کا خطرہ ہے؟"

ڈاکٹر: ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

لوقا ناامید ہو گیا۔ بھائی کی محبت نے جوش کیا۔ اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ ملکہ پہلے ہی سے رو رہی تھی۔ نرم دل فادر کے بھی آنسو چھلک آئے۔

ڈاکٹر نے کہا:

"خدا کے لیے آنسو نہ بہائیے۔ اگر شہزادے کو ہوش آ گیا اور اس نے آپ کو روتے دیکھا تو اس کی حالت اور متغیر ہو جائے گی۔"

لوقا: ڈاکٹر صاحب۔ ضبط نہیں ہوتا۔ دل امڈا چلا آتا ہے۔ میرے لیے دنیا میں بھائی سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔

ڈاکٹر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ وادریس کمرے میں آیا اور کہا:

"اپنے نالائق بھائی کو مرنے دو۔"

لوقا ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا:

"خدا کے لیے اس کی جان بچائیے۔"

وادریس: نہیں۔ جو بزرگوں کا کہا نہیں مانتا اس کا مر جانا ہی اچھا ہے۔

لوقا: دل پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔ وہ اپنے دل سے مجبور ہے۔

وادریس: ایسا دل اور ایسا دل والا دونوں قابلِ گردن زدنی ہیں۔

فادر: میرے خیال میں مریض کے کمرے میں اس قدر آدمیوں کا اجتماع ٹھیک نہیں۔

ڈاکٹر: بے شک۔ مریض کو ہوش آ چلا ہے۔ اس وقت اسے تنہا چھوڑ دینا ہی مناسب ہے۔

وادریس: کمرے میں لاون کے پاس صرف ڈاکٹر کو رہنا چاہیے۔ آؤ ہم سب باہر چلیں۔

فادر: نہایت مناسب ہے۔

ملکہ: لیکن میں۔ . . . . .

وادریس: تم فضول غم کر رہی ہو۔ ایسے بے وقوف کے پیچھے اپنی جان ہلکان نہیں کیا کرتے۔ اگر اس کا وقت آ گیا ہے تو اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔

ملکہ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور چپ چاپ وادریس کے پیچھے ہو لی۔ لوقا نے حسرت سے لاون کو دیکھا اور فادر کے ساتھ چلا۔

کچھ عرصہ کے بعد لاون کو ہوش آیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ڈاکٹر نے کہا:

"آپ بولنے کی کوشش نہ کریں۔"

کچھ دیر تو لاون ڈاکٹر کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا:

"ڈاکٹر صاحب آپ کیوں زحمت اٹھا رہے ہیں۔"

ڈاکٹر: شہزادے۔ میرا فرض ہے کہ تمہاری خدمت کروں۔

لاون: میں تمہارا مشکور ہوں لیکن میرا دل ٹوٹ گیا ہے۔ میں اپنی زندگی کا خواہاں نہیں۔

ڈاکٹر: شہزادے۔ ناامید نہ ہو۔ خدا بہتر کرے گا۔

شہزادہ خاموش ہو گیا۔ شام تک ڈاکٹر اس کے پاس بیٹھا رہا۔ رات کو لوقا اور ملکہ آ گئے۔ اس وقت لاون کی طبیعت کسی قدر اچھی ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر اپنا اطمینان کر کے چلا گیا۔

دن گزرتے رہے لیکن ہر روز لاون کی طبیعت بگڑتی چلی گئی۔ ڈاکٹر نے بہت کچھ دوا دوش کی مگر افاقہ نہ ہوا۔ بقول شخصے:

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ڈاکٹر اس کے علاج سے عاجز آ گیا۔ اس نے طرح طرح کی ادویات بدل کر دیں لیکن کسی دوا نے خاک اثر نہ کیا۔ مجبور ہو کر شہزادے نے خود ہی دوا پینے سے انکار کر دیا۔

○

اب لاون بہت نقیہ ہو گیا تھا۔ اسے چلنا پھرنا دشوار تھا۔ وہ ہر وقت پڑا رہتا تھا۔ چونکہ عوام اس سے محبت کرتے تھے اس لیے سب اس کی صحت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ سب سے زیادہ ملکہ اور لوقا دن رات دعائیں مانگتے تھے۔

دعا اور دوا دونوں جاری تھیں لیکن اثر ایک کا بھی نہ ہوتا تھا۔ شہزادے کی حالت دن بدن

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

زردی ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ ڈاکٹر بھی اس کی صحت سے ناامید ہو گیا۔

دادریس دیکھ رہا تھا کہ شہزادہ لادن روز بروز کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی زندگی کی امید سافظ ہو گئی تھی لیکن وہ اپنی ضد سے باز نہیں آتا تھا۔ شہزادے سے محبت کرنے والے امیر اور وزیر، لوقا اور ملکہ سب ہی روزانہ دادریس کو سمجھاتے تھے لیکن وہ کسی کی نہ سنتا تھا۔

ایک روز جبکہ چار گھڑی دن باقی تھا، لادن اپنے کمرے میں مسہری پر پڑا تھا۔ غم عشق نے اسے گھلا دیا تھا۔ وہ ایسا نحیف ہو گیا تھا کہ اس کا وجود مشکل سے معلوم ہوتا تھا۔ اس کے چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔ اب اسے غشی کے دورے پڑنے لگے تھے۔ نقاہت کی وجہ سے بولنا دشوار تھا۔

اس وقت بھی وہ بے ہوش پڑا تھا۔ ملکہ اس کے سرہانے سجدے میں پڑی دعا مانگ رہی تھی۔ لوقا پٹی کے نیچے بیٹھا تھا۔ اس نے لادن کا کمزور ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا:

"خدایا! میرے بھائی کو بچا لے۔ ابھی وہ جوان ہے۔ یہ دن اس کے مرنے کے نہیں ہیں اور اگر اس کی موت آ گئی ہے تو میری زندگی اسے دے دے۔ اس کے بدلے مجھے موت دے دے۔"

اب ملکہ نے بھی سجدے سے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔ وہ آہستہ سے اٹھ کر لوقا کے پاس آ گئی۔ اس نے کہا:

"لوقا! مجھے کچھ امید نہیں ہے۔"

لوقا: ہاں۔ چند گھنٹوں کا مہمان ہے۔

ملکہ: ڈاکٹر نہیں آیا؟

لوقا: اب اس کا آنا بیکار ہے۔

ملکہ کی طاقت یہ سنتے ہی جواب دے گئی۔ اس نے ایک جگر خراش آہ کی اور قریب پڑی کرسی پہ گر پڑی۔

لوقا بدحواس ہو اٹھا۔ اس نے ملکہ کو دیکھا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس وقت اسے سخت رنج تھا۔ ایک طرف جوان بھائی موت سے لڑ رہا تھا۔ دوسری طرف اس کی والدہ بیٹے کے صدمے سے بے ہوش تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھک لیا اور بچوں کی طرح رونے لگا۔

اس کمرے میں خادموں یا کنیزوں کو آنے کی اجازت نہ تھی اس لیے صرف ملکہ اور لوقا ہی لادن کی تیمارداری کر رہے تھے۔

لوقا رو رہا تھا۔ غم و رنج نے اسے نیم مردہ کر دیا تھا۔ اس نے حسرت بھری نظروں سے لادن کو دیکھا اور ایک پُردرد آہ کی۔

اب وہ ملکہ کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ ملکہ کے قریب نہ پہنچا تھا کہ دادریس اور ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوئے۔

لوقا نے دادریس کو دیکھا اور بڑھ کر اس کے پاس پہنچا۔ وہ دو زانو ہو کر فرش پہ بیٹھا اور ہاتھ جوڑ کر کہا:

"خدا کے لیے لادن پر رحم کیجئے۔ وہ مر رہا ہے۔ اب اس کا آخری وقت ہے۔ اگرچہ اس کے بچنے کی امید نہیں لیکن لوسی کے متعلق آپ کی رضامندی کے الفاظ سن کر اس کی روح آسانی سے نکل جائے گی۔"

دادریس کو اس وقت بھی طیش آ رہا تھا۔ غصے سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے غضب آلود لہجے میں کہا:

"لوقا۔ بے وقوفی مت کرو۔ وہ مر رہا ہے تو مرنے دو۔"

لوقا نے نہایت عاجزی سے پھر کہا:

"اس کی حالت ایسی خراب ہو گئی ہے کہ وہ بچ نہیں سکتا۔ اس وقت دلدہی کے طور پر اسے لوسی کے متعلق کچھ کہنے میں کیا حرج ہے؟"

دادریس: جب وہ لوسی کی محبت پہ بضد ہے تو میں اپنی ضد کیوں چھوڑوں۔

لوقا: اسے لوسی سے محبت ہے اور محبت نے اسے لب گور کر دیا ہے۔ اس کو ضد نہیں ہے مجبوری ہے۔

دادریس: اسی طرح میں بھی مجبور ہوں۔

لوقا: ایک نظر اسے دیکھ تو لیجئے۔ اس کی حالت کس قدر خراب ہے۔

دادریس: میں اسے دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس وقت میں تمہاری والدہ سے کچھ خاص باتیں کرنے آیا ہوں۔

لوقا: والدہ بھی لادن کو جان کنی میں دیکھ کر بے ہوش ہو گئی ہیں۔

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

دادریس: بیٹے کے ساتھ اسے بھی مرنے دو۔

دادریس واپس لوٹا۔ لوقا کانپ گیا۔ وہ اپنے باپ کی سنگدلی پر افسوس کرنے لگا۔ پھر جلدی سے اٹھا اور دادریس کے سامنے پہنچ کر رونے لگا۔

دادریس نے پھر غضب آلود لہجے میں کہا:

"میں اس قدر گستاخی اور اس بدتہذیبی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

لوقا کے آنسو جاری تھے۔ اس نے کہا:

"خدا کے لیے لاون کو ایک نظر دیکھ لیجئے۔ اس وقت اس کی حالت ایسی ہے کہ دشمن کو بھی اس پر رحم آجائے۔"

دادریس: مجھے لاون کی صورت سے نفرت ہے۔

لوقا: اچھا ملکہ صاحبہ سے مل لیجئے۔ ان کی حالت بھی لاون کے پیچھے کیسی خراب ہو گئی ہے۔

دادریس: اس نے لاون کے پیچھے اپنا برا حال کر لیا ہے۔ میں اس سے بھی نہیں ملنا چاہتا۔

لوقا: خدا کے لیے اس قدر خشک جواب نہ دیجئے۔

دادریس: لوقا۔ ایک طرف ہٹ جاؤ۔ مجھے جانے دو۔ جب لاون مر جائے اس وقت مجھے اطلاع کر دینا۔

لوقا ڈر کر ایک طرف ہو گیا۔ اسے اپنے باپ کی سنگدلی پر سخت افسوس ہوا۔ دادریس جلد جلد قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔

لوقا دل شکستگی کے ساتھ پلٹا اور لاون کی مسہری کے پاس آیا۔ یہاں ڈاکٹر ملکہ کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

لوقا کو اس وقت سخت صدمہ تھا۔ وہ تصویرِ غم بنا کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر میں ملکہ کو ہوش آگیا۔ لوقا نے ڈاکٹر سے کہا:

"ڈاکٹر صاحب۔ ذرا لاون کو بھی دیکھیے۔"

ڈاکٹر نے نہایت غور سے لاون کو دیکھنا شروع کیا۔ اس نے پہلے اس کی نبض دیکھی۔ پھر شال جو اس کے گلے تک پڑی تھی، سرکا کر ایک گول آلہ سے اس کے بدن کا معائنہ کیا۔ نصف گھنٹہ کے قریب معائنہ کر کے ڈاکٹر نے لوقا کو دیکھا۔ لوقا نے ڈاکٹر کی نگاہوں سے سب کچھ معلوم کر لیا لیکن پھر اس نے کہا:

"ڈاکٹر صاحب کیا کیفیت ہے؟"

ڈاکٹر: شہزادہ اب نہیں بچ سکتا۔ اب اس کا صرف ایک ہی علاج ہے۔

لوقا بے تاب ہو گیا۔ اس کا سر گھومنے لگا۔ اس نے ایک کرسی کا سہارا لے کر دریافت کیا اور پوچھا:

"کیا علاج ہے؟"

ڈاکٹر: اگر دن چھپنے سے پہلے لوسی آجائے تو شہزادہ بچ سکتا ہے۔

لوقا: لیکن یہ کس طرح ممکن ہے۔

وہ بے چین ہو کر لاون کے اوپر جھک گیا۔ لاون اب بھی بے ہوش پڑا تھا۔ اس کا سانس نہایت آہستہ آہستہ آرہا تھا۔

لوقا نے لاون کا بازو پکڑ کر ہلایا۔ ڈاکٹر نے کہا:

"اب اس میں کیا رکھا ہے۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے اسے تکلیف نہ دو۔"

لیکن لوقا کی بڑھی ہوئی محبت نے ڈاکٹر کی بات سننے نہ دی۔ اس نے جاں بلب لاون کا بازو پکڑ کر پھر کہا:

"بھائی لاون!"

سچی محبت میں ضرور اثر ہوتا ہے جس محبت سے بے تاب ہو کر لوقا نے لاون کو پکارا تھا اسی محبت نے لاون پر اثر کیا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

لوقا نے پھر کہا:

"بھائی! تم مجھ سے کیوں خفا ہو؟"

لاون نے نہایت آہستہ آواز میں کہا:

"بھائی! میں دوسری دنیا میں جا رہا ہوں جہاں غم و فکر نہیں ہیں۔"

ضعف کی وجہ سے وہ رک گیا۔ پھر سانس لے کر اس نے کہا:

"آہ۔ تم رو رہے ہو۔ موت تمہارے رونے سے رحم نہیں کر سکتی۔"

لاون کا سانس پھر پھول گیا۔ وہ رکا پھر سانس لے کر کہا:

"بھائی میری خطائیں معاف کرنا۔ آہ نہ رو۔ بھائی نہ رو۔"

لاون پھر ٹھہر گیا۔ لوقا زار و قطار رو رہا تھا۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لاون نے پھر کہا:

"بھائی میرے اوپر ایک احسان کرنا۔ میرے مرنے کے بعد لوسی سے کہہ دینا کہ میں اس کی محبت میں آخر دم تک ثابت قدم رہا۔"

لوسی کا نام لیتے ہی لاون کی حالت پھر غیر ہونے لگی۔ اب ملکہ بھی اس کے قریب آگئی تھی۔ اس کے آنسو بھی جاری تھے۔ اس نے کہا:

"بیٹا لاون!"

لاون نے ملکہ کو دیکھا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"آہ۔ تم دونوں روتے ہو۔ خدا کے لیے نہ روؤ۔"

ملکہ: آہ۔ میں کیسے صبر کروں گی۔

لاون: بھائی جان تمہیں تسلی.....

لاون پھر بے ہوش ہو گیا۔ ڈاکٹر نے اسے غور سے دیکھ کر کہا:

"افسوس۔ اب مرض لاعلاج ہو گیا۔"

لوقا زار و قطار رونے لگا۔ ملکہ سجدے میں گر گئی۔ اس نے کہا:

"خدایا مجھے موت دیدے لیکن میرے پیارے لاون کو اچھا کر دے۔"

لاون کی حالت خراب ہوتی چلی جا رہی تھی۔ لوقا نے اسے دیکھا اور زور سے ایک چیخ ماری۔ لاون نے پھر آنکھیں کھولیں اور کہا:

"بھائی جان! کیا لوسی آگئی؟"

لوقا کا دل فرطِ غم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس نے کہا:

"میرے عزیز بھائی! لوسی نہیں آئی۔ وہ حلب میں آرام سے بیٹھی ہے۔"

لاون: نہیں نہیں۔ میری لوسی آگئی ہے۔ وہ قلعہ کے دروازے پر ہے۔

لوقا: پیارے بھائی! تم نے خواب دیکھا ہے۔ لوسی یہاں کہاں؟

لاون: بھائی جان میرا دل نہ توڑو۔ قلعہ کے دروازے پر جاؤ۔ وہاں تمہیں لوسی ملے گی۔

لوقا کو لاون کی اس گفتگو سے تعجب ہوا۔ اسے خیال ہوا کہ لاون کا دماغ چل گیا ہے۔ لاون نے یہ دیکھ کر کہا:

"تم تعجب کرتے ہو بھائی جان۔ میری خاطر قلعے کے دروازے تک چلے جاؤ۔ وہاں لوسی موجود ہے..... اس نے ہلکی گیکئی رنگ کی پوشاک پہن رکھی ہے..... بھاؤ۔ جلدی جاؤ بھائی!"

لوقا اسے ہذیان سمجھ رہا تھا مگر اسے اپنے بھائی سے اس قدر محبت تھی کہ وہ اس کی خاطر فوراً کمرے سے باہر چلا گیا۔

ڈاکٹر نے لاون کی کیفیت دیکھی۔ وہ اس کی طبیعت کو بحال پا کر حیران رہ گیا۔ اس نے ملکہ سے کہا:

"خدا کا شکر ہے کہ اب شہزادے کی حالت اچھی ہے۔"

ملکہ: لیکن کہیں یہ سنبھالا لانہ ہو۔

ڈاکٹر نے جواب دیا:

"بہت ممکن ہے۔"

ملکہ نے پھر سجدے میں گر کر دعا کی:

"خدایا میرے لاون کو اچھا کر دے۔"

لاون نے کسی قدر بلند آواز سے کہا:

"میں اچھا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔"

ملکہ اٹھ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ لاون کو دیکھ رہی تھی۔ لاون کے چہرے سے زردی دور ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی۔

اب آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا۔ لاون دروازے کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا تھا کہ لوقا کمرے میں داخل ہوا اور جلدی سے کہا:

"تیری لوسی آگئی۔ خدایا تیرا شکر ہے۔"

ملکہ اور ڈاکٹر نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ لوقا کے پیچھے لوسی کو آتا دیکھ کر سخت متعجب ہوئے۔ لوسی اس وقت کیکئی پوشاک زیب تن کیے تھی۔

عشق و محبت کی اس کرشمہ سازی نے سب کو حیران کر دیا۔

لوسی شرم و حیا سے آہستہ خرامی سے آ رہی تھی۔ وہ سیدھی لاون کی مسہری کے پاس گئی۔ لاون نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا:

"میری پیاری۔ میری لوسی!"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

لوسی جلدی سے لاؤن کے اوپر جھک گئی۔ اس نے اپنی سریلی آواز میں کہا:

"میرے شہزادے!"

لاؤن کے آنسو جاری ہو گئے۔

لوسی بھی رو رہی تھی۔

لوقا، ملکہ اور ڈاکٹر کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے نم ہو گئیں!

حسن و عشق کا ملاپ

یوقنا معہ زبیرن اور لوسی کے ایک سو مسلمان سواروں کو ساتھ لے کے قلعہ اعزاز کی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہ نہایت تیزی سے منزلیں طے کر رہا تھا۔

ابھی وہ پہلی ہی منزل میں تھا کہ اس نے ایک کبوتر کو نہایت تیزی سے فضائے آسمان پر جاتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت آفتاب نصف النہار کو عبور کر رہا تھا۔

یوقنا اس کبوتر کو دیکھ کر متعجب ہوا۔ اسے کچھ شبہ ہوا۔ اس کے پاس ایک شکرہ تھا۔ اس نے شکرے کو چھوڑا۔ شکرہ فراٹے بھرتا ہوا کبوتر کے پاس پہنچا۔ کبوتر نے بھی شکرے کو دیکھ لیا۔ وہ پروں کو باندھ کر ڈھیلے کی طرح نیچے گرا۔ شکرہ بھی کبوتر کی دانشمندی کو سمجھ گیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ نیچے آیا۔

جس جگہ زمین پر کبوتر اترا تھا وہاں متعدد جھاڑیاں تھیں۔ کبوتر ایک جھاڑی کے نیچے چھپ گیا۔ شکرے نے بہت تلاش کیا لیکن کبوتر نہ ملا۔ آخر وہ لوٹ آیا۔ اس پر یوقنا آگے روانہ ہوا۔

شام کے وقت اس نے پھر کبوتر کو دور پرواز کرتے دیکھا۔ اب چونکہ آفتاب غروب ہو گیا تھا اس لیے یوقنا نے شکرے کو کبوتر کے عقب میں روانہ نہیں کیا۔ وہ اس وقت قیام کرنے کی فکر میں تھا۔ چنانچہ اس نے ایک اچھی جگہ پہنچ کر قیام کیا۔ فوراً اس کے اور سواروں کے لیے خیمے نصب کیے جانے لگے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

یہ مختصر گروہ ایک دریا کے سرسبز و شاداب کنارے پر خیمہ زن ہوا۔ چونکہ ان لوگوں نے دن بھر سفر کیا تھا اس لیے وہ تھک گئے تھے۔ انہوں نے جلد جلد کھانے سے فراغت حاصل کر کے عشا کی نماز پڑھی اور اپنے اپنے خیمہ میں سونے کے لیے چلے گئے۔

لوسی کا خیمہ یوفتا کے خیمے کے قریب تھا۔ وہ اپنے خیمے میں پہنچی اور نرم و گداز بستر پر لیٹ گئی۔ اگرچہ وہ بھی تھک گئی تھی لیکن اس وقت اسے ایک نامعلوم فکر لاحق ہو گئی۔ وہ آرام کرنا چاہتی تھی مگر یہ فکر اسے آرام نہ کرنے دیتی تھی۔ وہ حیران تھی کہ آخر یہ فکر کیوں ہے مگر کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

اس وقت اس کے خیمے میں موی شمع جل رہی تھی۔ شمع کے چاروں طرف پروانے جمع تھے وہ ان پروانوں کو دیکھ دیکھ کر حسن و عشق کا سبق پڑھ رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ ٹھنڈا سانس بھرنے لگتی تھی۔

اب رات نصف کے قریب گزر گئی تھی۔ رات بالکل اندھیری تھی۔ ہر طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ آسمان پر تارے خوب چمک رہے تھے۔

اس فراخ میدان میں ہر طرف خاموشی طاری تھی۔ مسلمان غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ لوسی ابھی تک جاگ رہی تھی۔ وہ بن بن کر پڑتی تھی مگر نیند نہ آتی تھی۔ وہ کروٹیں لیتے لیتے پریشان ہو گئی تھی۔

اس نے سر سے پیر تک شال اوڑھ لی اور آنکھیں بند کر کے پڑ گئی۔ دیر تک وہ خاموش پڑی رہی مگر نیند نہ آئی۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی اور اس نے خیمے کے دروازے پر پڑا ہوا پردہ اٹھا کر باہر جھانکا۔

باہر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دور تناور درخت بڑے مہیب معلوم ہو رہے تھے۔ تمام جنگل بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔

وہ اس خوفناک منظر سے ڈر گئی۔ اس نے جلدی سے پردہ برابر کیا اور پھر بستر پر لیٹ گئی اور خیالات کو یکسو کر کے سونے کی فکر کرنے لگی۔

کچھ عرصہ کروٹیں لینے کے بعد اس پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ ابھی وہ اچھی طرح سو نہ پائی تھی کہ اس نے خیمے کے باہر کھٹکا محسوس کیا جیسے کوئی خیمے کے رسّے سے الجھ کر گرا ہو۔ وہ چونک پڑی۔ ڈر گئی۔ سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی لیکن خوف نے اسے پھر لیٹنے پر مجبور کر دیا۔

چپ چاپ پڑ گئی اور خیمے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

ابھی اسے دیکھتے ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ کسی نے دروازے کا پردہ اٹھایا اور آہستہ سے اندر آیا۔

یہ آنے والا سر سے پیر تک سیاہ چادر لپیٹے ہوئے تھا۔ لوسی اسے دیکھ کر خوف سے کانپ اٹھی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

آنے والا شخص دروازے کے قریب رک گیا۔ اس نے غور سے لوسی کو دیکھا جس نے ڈر اور خوف سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

آنے والا لوسی کو سوتا ہوا سمجھ کر آگے بڑھا اور نہایت آہستہ آہستہ چل کر اس کی مسہری کے قریب پہنچا۔ خوف کی وجہ سے لوسی کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ اس کا بدن کانپ رہا تھا۔ چپ چاپ پڑی رہی۔

اس آنے والے نے مسہری کے قریب کھڑے ہو کر اپنا منہ کھولا۔ لوسی نے بھی ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے آنے والے کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔

یہ سرجس تھا۔

لوسی نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔

سرجس آہستہ سے لوسی کی پٹی کے نیچے بیٹھ گیا اور آہستہ سے بولا:

"ظالم۔ ناخدا ترس۔ تیری محبت نے مجھے تباہ کر دیا۔"

لوسی خاموش رہی۔ اس وقت وہ خیمے میں تنہا تھی۔ اگرچہ تنہائی کی وجہ سے اسے خوف تھا مگر اب اس میں دلیری آ چکی تھی اور وہ موقع کی منتظر تھی۔

سرجس نے پھر آہستہ سے کہا:

"او طلب کے چاند۔ تیری منور شعاعوں نے میرے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ آج تجھے میں اپنے ہمراہ لے جاؤں گا۔"

لوسی اس کی گفتگو سن کر حیران رہ گئی۔ اسے سمجھ نہ آیا کہ سرجس اسے کس طرح وہاں سے لے جائے گا۔

سرجس اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک سیاہ رومال نکالا۔ لوسی نے نیم باز آنکھوں سے اس رومال کو دیکھا۔ وہ سہم گئی۔ اس نے اکثر سنا تھا کہ اوباش آدمی رومال میں بے ہوشی کی کوئی

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

کوئی دوا مل کر جس کے منہ پہ ڈال دیتے ہیں وہ فوراً بے ہوش ہو جاتا ہے۔

اس وقت اس کے دل میں جرأت پیدا ہوئی۔ سرجس نے جونہی رومال والا ہاتھ اس کے چہرے کی طرف بڑھایا، لوسی فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی اور ڈپٹ کر بولی:

"کون ہے؟"

سرجس خوفزدہ ہو کر کسی قدر گھبرایا اور پیچھے ہٹ گیا۔

لوسی کھڑی ہو گئی۔ اس نے پھر کہا:

"کون ہو تم؟"

سرجس: مسیح کے لیے آہستہ بولیے۔

لوسی: سرجس۔ یہ تم ہو۔

سرجس: پیاری لوسی! یہ تمہارا دلدادہ سرجس ہی تمہارے سامنے کھڑا ہے۔

لوسی: تم پھر کیوں آئے؟

سرجس: اس کم بخت دل کی مجبوری سے آیا۔

لوسی: لیکن تم نے نیک چلن رہنے کا وعدہ کیا تھا۔

سرجس: بے شک۔ مگر تمہاری بھولی صورت نے اس اقرار پر قائم نہ رہنے دیا۔

لوسی: اور تم میرے ساتھ فریب کرنے آئے تھے؟

سرجس: فریب نہیں بلکہ دردِ دل کا درماں کرنے آیا تھا۔

لوسی: کیا تم بھول گئے تھے کہ فریب کی سزا تمہارے لیے موت تجویز ہوئی تھی۔

سرجس: مگر جس نے یہ سزا تجویز کی تھی وہ اب یہاں موجود نہیں ہے۔

لوسی: لیکن اس کے ہمراہی تو موجود ہیں۔

سرجس: ان کی مجھے پروا نہیں۔

لوسی: مگر عادل بادشاہ کا خیمہ قریب ہے۔

سرجس: بے شک قریب ہے لیکن بادشاہ اور ملکہ زیتون دونوں اپنے خیمے میں اس وقت بیہوش پڑے ہیں۔

لوسی یہ سن کر خوفزدہ ہو گئی کیونکہ اس کے خیمہ کے قریب یوفتا کا خیمہ تھا۔ عرب ان خیموں سے کسی قدر فاصلے پر تھے۔ اس وقت اسے مدد پہنچنے کی امید نہ تھی لیکن اس نے بڑے حوصلے کے ساتھ کہا:

"عادل بادشاہ اور ملکہ کیسے بے ہوش ہو گئے؟"

سرجس: پہلے میں ان کے خیمہ ہی میں گیا تھا۔ وہ دونوں سو رہے تھے۔ میں نے ان دونوں کے رومال سے منہ ڈھک دیے۔ وہ بے ہوش ہو گئے۔

لوسی: تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟

سرجس: اسی حلب کے قریب والی سرسبز سدا بہار وادی میں پیاری لوسی! وہاں سے دفینہ نکال کر تم اور میں دونوں عیش سے گزارا کریں گے۔

لوسی کچھ سوچنے لگی۔ سرجس نے پھر کہا:

"پیاری۔ کیا سوچ رہی ہو۔ میں تمہارا شیفتہ ہوں۔ ہمیشہ تمہاری خدمت کروں گا۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔"

لوسی: نہیں۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی۔

سرجس: اس وقت تم میرے قبضے میں ہو۔ میں زبردستی تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

لوسی: تم مجھے یہاں سے زندہ نہیں لے جا سکتے۔

سرجس: پیاری لوسی۔ ضد نہ کرو۔

سرجس آگے بڑھا۔ اس نے لوسی کا نرم و نازک ہاتھ پکڑ لیا۔ لوسی نے درشتی سے کہا:

"ہٹو۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

سرجس: اس بے وقوفی سے فائدہ؟

سرجس کے اس ہتک آمیز رویے سے لوسی کو طیش آ گیا۔ اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا:

"خیریت چاہتے ہو تو الگ ہٹ کر بات کرو۔"

سرجس ہنسنے لگا۔ اس نے کہا:

"یہ گیدڑ بھبکیاں فضول ہیں۔"

لوسی نازک تھی۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی جدوجہد کرنے ہی سے کمزور ہو گئی۔ سرجس نے اسے بغور دیکھ کر کہا:

"تم بیکار کوشش کر رہی ہو۔ میرے فولادی پنجے سے تمہارا ہاتھ نہیں چھوٹ سکتا۔ پیاری

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

لوسی! ایک وقت تھا کہ میں بزدل تھا۔ رات کو تنہا باہر نکلتے ہوئے خوف معلوم ہوتا تھا۔ اب تمہاری محبت نے مجھے بہادر بنا دیا ہے۔

یہ محبت ہی کی مہربانی ہے کہ میں اس قدر جرأت کر کے تنہا تمہارے تعاقب میں چلا آیا۔ آؤ مجھ پر رحم کرو اور میرے ساتھ چلو۔

میں ذی عزت ہوں۔ بہادر ہوں۔ شریف ہوں۔ لاون مجھ سے زیادہ لائق نہیں ہے۔ نہ میرے جیسا حسین ہے۔ اس بدبخت کے خیال کو دل سے نکال دو۔"

پہلے تو لوسی سب کچھ خاموشی سے سنتی رہی لیکن جب اس نے شہزادہ لاون کی توہین کی تو اسے طیش آ گیا۔

اس کی خوبصورت آنکھوں میں غصے سے سرخ ڈورے پڑ گئے جو بہت ہی بھلے معلوم ہونے لگے۔ چہرہ تمتما گیا۔ اس نے پُرغضب ہو کر کہا:

"بدذات۔ ایک شہزادی کی اس قدر توہین!"

سرجس بے حیائی سے پھر ہنسا اور بولا:

"نجات دہندہ کی قسم۔ تم اس وقت کس قدر خوبصورت معلوم ہو رہی ہو؟"

لوسی نے کسی قدر نرمی سے کہا:

"سرجس۔ گستاخی نہ کرو۔ تم چپ چاپ چلے جاؤ۔ میں تمہیں معاف کر دوں گی۔"

سرجس نے قہقہہ لگا کر کہا:

"چلے جانے کی بھی خوب کہی۔ پیاری لوسی تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

لوسی غصے سے تپ کر بولی:

"یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

سرجس: اب میں وقت ضائع نہیں کر سکتا۔

سرجس نے لوسی کو پکڑ کر گود میں اٹھا لیا۔

لوسی کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی۔

سرجس نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے نہایت آسانی سے گود میں اٹھائے ہوئے خیمہ سے باہر نکلا۔

رات اندھیری تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ کسی قدر فاصلے پر آگ روشن تھی۔ اس

آگ کے گرد عرب بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

سرجس آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ ابھی اس نے چند قدم کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گرا۔

اس کے گرتے ہی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ لوسی حیرت انگیز پھرتی سے اس کی آغوش سے نکل کر علیحدہ جا کھڑی ہوئی۔

سرجس سنبھل کر اٹھا اور کہا:

"پیاری لوسی۔ میرے ساتھ چلو۔"

لوسی: اب بھی خیریت ہے۔ چپ چاپ چلے جاؤ۔ ورنہ دیکھو سامنے وہ عرب ہیں جو میرے آواز دینے پر فوراً آ جائیں گے اور تمہیں گرفتار کر لیں گے اور پھر تم موت کے گھاٹ اتار دیے جاؤ گے۔

سرجس عربوں کو دیکھ کر کانپ گیا۔ اس نے کہا:

"نہیں نہیں۔ خدا کے لیے ان خونخوار عربوں کو نہ بلاؤ۔ اچھا پیاری رخصت۔ زندگی ہے پھر ملیں گے۔"

سرجس آہستہ سے کھسک گیا اور تھوڑی دور جا کر رات کی تاریکی میں غائب ہو گیا۔

لوسی واپس پلٹی لیکن وہ اپنے خیمے میں نہیں گئی بلکہ سیدھی یوفنا کے خیمے میں آئی۔

اس وقت ملکہ اور یوفنا دونوں بے ہوش پڑے تھے۔

اس نے خیمے کا پردہ اٹھا دیا جس سے ہوا کے سرد جھونکے خیمے میں آنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں یوفنا کو ہوش آ گیا۔ اس نے کہا:

"بیٹی۔ تو یہاں کیسے آئی؟"

لوسی نے سرجس کی کرتوت نہایت مختصر الفاظ میں بیان کر دی۔ یوفنا کو سرجس کی بدمعاشی پر سخت طیش آیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اس عرصے میں ملکہ کو بھی ہوش آ گیا۔ یوفنا نے اسے بھی سارے واقعے سے آگاہ کیا۔ ملکہ نے لوسی کے بچ جانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

لوسی کے لیے بھی اسی خیمے میں سونے کا انتظام کیا گیا۔ چونکہ رات زیادہ ہو گئی تھی اس لیے لوسی پڑتے ہی سو گئی۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

صبح کو وہ سویرے بیدار ہوئی۔ یوقنا اور ملکہ اس سے پہلے اٹھ چکے تھے۔ ان سب نے حوائجِ ضروری سے فارغ ہو کر نماز پڑھی۔

نماز پڑھتے ہی روانگی کا انتظام ہوا۔ آفتاب طلوع ہوتے ہی یہ سب روانہ ہو پڑے۔ اس وقت یوقنا کے ہمراہ جو عرب تھے وہ بھی رومی پوشاکیں زیب تن کیے ہوئے تھے۔ لوسی اور ملکہ نے چہروں پر ریشمی نقاب ڈال رکھے تھے۔

دوپہر کے قریب یہ مختصر گروہ میرہ گاؤں میں پہنچا۔ یہاں پہنچ کر ان لوگوں نے آرام کیا اور کھانے سے فارغ ہو کر بعد دوپہر پھر روانہ ہوئے۔

○

ٹھیک عصر کے وقت یوقنا قلعہ اعزاز کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے دور سے رومیوں کو قلعے کی فصیل پر کھڑے دیکھ لیا۔

یوقنا نے اپنے ہمراہی عربوں سے کہا:

"تم لوگ بالکل گفتگو نہ کرو۔ اندیشہ ہے کہ تمہاری گفتگو سے ہمارا راز فاش نہ ہو جائے۔"

جنرل: نہیں صاحب۔ ہم ہرگز گفتگو نہ کریں گے۔

یوقنا: نہایت احتیاط اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ دادریس نہایت چالاک اور سنگدل ہے اگر اسے ذرا بھی شبہ ہو گیا تو وہ ہم سب کو قتل کرا دے گا۔

جنرل: لیکن ہم شبہ ہی کیوں ہونے دیں گے؟

یوقنا: اچھا۔ خاموش! دیکھو قلعہ کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ غالباً دادریس نے فصیل سے ہمیں دیکھ لیا ہے اور وہ ہمارے استقبال کو آ رہا ہے۔ اب ہوشیاری کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔

مسلمانوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ واقعی قلعہ کا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ رومی لشکر قلعہ سے باہر آ رہا تھا۔

جب یہ لوگ قلعہ سے اور قریب ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ رومی لشکر دو رویہ راستہ کے دونوں کناروں پر سلامی کے لیے ایستادہ ہو گیا ہے۔

یوقنا اور اس کے ہمراہی آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ وہ رومیوں کے قریب پہنچے۔ رومی

سپاہیوں نے یوقنا کو سلام کیا۔

وہ سلام کا جواب دیتا ہوا آگے بڑھا۔ جب وہ رومیوں کے وسط میں پہنچا تو سامنے سے دادریس پاپیادہ استقبال کے لیے یوقنا کی طرف بڑھا۔ یوقنا نے اپنے گھوڑے سے اترنا چاہا۔ دادریس نے اسے منع کیا۔ اس کے ہمراہ چار فوجی افسر بھی تھے۔

دادریس، یوقنا کے قریب پہنچا۔ اس نے سلام کیا۔ یوقنا نے سلام کا جواب دیا۔ دادریس نے مسرت سے کہا:

"میں جس قدر بھی اپنی خوش قسمتی پر ناز کروں کم ہے۔ آپ کے تشریف لانے سے میری بڑی عزت افزائی ہوئی۔"

یوقنا: میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھ آوارۂ وطن پر مہربانی کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

دادریس: میں آپ کا خادم ہوں۔ میرا گھر آپ کا گھر ہے۔ میں خوش ہوں کہ آپ نے قدم رنجہ فرما کر مجھے عزت بخشی۔

یوقنا: آپ بڑے خلیق اور نہایت مہربان ہیں۔

دادریس نے پیچھے پھر کر اپنے ہمراہی افسروں کو کچھ اشارہ کیا۔ ایک افسر نے تین مرتبہ جھنڈی کو حرکت دی۔ دادریس نے یوقنا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کھینچا۔ یوقنا بے خبر تھا۔ اس نے سنبھلنا چاہا مگر سنبھل نہ سکا۔ دادریس نے اسے گھوڑے سے نیچے کھینچ لیا۔ اس کے ساتھی افسروں نے فوراً یوقنا کو گرفتار کر لیا۔

جب دادریس نے یوقنا کو گھوڑے سے کھینچا، ٹھیک اسی وقت ہزاروں رومی سپاہیوں نے عربوں کو لپٹ گئے اور ان کو ہاتھ پیر ہلانے کا موقع دیے بغیر گرفتار کر لیا۔

یوقنا اور عرب سخت حیران تھے۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس طرح دادریس کو ان کے خفیہ ارادے کی خبر ہو گئی۔

شہزادی لوسی اور ملکہ زینون بھی حیرت و استعجاب سے رومیوں کی اس کارروائی کو دیکھ رہی تھیں۔

جب یہ سب گرفتار ہو گئے تو دادریس نے کہا:

"ان سب کو جیل خانہ میں لے جاؤ۔ میں ان کے لیے رات کو حکم دوں گا۔"

رومی یوقنا اور ان کے ہمراہی عربوں کو حراست میں لے کر قلعہ کے اندر پہنچے۔ شہزادی لوسی اور

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

ملکہ زیتون بھی ان کے ساتھ تھیں۔

جب یہ سب قلعہ میں داخل ہو چکے تو سامنے سے شہزادہ لوقا آتا ہوا ملا۔ یہ اپنے بھائی لاون کے پاس سے آرہا تھا۔

لوقا لوسی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ محبت کے اس سحر انگیز اثر سے متعجب ہوا۔ اس نے دادریس سے کہا:

"اگر آپ اجازت دیں تو میں ملکہ صاحبہ اور شہزادی صاحبہ کو محل میں لے جاؤں۔"

دادریس: نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ دونوں بھی سازش میں شریک ہیں۔ ان کو بھی حراست میں رہنے دو۔

لوقا: ان کو سازش میں شریک ہونے کے لیے مجبور کیا گیا ہوگا۔ میں لوسی سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس نے اپنے پاک مذہب کو کیوں چھوڑا؟

دادریس: اچھا لے جاؤ لیکن اسے لاون کے پاس نہ لے جانا۔

لوقا نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ لوسی اور ملکہ کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور محل کے اندر پہنچ کر ملکہ زیتون کو اپنی والدہ کے کمرے میں بٹھا کر لوسی کو لاون کے کمرے میں لے آیا۔ یوں لوسی، لاون کے پاس پہنچی۔

ایک خاموش فتح

لوقا کی روانگی کے بعد مالک اشتر ایک ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر ان کے پیچھے روانہ ہوئے تھے۔ مسلمانوں کا یہ لشکر آہستہ آہستہ نظام کے ساتھ چل رہا تھا اور چونکہ لوقا تیزی سے گیا تھا اس لیے یہ لشکر بہت پیچھے رہ گیا تھا۔

اب انھوں نے تیزی سے بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ وہ جلد سے جلد اس گاؤں میں پہنچنا چاہتے تھے جو قلعہ اعزاز کے قریب تھا۔ اس گاؤں کا نام میرہ تھا۔

مالک نے ہراول کے طور پر کچھ عربی سواروں کو آگے روانہ کر دیا تھا اور رومیوں پر مسلمانوں کا ایسا خوف طاری تھا کہ وہ ان کی صورت دیکھ کر ہی بھاگ جاتے تھے۔

اس وقت آفتاب دن کا تین چوتھائی حصہ طے کر چکا تھا۔ دھوپ میں زردی آچلی تھی کہ دور سے عربوں کا ایک مختصر گروہ نمودار ہوا جو نہایت بے فکری اور شان و شوکت کے ساتھ چلا آرہا تھا۔

یہ گروہ میرہ گاؤں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دھوپ کی طلائی کرنیں ان سواروں پر پڑ رہی تھیں جن سے نیزے چمکنے لگے تھے۔

میرہ کے رومی باشندے ان سواروں کو دور سے آتے ہوئے دیکھ چکے تھے۔ وہ یکدم خوفزدہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے جلد جلد اپنے مویشیوں کو اکٹھا کیا اور اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو لے کر دوسرے راستے سے جنوب کی طرف بھاگ گئے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

یہ مختصر گروہ آہستہ آہستہ میرہ پہنچا۔ انھوں نے گاؤں کو رومیوں اور مویشیوں سے خالی پایا تو سمجھ گئے کہ گاؤں کے باشندے ان کے خوف سے گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ یہ مالک اشتر کا بھیجا ہوا ہراول دستہ تھا۔

ان عربی سواروں نے ایک کنوئیں پر پہنچ کر اپنے گھوڑوں کو پانی پلایا۔ ابھی وہ پانی پلا کر فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ انھوں نے اسی راستے سے، جس سے وہ خود آئے تھے، ایک عربی لشکر آتا دیکھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے یہ لشکر قریب آ گیا۔ سب سے آگے مالک اشتر تھے جن کے ہاتھ میں ہلالی پرچم تھا۔ پہلے سے آنے والے عرب اس لشکر کے استقبال کو بڑھے۔ جب یہ ایک دوسرے کے سامنے ہوئے تو مالک اشتر نے کہا:

"قیس! کیا تم نے گاؤں کے رومیوں کو گرفتار کر لیا ہے؟"

قیس: گرفتار کیسے کرتا۔ اس گاؤں کے رومی تو میرے آنے سے پہلے ہی بھاگ گئے۔

مالک نے تعجب سے کہا:

"کیا تمہیں کوئی رومی گاؤں میں نہیں ملا؟"

قیس: نہیں۔ گاؤں بالکل خالی پڑا ہے۔

مالک: مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں رومیوں کو ہمارے ارادے کی خبر نہ ہو گئی ہو۔

قیس: مجھے بھی یہی فکر ہے۔ ممکن ہے یوقنا نے ہمارے ساتھ فریب کیا ہو اور وہی ان گاؤں والوں کو ساتھ لے گیا ہو۔

مالک: میرا دل کہتا ہے کہ یوقنا مسلمانوں کے ساتھ فریب نہیں کرے گا کہیں رومیوں کو ہمارے خفیہ مشورے کی تو خبر نہیں ہو گئی۔

قیس: یہی قرین قیاس ہے۔ ضرور کوئی جاسوس اس وقت ہمارے مشورے میں شریک تھا۔

مالک: اگر یہ قیاس صحیح ہے تو سمجھ لو، یوقنا اور ان کے ہمراہی مصیبت میں پھنس گئے۔

قیس: خدا کی قسم۔ آپ کا خیال درست ہے۔ میرے دل میں بھی یہی وسوسہ پیدا ہوا ہے۔ افسوس اب کیا ہو گا۔

مالک: خدا بہتر کرے گا۔ اب ہمیں ایک لمحہ توقف کیے بغیر آج رات ہی قلعہ اعزاز کے قریب پہنچ جانا چاہیے۔

قیس اس وقت دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ مالک نے کہا:

"قیس! تم کیا دیکھ رہے ہو؟"

قیس نے اس طرف اشارہ کر کے کہا:

"ذرا اس طرف دیکھیے۔ وہ کچھ گرد و غبار اڑتا ہوا نظر آ رہا تھا۔"

اب آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ تاریکی اپنا تسلط کرتی جا رہی تھی۔ جس طرف قیس نے اشارہ کیا تھا، مالک نے اس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ انھیں بھی دور گرد و غبار اڑتا ہوا نظر آیا جو چرخ کھا کر آسمان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مالک اشتر نے کہا:

"قیس معلوم ہوتا ہے کوئی لشکر اسی طرف آ رہا ہے۔ تم اسی جگہ ٹھہرو میں خبر لے کر آتا ہوں کہ یہ کون لوگ ہیں؟"

قیس: لیکن آپ احتیاط رکھیے گا۔ کہیں یہ لشکر دشمنوں کا نہ ہو۔

مالک: تم اطمینان رکھو۔

مالک اشتر چلے گئے۔ قیس نے سپاہیوں کو آرام کرنے کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے سب سے پہلے وضو کر کے نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر قیس نے پھر اسی طرف دیکھا جس طرف ذرا دیر پہلے غبار نظر آ رہا تھا۔

مسلمان مالک اشتر کے لیے متفکر تھے۔ اگرچہ انھوں نے سارا دن سفر کیا تھا۔ اس وقت انھیں آرام کرنے اور کھانے پینے کی ضرورت تھی مگر مالک اشتر کی فکر نے انھیں کھانے پینے اور آرام کرنا بھلا دیا تھا۔

اب ہر طرف تاریکی چھا گئی تھی۔ آسمان پر ستارے چمکنے لگے تھے۔ مسلمان اس وقت سخت فکرمند اور بے چین ہو گئے تھے۔

انھوں نے مالک اشتر کو تلاش کرنے کا ارادہ کر لیا تھا کہ گھوڑے کے آہستہ آہستہ چلنے کی آواز ان کے کانوں میں آئی۔ مسلمان ابھر ابھر کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔

آواز قریب آتی گئی لیکن بڑھتی ہوئی تاریکی کی وجہ سے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک سوار قریب آیا۔ مسلمانوں نے پہچان لیا۔ یہ مالک اشتر تھے۔ قیس نے مالک اشتر کے پاس آ کر آہستہ سے کہا:

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

"آپ کہاں رہ گئے تھے۔ ہم سب آپ کے لیے سخت متفکر تھے۔"

مالک گھوڑے سے اتر آئے اور بولے:

"میں خبر لینے گیا تھا کہ اس غبار کے پیچھے کیا ہے؟ میں نے دور سے دیکھا ہے۔ اس غبار کے پیچھے رومیوں کا لشکر تھا۔ میں اس تلاش میں تھا کہ کوئی آدمی ملے تو اس لشکر کی بابت دریافت کروں۔

اتفاق سے مجھے ایک آدمی مل گیا۔ میں نے اس سے راستے میں گفت گو کرنا مناسب نہ سمجھا میں اسے لے کر سیدھا یہاں چلا آیا۔

قیس: وہ آدمی کہاں ہے؟

مالک: وہ یہ کھڑا ہے۔ اس سے پوچھو یہ کون ہے؟ یہ لشکر کس کا ہے اور کہاں جا رہا ہے؟

مالک نے جس آدمی کی طرف اشارہ کیا تھا وہ گھوڑے کے دوسری طرف اندھیرے میں کھڑا تھا۔ قیس اسے مسلمانوں کے سامنے لے آئے۔

قیس نے اس سے دریافت کیا:

"تم کون ہو؟"

اس نے جواب دیا:

"میں عرب ہوں۔"

قیس: کس قبیلے سے ہو؟

عرب: قبیلہ بنو زید سے۔

قیس: تمہارا نام کیا ہے؟

عرب: میرا نام طارق ہے۔

مالک: قیس! تم نے بہت طول دیدیا۔ جو لشکر آرہا ہے وہ ہم سے بہت قریب ہے۔ تم ٹھہرو میں اس سے دریافت کرتا ہوں۔ طارق! مہربانی کر کے بتاؤ یہ لشکر جس کے ساتھ تم آرہے تھے، کس کا ہے؟

طارق: رومیوں کا۔

مالک اشتر نے تعجب سے کہا:

"رومیوں کا۔ یہ لشکر کہاں جا رہا ہے؟"

طارق: اس لشکر کو داور لیس نے اپنی مدد کو بلایا ہے۔

مالک: یہ کہاں سے آرہا ہے؟

طارق: قلعہ راوندان سے۔

مالک: کیا داور لیس کو اپنے قلعہ پر حملے کا خوف تھا؟

طارق: بالکل نہیں۔ اسے دفعتہً مسلمانوں کی سازش کی اطلاع ہوئی۔

مالک مضطرب ہو گئے۔ انہیں یوقنا اور ان کے ہمراہیوں کا خیال ہوا۔ وہ سمجھ گئے کہ ان کے خفیہ منصوبے کی اطلاع داور لیس تک پہنچ گئی اور یوقنا اور مسلمان مبتلائے مصیبت ہو گئے۔ انہوں نے بے چین ہو کر کہا:

"اسے سازش کی اطلاع کس ذریعے سے ہوئی؟"

طارق: قلعہ حلب میں جو کچھ یوقنا نے مشورہ دیا تھا اور جس طریقے سے اس نے اپنے ہمراہ سو عربوں کو لے کر قلعہ اعزاز میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ وہ سب ایک جاسوس نے لکھ کر کبوتر کے پروں میں باندھ دیا۔ کل وہ کبوتر داور لیس کے پاس پہنچا۔

داور لیس نے اسی وقت یوقنا کو گرفتار کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا تھا اور مجھے حاکم راوندان کے پاس مدد کے لیے بھیجا تھا چنانچہ حاکم راوندان خود پانچ سو سواروں کے ہمراہ آرہا ہے۔

طارق کی اس گفت گو سے مسلمانوں کو رنج ہوا۔

مالک اشتر بہت زیادہ متفکر ہوئے۔ قیس نے کسی قدر غور کر کے کہا:

"فکر نہ کیجیے۔ خدا بہتر کرے گا۔ اگر داور لیس نے ہمارے ساتھ فریب کیا ہے تو ہم بھی اس کے ساتھ فریب کریں گے۔"

مالک: ہم کیا کر سکتے ہیں؟

قیس: حاکم راوندان پانچسو رومیوں کے ہمراہ آرہا ہے۔ ہم گھات میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرتے ہیں جب وہ زد پر آجائے تو اس پر حملہ کر دیں اور اس کے لشکر کے تمام رومیوں کو مار ڈالیں یا گرفتار کر لیں۔ کوشش یہ ہو کہ ایک رومی بھی بچ کر نہ جانے پائے۔

جب ہم کامیاب ہو جائیں تو رومیوں کے کپڑے پہن کر قلعہ اعزاز کی طرف بڑھیں۔ وہ ہمیں راوندان کی فوج سمجھ کر قلعہ کا دروازہ کھول دیں گے اس طرح ہم انشاءاللہ آسانی سے قلعہ

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

میں داخل ہو جائیں گے۔

مالک: تدبیر تو نہایت معقول ہے۔ ہمیں اس پہ ضرور عمل کرنا چاہیے۔ شاید خدا کامیاب کر دے۔

طارق: اگر اس تدبیر پہ عمل ہو گیا تو کامیابی یقینی ہے۔

قیس: طارق۔ یہ لشکر اسی راستے سے آئے گا یا کوئی اور راستہ بھی ہے۔

طارق: اور کوئی راستہ نہیں۔ آپ گھوڑوں کی ٹاپیں نہیں سن رہے ہیں!

اب مسلمانوں نے کان لگا کر سنا تو واقعی گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آ رہی تھیں لیکن معلوم ہوتا تھا ابھی رومی دور ہیں۔

مالک اشتر نے فوراً مسلمانوں کو گھات میں چھپا دیا۔ قیس نے کہا:

"طارق! تم شور و غل کر کے ان رومیوں کو ہماری موجودگی کی اطلاع تو نہ دو گے؟"

طارق: کبھی نہیں۔ مجھے ان رومیوں سے نفرت ہو گئی ہے۔ یہ اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں لیکن انہوں نے مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ جو باتیں کسی مذہب میں بھی جائز نہیں وہ سب ان کے پاس روا ہیں۔

قیس: وہ کیسے ہی ہوں۔ تم مہربانی کر کے شور و غل نہ کرنا۔

طارق: آپ اطمینان رکھیے۔

قیس: دیکھو۔ تم نے کوئی حرکت کر کے انہیں آگاہ کرنے کی کوشش کی تو تمہیں عبرتناک سزا دی جائے گی۔ تم جانتے ہو کہ وہ صرف پانچسو ہیں اور ہم ایک ہزار۔ وہ کسی طرح بھی ہم سے بچ کر نہیں جا سکتے۔ صرف اس بات کا خیال ہے کہ تمہارے آگاہ کرنے سے کوئی رومی بھاگ کر وادیس تک نہ پہنچ جائے جس کی وجہ سے ہم اپنے ارادے میں ناکام رہیں۔

طارق: میں سمجھ گیا۔ آپ میری طرف سے بے فکر رہیے لیکن کیا آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟

قیس: بے شک۔ ہم تمہیں آزاد کر دیں گے۔

اب گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ قیس اور طارق بھی ایک پوشیدہ جگہ چھپ گئے۔

○

قبری مہینہ کی آخری تاریخیں ہونے کی وجہ سے رات نہایت تاریک تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ آسمان پر ستارے اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہے تھے۔ خلافِ معمول آج کسی قدر ہوا بھی چل رہی تھی۔

اب رومیوں کے باتیں کرنے کی آواز بھی آنے لگی تھی۔ مالک اشتر اور قیس نے مسلمانوں کو ہوشیار رہنے کی ہدایت کی۔

رومیوں کا ہر قدم مسلمانوں کے قریب ہوتا جاتا تھا۔ مسلمان نہایت مستعدی سے تیار بیٹھے تھے یہاں تک کہ رومی سامنے آ گئے۔ وہ نہایت اطمینان سے آ رہے تھے۔

مسلمانوں نے اپنے لشکر کو دور تک پھیلا کر پوشیدہ کیا تھا اور ارادہ یہ کیا گیا تھا کہ جب رومیوں کا لشکر بالکل درمیان میں آ جائے تو اس وقت ایک دم حملہ کر کے خوفزدہ رومیوں کو گرفتار کر لیا جائے۔

رومی نہایت اطمینان اور بے فکری سے آ رہے تھے۔ جب وہ مسلمانوں کے وسط میں پہنچے تو فوراً قیس نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

رومی اس نعرے کو سن کر گھبرا گئے اور خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ مسلمان جو اس آواز کے منتظر تھے وہ جلد جلد کمین گاہ سے نکلے اور وہ دو مسلمان ایک ایک رومی کو جا کر لپٹ گئے۔

رومی پہلے ہی خوفزدہ ہو رہے تھے۔ وہ اس اچانک حملے سے حیران رہ گئے۔

ابھی ان کی حیرت دور نہ ہوئی تھی کہ مسلمانوں نے حیرت انگیز سرعت کے ساتھ انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

رومیوں نے یہ کیفیت دیکھ کر تلواریں سنبھال لیں اور لڑنے کا ارادہ کیا۔ مالک اشتر ان کے ارادے کو سمجھ گئے۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا:

"رومیو! اب لڑنا بیکار ہے۔ تمہارا سردار اور اس کے ساتھی سب گرفتار ہو گئے ہیں۔ خیریت اسی میں ہے کہ ہتھیار ڈال دو۔"

رومی پہلے ہی سراسیمہ ہو رہے تھے۔ وہ اپنے سردار کی گرفتاری کی خبر سن کر اور بھی زیادہ گھبرا گئے۔

انہوں نے فوراً ہتھیار ڈال دیے۔ مسلمانوں نے جلد جلد ان سب کو گرفتار کر لیا اور ان کی مشکیں کس دیں۔

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

گرفتار کرنے کے بعد اس خیال سے کہ کوئی ان میں سے فرار تو نہیں ہو گیا، انہیں شمار کیا گیا۔ وہ پورے ۵۰۰ تھے۔

قیس نے مالک اشتر سے کہا:

"خدا کا شکر ہے کہ پہلی مہم میں کامیاب ہوئے۔"

مالک: خدا کی ذات سے امید ہے کہ ہم قلعہ اعزاز کو بھی آسانی سے فتح کر لیں گے۔

قیس: انشاءاللہ!

طارق ان دونوں کے پاس آیا اور کہا:

"اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

مالک: تم آزاد ہو لیکن اس وقت تم نے ہماری مدد کی ہے۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہمارے بھائی ہو۔ ہم ہر طرح تمہاری مدد کریں گے اور اگر جانا چاہتے ہو تو ہم تمہیں انعام دے کر رخصت کریں گے۔

طارق: میں اسلام کو پاکیزہ مذہب سمجھتا ہوں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے مگر مجھے خوف ہے کہ مسلمان مجھے مرتد سمجھ کر مار ڈالیں گے۔

مالک: اس خوف کو دل سے نکال دو۔ مسلمان نہایت خوشی سے تمہارا استقبال کریں گے۔

طارق: میں نے سنا ہے کہ جو مسلمان مرتد ہو جائے اس کا قتل کر دینا مسلمانوں پر فرض ہے۔

مالک: یہ حکم اس کے لیے ہے جو مرتد ہو کر کفر پر قائم رہے لیکن جو شخص تائب ہو کر سچے دل سے مسلمان ہو جائے وہ ہمارا بھائی ہے۔

طارق: اگر یہ بات ہے تو میں خوشی سے مسلمان ہونے کو تیار ہوں۔

مالک: تم مسلمان ہونے پر تیار ہو تو ہم خوشی سے مسلمان کرنے پر تیار ہیں۔ آؤ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا رسول جانو۔

طارق نے کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ پڑھا۔ طارق کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو بڑی مسرت ہوئی۔

مالک اشتر نے طارق سے کہا:

"اب تم ہمارے بھائی ہو جیسی ہم اسلام کی خدمت کر رہے ہیں ایسی ہی تم پر بھی اسلام کی خدمت فرض ہو گئی ہے۔ اب تم مشورہ دو کہ ہم کس طرح آسانی سے قلعہ اعزاز کے اندر داخل ہو سکتے ہیں؟"

طارق: میرا دل اسلام کی خوبیاں دیکھ دیکھ کر مسلمان ہو جانے پر رغبت کرتا تھا۔ میں سوچا کرتا تھا کہ کیا کبھی میں بھی مسلمان ہو سکوں گا۔ خدا کا شکر ہے کہ آج آرزو بر آئی اور میں مسلمان ہو گیا۔

اب میرے دل کی تمنا یہ ہے کہ اسلام کی خدمت کرتے ہوئے مروں۔ آپ نے حلب کا قلعہ دیکھا ہے؟

مالک: ہاں، دیکھا ہے۔

طارق: وہ نہایت مستحکم اور ناقابلِ تسخیر ہے۔ اگر خدا کا فضل مسلمانوں کے شاملِ حال نہ ہوتا تو وہ قلعہ کبھی فتح نہ ہوتا لیکن قلعہ اعزاز، حلب کے قلعہ سے بھی مضبوط ہے۔ اس کا فتح کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ وہ اسی طریقے سے فتح ہو سکتا ہے جیسا کہ قیس نے فرمایا ہے۔

مالک: لیکن جب تک تم مدد نہ کرو ہم اس تدبیر پر عمل نہیں کر سکتے۔

طارق: آپ جو حکم دیں میں اس کی تعمیل پر تیار ہوں۔

مالک: میں تمہارے ساتھ ایک آدمی کو کرتا ہوں۔ تم دونوں قلعہ اعزاز کے قریب جاؤ اور پہلے یہ دیکھو کہ رومی کیا کر رہے ہیں؟ اگر موقعہ ہو اور تم مناسب خیال کرو تو قلعہ کے محافظوں کو اطلاع دو کہ حاکم راوندان معہ پانچسو سواروں کے آ رہا ہے اور وہ رات کو قلعہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ چونکہ تم حاکم قلعہ کے فرستادہ ہو اس لیے یقین ہے کہ محافظ تمہارے کہنے سے دروازہ کھول دیں گے۔ پھر تم ہمیں اطلاع کر کے قلعہ میں داخل کرا سکتے ہو۔

طارق: انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔ آپ کسی دلیر اور مضبوط آدمی کو میرے ساتھ کر دیں اور ہم دونوں کو صبا رفتار گھوڑے دیں۔

مالک: اچھا تم ٹھہرو۔ میں تمہارے ساتھی اور گھوڑے کا انتظام کر دوں۔

مالک اشتر وہاں سے چلے گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایک قوی الجثہ نوجوان عرب کو ہمراہ لائے۔

یہ عرب دو گھوڑوں کی باگیں پکڑے آ رہا تھا۔ مالک نے طارق کے پاس آ کر کہا:

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

"طارق! میں اپنے چچازاد بھائی راشد کو تمہارے ہمراہ بھیجتا ہوں۔ تم دونوں خدا کا نام لے کر جاؤ اور جلد آنے کی کوشش کرو۔

طارق: انشاءاللہ۔ ہم اس کام کو جلد انجام دیں گے۔

طارق اور راشد دونوں گھوڑوں پہ سوار ہو گئے اور نہایت تیزی سے قلعہ اعزاز کی طرف روانہ ہوئے۔

○

اب ایک ثلث کے قریب رات گزر گئی تھی۔ اندھیرا اس غضب کا تھا کہ راستہ نظر نہ آتا تھا لیکن وفادار گھوڑے نہایت تیزی سے راستے کو طے کر رہے تھے۔

انھوں نے بہت جلد درمیانی راستہ طے کر لیا۔ انہیں دور سے قلعہ اعزاز کی فصیل پر روشنی نظر آئی۔ اس روشنی میں دور سے رومی سپاہی سائے کی طرح چلتے پھرتے نظر آئے۔

ان دونوں نے اپنے گھوڑوں کو اور تیز کیا اور بہت جلد قلعہ کی فصیل کے نیچے خندق سے اس طرف جا پہنچے۔

انھوں نے گھوڑوں کو روکا اور قلعہ کی طرف دیکھا۔ ابھی وہ اچھی طرح کھڑے ہو کر دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ قلعہ کے اندر سے اللہ اکبر کی دل دہلا دینے والی آواز سنی۔

یہ دونوں اس آواز کو سن کر حیران رہ گئے۔ ابھی ان کی حیرت دور نہ ہوئی تھی کہ شور و غل اور چیخ و پکار کی آوازیں آنے لگیں۔

راشد نے کہا:

"طارق! معلوم ہوتا ہے مسلمانوں نے قلعہ کے اندر جنگ شروع کر دی۔"

طارق: بے شک۔ لیکن وادریس نے یوفنا کو فریب سے گرفتار کر لیا تھا۔ پھر یہ مسلمان کیسے رہا ہوئے؟

راشد: خدا مسلمانوں کا مددگار ہے۔ دیکھو اب زیادہ زور و شور سے آوازیں آنے لگیں۔ معلوم ہوتا ہے جنگ پورے زور سے شروع ہو گئی۔

اب رومیوں اور مسلمانوں کی آوازیں جلد جلد اور زور زور سے آنے لگیں۔ طارق نے راشد کو مخاطب کر کے کہا:

"بے شک جنگ پورے زور شور سے شروع ہو گئی۔ مسلمان تھوڑے ہیں۔ رومی قلعہ کے اندر بہت زیادہ ہیں۔ کہیں خدانخواستہ رومی مسلمانوں کو ختم نہ کر دیں۔ آؤ جلد واپس چل کر مسلمانوں کو لائیں۔"

راشد: جلدی چلو۔ اب ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔

اب یہ دونوں واپس لوٹے اور گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ دیا جو ہوا سے باتیں کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔

رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی۔ یہ دونوں رات کی تاریکی میں غائب ہو گئے۔

○

لوسی کو شہزادہ لارڈن کی حالت دیکھ کر کمال صدمہ ہوا۔ وہ شہزادے کے پاس مسہری پہ بیٹھ گئی۔ لوفا، ملکہ زیتون اور ڈاکٹر ان دونوں کو تنہا چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

لوسی نے کہا:

"پیارے تم کب سے بیمار ہو؟"

لارڈن نے لوسی کے رخ پر نظریں ڈال کر کہا:

"پیاری لوسی۔ میں تمہارے پاس سے آتے ہی بیمار ہو گیا تھا۔"

لوسی: کیا بیماری ہے؟

لارڈن: تمہاری مفارقت کے صدمہ نے مار ڈالا۔

لوسی شرما گئی۔

اس نے شرم آلود نظروں سے شہزادے کو دیکھ کر کہا:

"مجھ پر کیوں الزام رکھتے ہو۔ کوئی بے اعتدالی کی ہو گی؟"

لارڈن: مشکل تو یہی ہے کہ حسینوں کو کسی کی بات کا اعتبار ہی نہیں ہوتا۔

لوسی پھر شرما گئی۔

اس کی بڑی بڑی حیا آلود نظریں جھک گئیں۔ اس نے نظریں نیچی کیے ہوئے ہی آہستہ سے جواب دیا:

"جب کوئی سچ کہے تو اعتبار بھی ہو۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لاون: لیکن حسینوں میں سچ معلوم کرنے کا معیار کیا ہے؟

لوسی: یہ تو حسینوں سے پوچھو۔

لاون: کیا خوب۔ گویا آپ حسین نہیں۔

لوسی: مجھے کیا خبر!

لاون: یہ تجاہلِ عارفانہ ہے پیاری لوسی۔ تُو دنیا کی حسینوں کی سرتاج ہے۔

لوسی: فضول تعریف سے فائدہ۔

لاون: ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ آئینہ اٹھا کر دیکھ لو۔

لوسی: میں نے آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا۔

لاون: مجھے معلوم ہے ؎

نہیں وہ دیکھتے اس ڈر سے آئینہ صادق
کوئی نہ عکس کو کہہ دے تیرا جواب ہُوا

لوسی: آپ سے باتوں میں کون جیت سکتا ہے۔ اب کب تک اسی طرح پڑے رہیں گے۔

لاون: اب آپ کی مسیحائی سے پڑے رہنے کی امید نہیں۔

لوسی: آپ کو معلوم ہے کہ چچا دارلیس نے عادل بادشاہ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

لاون: مجھے کیا خبر۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ میرا باپ عادل بادشاہ کے مسلمان ہونے سے ناراض ہے۔

لوسی: جانتے ہو عادل بادشاہ کیوں مسلمان ہوا؟

لاون: اتفاقیہ قلعہ ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے یا کوئی مصلحت ہوگی۔

لوسی: ایسی کوئی بات نہیں۔ اس نے اسلام کو سچا مذہب جانا۔

لاون: تعجب ہے جو مسلمانوں سے نفرت کرتا تھا وہ خود ہی مسلمان ہوگیا۔

لوسی: پیارے! اسلام پاکیزہ مذہب ہے۔ میں بھی مسلمان ہو چکی ہوں۔

لاون: مجھے معلوم ہے۔

لوسی کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ لوقا، زیتون اور ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوئے۔ لوسی تعظیم کے لیے کھڑی ہوگئی۔

ڈاکٹر نے لاون کی کیفیت دیکھی اور کہا:

"اب شہزادے کی طبیعت اچھی ہو چلی۔ کسی قسم کا کوئی اندیشہ نہیں رہا۔ مرض کا علاج قدرت نے خود کر دیا۔"

لاون نے لوسی کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا:

"لیکن لوگوں کو میری بیماری کی وجہ کا یقین نہیں آتا۔"

ڈاکٹر نے ہنس کر کہا:

"ان کو میں باور کرا دوں گا۔"

لوسی شرما گئی۔

اس نے شرمگیں آنکھوں سے شہزادے کو دیکھ کر کہا:

"آپ لوگوں کا نام کیوں لیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب! یہ اس مرض کا الزام مجھ پر لگا دینا چاہتے ہیں۔"

ڈاکٹر: اور یہ بالکل ٹھیک ہے۔

لوسی: آپ تو شہزادے کی طرف داری کر رہے ہیں۔

لاون: لیجیے۔ آپ پر بھی اعتبار نہیں رہا۔

لوسی: کیوں بھائی لوقا! میں غلط کہہ رہی ہوں۔

لوقا: میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ کی تشریف آوری سے لاون بھائی کی طبیعت اچھی ہوگئی۔

لوسی نے مسکرا کر کہا:

"خوب۔ آپ نے بھی در پردہ مجھے ہی ملزم ٹھہرا دیا۔"

لاون: اب تو یقین کر لیں۔

لوسی: زبردستی ہی یقین کر لوں۔

لاون کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ دارلیس کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار تھے۔ اس نے پُرغضب لہجے میں کہا:

"لوقا۔ تم نے نافرمانی کی۔"

لوقا کانپ گیا۔ اس نے خوفزدہ ہو کر کہا:

"غلطی ہوگئی۔ معاف فرمائیے۔"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

وادریس: یہ نہیں ہو سکتا۔ تمہیں اس نافرمانی کی سزا ملے گی۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔

یوقنا چپ چاپ وادریس کے ہمراہ ہو لیا۔ یہ دونوں محلسرا سے نکل کر قلعہ کے شمالی حصہ کی جانب چلے۔

○

اس وقت رات دو ثلث کے قریب گزر چکی تھی۔ رات تاریک ہونے کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ بارکوں میں کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی۔

وادریس اور یوقنا شمالی برج میں پہنچے۔ یہاں جنگی پہرہ تھا۔ سپاہیوں نے وادریس کو سلامی دی۔ وادریس نے مغرورانہ طریقہ سے سلام لیا اور برج میں داخل ہوا۔

یہ برج نہایت وسیع تھا۔ اس میں دبیز قالینوں کا فرش تھا۔ دیواروں پر سابقہ بادشاہوں کی قد آدم تصاویر آویزاں تھیں۔ ان تصویروں پر لگے ہوئے شیشے روشنی میں بری طرح چمک رہے تھے۔

سامنے آرام کرسیاں پڑی تھیں۔ ان کرسیوں کے قریب ایک لمبی، مضبوط، سیاہ میز تھی جس کے اس طرف یوقنا کھڑا تھا جس کے ہاتھ پیر زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ مغموم اور سر جھکائے ہوئے کھڑا تھا۔

یوقنا کے دونوں طرف دو قوی الجثہ رومی تھے۔ اس کے پیچھے تین قوی ہیکل رومی زنجیریں پکڑے کھڑے تھے۔

وادریس کو سوائے یوقنا کے سب لوگوں نے شاہی سلامی دی۔

وادریس سر کے اشارے سے سلام لے کر سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے یوقنا کو اپنے برابر والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ یوقنا بھی بیٹھ گیا۔

وادریس نے کہا:

"یوقنا۔ تم مجھے دھوکا دینے آئے تھے؟"

یوقنا خاموش تھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وادریس نے پھر کہا:

"یوقنا۔ تعجب ہے تم نے مسیحی مذہب کو چھوڑ کر اسلام کیوں قبول کر لیا؟"

اب یوقنا نے سر اٹھایا اور کہا:

"وادریس۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس سے نجات کی توقع ہے۔ اس میں پاکیزگی ہے۔ پرہیزگاری ہے۔ وہ خدا کو ایک بتاتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ نہ خدا کسی کا بیٹا ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔"

وادریس: میں وعظ و نصیحت سننا نہیں چاہتا۔

یوقنا: تمہیں معلوم ہے کہ میں پکا عیسائی تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے بھائی یوحنا کو مار ڈالا تھا۔

وادریس: تعجب تو یہی ہے کہ تم عقل مند ہو کر بہک گئے۔

یوقنا: عقلمند آدمی عقل کی بات کو فوراً قبول کر لیتا ہے۔

وادریس: میں مذہب کے جھگڑے میں پڑنا نہیں چاہتا۔ تم نے مجھے دھوکا دینے کا ارادہ کیوں کیا؟

یوقنا: جب میں مسلمان ہو گیا تو مجھ پر اسلام کی خدمت فرض ہو گئی۔

وادریس نے طیش میں آ کر کہا:

"پھر وہی مذہبی جھگڑا۔ میں کہتا ہوں تو نے مجھے تباہ کرنے کی سازش کیوں کی؟"

یوقنا: جب تم سننا نہیں چاہتے تو میں بھی کچھ نہ کہوں گا۔

وادریس: یوقنا۔ اب تو میرا ہم عصر نہیں ہے۔ تیرا تخت و تاج تاراج ہو گیا۔ تو مسلمانوں کا غلام اور اس وقت میرا قیدی ہے۔

یوقنا: میں مسلمانوں کا بھائی ہوں۔ میرا تخت و تاج بدستور قائم ہے۔ میرا وقار پہلے سے زیادہ ہے۔ پہلے میرا دبدبہ صرف ملک شام میں تھا۔ اب میرا تعلق عرب سے ہے اور رومی مجھ سے ڈرتے ہیں۔

وادریس: یوقنا۔ تمہارا دبدبہ تمہاری حکومت کے ساتھ فنا ہو گیا۔ اس خیال کو بھول جاؤ۔ اب تم بے کس اور غریب قیدی ہو جس کا کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔

یوقنا: خدا کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ مسلمان میرے ہمدرد ہیں۔ خدا میرا مددگار ہے۔

وادریس: خدا کبھی اپنے باغی بندے کی مدد نہیں کرتا۔

یوقنا: لیکن میں نے بغاوت سے توبہ کر کے خدا کا وسیلہ لیا ہے۔

وادریس: اسی لیے تم تخت و تاج کھو کر بے دست و پا زنجیروں میں جکڑے کھڑے ہو۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

یوفنا: عرصہ تک میں نے خدا کی نافرمانی کی ہے۔ آج اس نافرمانی کا خمیازہ بھگت رہا ہوں۔

وادریس: اگر تمہارا وار چل دیتا تو آج قلعہ اعزاز تمہارے قبضہ میں ہوتا۔

یوفنا: جب خدا کو منظور ہوگا فوراً اعزاز پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا۔

وادریس: لیکن جس وقت تم شرارت آمیز سازش کر رہے تھے اور قلعہ اعزاز کی تسخیر کے خواب دیکھ رہے تھے اس وقت تمہیں بھولے سے بھی اس راز کے انکشاف کا خیال نہ تھا۔

یوفنا: مسلمان کوئی کام چھپ کر رازدارانہ طریقہ پر نہیں کرتے۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں ڈنکے کی چوٹ کرتے ہیں۔ اگر وہ راز رکھنا چاہتے تو کسی کو بھی خبر نہ ہوتی۔

وادریس: تم نے تو بہت چھپایا۔ وہ تو میرا جاسوس تھا جو تمہارے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس نے تمہارا مشورہ سنتے ہی تمام حال لکھ کر کبوتر کے ذریعے میرے پاس بھیجدیا۔

اب تک یوفنا کو فکر تھی کہ وادریس کو کس طرح ان کے ارادے کی خبر ہو گئی۔ اب وہ فکر جاتا رہا۔ انہیں کبوتر بھی یاد آگیا جس کے تعاقب میں انہوں نے اپنا شکرہ چھوڑا تھا اور جو جھاڑیوں میں گم ہو گیا تھا۔

انہیں افسوس ہوا۔ اگر وہ کبوتر ان کے ہاتھ آجاتا تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا لیکن اب افسوس کرنا لاحاصل تھا۔

یوفنا نے کہا:

"اگر ہم خفیہ طور پر کوئی سازش کرتے تو ہر شخص کی دیکھ بھال کر لی جاتی لیکن ہمیں کوئی سازش کرنی منظور نہ تھی اسی لیے ہم نے کچھ دن چھان بین نہ کی۔ ہم نے اعلانیہ مشورہ کیا اور اس پر عمل درآمد کرنے پر آمادہ ہو گئے۔"

وادریس: میں تمہیں اسی وقت قتل کرا دیتا جس وقت تمہیں گرفتار کیا تھا لیکن میں نے تم سے تنہائی میں اس لیے ملاقات کی کہ اگر تم اسلام سے توبہ کر کے پھر عیسائی ہو جاؤ تو میں تمہیں آزاد کر دوں۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ قلعہ حلب بزور شمشیر فتح کر کے تمہیں واپس دلا دوں گا۔ بولو تم کیا کہتے ہو؟

یوفنا: میں اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں مگر افسوس ایسا نہیں کر سکتا۔

وادریس نے تعجب سے یوفنا کو دیکھ کر کہا:

"یعنی تم عیسائی ہونے سے انکار کرتے ہو؟"

یوفنا: بے شک۔ کیونکہ میں نے جس مذہب کو قبول کیا ہے وہ تمام خامیوں سے پاک ہے۔

وادریس: اس مذہب کے سامنے تمہیں اپنی زندگی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔

یوفنا: بالکل نہیں۔ اس لیے کہ ایک نہ ایک دن مرنا ضرور ہے۔ کسی کو بھی دنیا میں دائمی قیام نہیں۔ پھر کس زندگی پر خدا اور اس کے مذہب سے روگردانی کروں۔

وادریس: لیکن تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارے لیے کیا سزا تجویز کی ہے۔

یوفنا: غیب کا علم صرف خدا ہی کو ہے۔

وادریس: تم مجھ سے سنو۔

میں بہت سویرے سے ایک تیل کا کڑھاؤ بھٹی پر چڑھا کر اس میں تمہیں ڈال دوں گا اور اس کے نیچے آگ جلا دوں گا۔ جب تم اس میں جل بھن کر خاک ہو جاؤ گے تو وہ تیل تمہاری مکدر بیوی اور تمہاری لڑکی لوسی کو پلا دوں گا۔ سمجھے؟

یوفنا: لیکن اکثر انسان کا ارادہ پورا نہیں ہوتا۔

وادریس: وہ ایسوں کا جیسے تم ہو۔ خیالی بنیاد پر قلعہ تعمیر کرتے ہو۔ میرے ارادہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔ تم میرے قبضے میں ہو۔ تیل گودام میں موجود ہے۔ کڑھاؤ تیار ہے۔ پھر کس چیز کی ضرورت ہے۔

یوفنا: خدا کے حکم کی!

وادریس: تم احمق ہو۔ حکم میں دوں گا نہ کہ خدا۔ ٹھہرو ابھی تمہیں یہ خبر نہیں کہ تمہارے لیے جلاد کون تجویز ہوا۔

یوفنا خاموش رہے۔

وادریس نے پھر کہا:

"تم چپ ہو گئے۔ دیکھو میں تمہیں جلاد کی زیارت کرائے دیتا ہوں۔"

وادریس نے یوفنا کے بائیں طرف کھڑے ردی کو کچھ اشارہ کیا۔ اس نے تعظیم کے لیے سر کو جھکایا اور برج سے باہر چلا گیا۔

یوفنا کو پھر تشویش ہوئی کہ جلاد کون شخص ہوگا؟

وہ سر جھکا کر غور کرنے لگا لیکن اس کی سمجھ ہی میں نہ آیا۔ ابھی وہ غور ہی کر رہا تھا کہ پھر

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

دادریس نے طنز سے کہا:

"یوقنا۔ جلاد آ گیا۔ تم اس کی زیارت کر لو۔"

یوقنا نے دروازے کی طرف دیکھا۔ اسے اس رومی کے پیچھے جو ابھی گیا تھا۔ اس کے پیچھے مرجس آتا ہوا دکھائی دیا۔

یوقنا کو ذرا تعجب ہوا لیکن فوراً ہی تعجب دور ہو گیا اور اسے طیش آ گیا۔

دادریس نے پھر کہا:

"تم نے جلاد کو دیکھ لیا۔ اس کا نام مرجس ہے۔ یہ تمہاری فوج میں ملازم تھا۔ مجھے اس نے بتایا ہے کہ یہ لوسی پر فدا ہے۔

سنو۔ اگر تم نے آبائی عیسوی مذہب کو قبول نہ کیا تو تمہیں وہی سزا دی جائے گی جو میں پہلے کہہ چکا ہوں اور زیتون اور لوسی کو وہ تیل بھی ضرور پلایا جائے گا۔

اگر لوسی نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تو اسے تبلیغ کر کے اس کا مرجس سے نکاح کر دیا جائے گا اور زیتون مرجس کو بطور خادمہ کے دے دی جائے گی۔ اب بتاؤ تمہیں کیا منظور ہے۔"

یوقنا نہایت صبر و سکون سے دادریس کی گفتگو سنتا رہا۔ جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو اس نے دادریس سے کہا:

"آپ سمجھتے ہیں کہ میں ڈر جاؤں گا۔ مجھے تمہاری اس سمجھ پر افسوس ہے۔ جب میں خود عیسائی تھا اس وقت نہیں ڈرا۔ اب جبکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں کسی بات سے کیا ڈروں گا۔

میں سچے دل سے مسلمان ہوا ہوں اور مرتے دم تک اسلام پر قائم رہوں گا۔ مرجس نے اقرار کیا تھا کہ وہ کبھی کسی مسلمان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرے گا۔ اس نے اپنا اقرار توڑ دیا۔ اب مسلمان اس سے عہد شکنی کا انتقام لیں گے۔ لوسی تمہاری بھتیجی ہے۔ میرے بعد جو سلوک تم مناسب سمجھو اس کے ساتھ کرنا۔"

دادریس: بہت خوب۔ مرجس جو ہدایات تمہیں کر دی گئی ہیں ان پر عمل کرو۔ تم لوسی پر شیفتہ ہو لوسی تمہاری ہے۔ یوقنا کو حوالات میں لے جاؤ۔

یوقنا کے پیچھے کھڑے ہوئے رومیوں نے زنجیریں کھینچیں۔ زنجیروں کی جھنکار کی آواز برج میں گونجی۔ یوقنا رومیوں کی حراست میں روانہ ہوا۔ ان سب کے پیچھے مرجس بھی باہر کی طرف چل پڑا۔

[illegible] برج سے باہر چلے گئے۔ اس وقت برج میں صرف لوقا اور دادریس رہ گئے۔

دادریس نے لوقا کی طرف دیکھ کر کہا:

"لوقا۔ تم نے نافرمانی کیوں کی؟"

لوقا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا:

"جہاں پناہ۔ بھائی لاون کی حالت نہایت نازک تھی۔ مجھے رحم آ گیا۔ میں لوسی کو اس کے کمرے میں لے گیا۔ یہ سب میرا قصور ہے۔"

دادریس: اور اس قصور کی تمہیں سزا ملنی چاہیے۔

لوقا: اگر میں قصوروار ہوں تو معافی کی التجا کرتا ہوں۔

لوقا دو زانو کھڑا ہو کر ہاتھ جوڑ کر سر جھکائے ترحم آمیز نظروں سے دادریس کو دیکھنے لگا۔

دادریس کو اس وقت طیش آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے پرغضب لہجے میں کہا:

"نالائق۔ نافرمان۔ تجھے سزا ضرور ملے گی۔"

مگر—

اسی رات کسی نے دادریس کو قتل کر دیا۔

دادریس کے قتل کے بعد لوقا آزاد ہو کر لاون کے پاس پہنچا اور بولا:

"دادریس اب اس دنیا میں نہیں ہے لہٰذا میں یوقنا کو آزاد کر رہا ہوں لاون مگر رومی اسے زندہ نہ رہنے دیں گے۔"

لاون: یہ تو درست ہے۔

لوقا: میں یہ سب کچھ جانتا ہوں مگر مشورہ کرنا ضروری ہے۔

لاون: بہتر۔ فرمایئے کس امر میں مشورہ کرنا ہے۔

لوقا: تم یوقنا کو کیسا آدمی سمجھتے ہو؟

لاون: نہایت نیک۔ بڑا خیر خواہ

Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لوقا: میرا ارادہ ہے کہ میں یوقنا اور اس کے ہمراہی مسلمانوں کو آزاد کر دوں۔
لاون: نہایت مناسب ہے۔ یوقنا عمر بھر اس احسان کے ممنون رہیں گے۔
لوقا: اچھا۔ تم جاگتے رہو۔ میں یوقنا اور اس کے ہمراہیوں کو اسی کمرے میں لاتا ہوں۔
لاون: بڑی مہربانی۔

لوقا کمرے سے باہر چلا گیا۔ لاون بیٹھ کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔
اب رات نصف کے قریب آ گئی تھی۔ اندھیرا اس غضب کا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ آسمان کا رنگ بھی سیاہ نظر آ رہا تھا۔
لاون کو انتظار کرتے ہوئے زیادہ دیر ہوئی تھی کہ لوقا کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے یوقنا اور سو مسلمان تھے۔
لاون نے یوقنا کی تعظیم کے لیے اٹھنا چاہا مگر بڑھے ہوئے ضعف نے اسے کھڑا ہونے کی اجازت نہ دی۔
یوقنا سے لوقا نے لاون کی ساری کیفیت پہلے ہی کہہ دی تھی۔ یوقنا خود لاون کے پاس آیا اور اسے کھڑا ہونے سے منع کیا۔
لاون یوقنا کو دیکھ کر رونے لگا۔ یوقنا کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے۔ اس نے رقت بھری آواز میں کہا:
"پیارے بیٹے یہ تیری کیا حالت ہو گئی۔ افسوس اس بیماری میں تجھے باپ کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔
میرے بیٹے۔ اب رونا لاحاصل ہے۔ اگرچہ داد لیس نے میرے ساتھ بہت سختی کی ہے لیکن میں نے اسے معاف کر دیا۔ وہ میرا عزیز تھا۔"
لاون: رونا اس بات کا ہے کہ اب ہمارے سر پہ کوئی بزرگ باقی نہیں رہا۔ اب آپ ہی ہمارے بزرگ ہیں۔ آپ ہی کی ذات پر بھروسہ ہے۔
یوقنا: سب کو خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ وہی ذات بھروسہ کے قابل ہے۔ میں خوش ہوں تم دونوں بھائیوں کے دلوں میں میری عزت باقی ہے۔
لاون: عادل بادشاہ۔ ہم آپ کے فرمانبردار ہیں۔ میں اور بھائی لوقا مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ آپ ہم دونوں کو مسلمان کر لیں۔

ابھی تک یہ سب لوگ کھڑے تھے۔ اب یوقنا فرش پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی سب مسلمان بھی بیٹھ گئے۔
لوقا بھی یوقنا کے پاس آ بیٹھا۔ لاون بھی باوجود منع کرنے کے مسہری سے اتر آیا اور ان دونوں کے پاس آ بیٹھا۔ یوقنا نے کہا:
"میرے عزیزو۔ میں خوش ہوں کہ تم مسلمان ہونا چاہتے ہو لیکن تمہارا مسلمان ہونا کسی خوف یا غرض کو لیے ہوئے نہ ہو۔
حقیقت یہ ہے کہ میں نے اسلام کے اصولوں کو اچھی طرح پرکھ لیا ہے۔ میرے خیال میں اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس میں وحدانیت ہے۔ پاکیزگی ہے اور پرہیزگاری ہے۔ اگر تم مسلمان نہ بھی ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم اپنے باپ کی جگہ بدستور حاکم رہو گے۔ مسلمان تم سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں گے۔ تم دونوں اچھی طرح غور کر لو۔
لوقا: عادل بادشاہ۔ ہم دونوں خوشی سے مسلمان ہوتے ہیں۔ مسلمان ہونے میں ہماری کوئی غرض یا خوف شامل نہیں ہے۔ میں جس راہب سے عیسائی مذہب کی تعلیم پاتا ہوں وہ نہایت سچا نیک اور انجیل کا پورا واقف کار ہے وہ بھی اسلام کی تعریف کرتا ہے۔ سب سے پہلے مجھے اسی نے مسلمان ہونے پہ برانگیختہ کیا۔
یوقنا: میرے بیٹو۔ آج میں تم سے بہت زیادہ خوش ہوا۔ میں کسی طریقہ سے بھی اپنی خوشی کا اظہار نہیں کر سکتا۔
اچھا تم کلمہ شہادت پڑھو۔
لوقا اور لاون دونوں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ دونوں مسلمان ہو گئے۔ عرب ان دونوں شہزادوں کے مسلمان ہونے سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔
یوقنا نے کہا:
"اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"
لوقا: میرے خیال میں آپ قلعہ کی رومی فوج پر حملہ کر دیں۔ آپ کے اس اچانک حملہ سے گھبرا کر رومی ہتھیار ڈال دیں گے۔
اندیشہ ہے کہ کہیں رومی صبح کو ہمارے مسلمان ہو جانے کی خبر سن کر ہم سے بغاوت پہ آمادہ نہ ہو جائیں۔

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

یوقنا: نہایت نیک صلاح ہے۔ تم قلعہ کا دروازہ کھولدو کیونکہ ہمارے عقب میں مالک اشتر ایک ہزار سوار لے کر روانہ ہو گئے تھے۔ یقین ہے وہ قلعہ کے قریب ہی کہیں پوشیدہ ہوں گے۔

جب ہم باہر نکل کر نعرہ لگا دیں گے تو وہ آسانی کے ساتھ قلعے میں آجائیں گے اور پھر رومی ہتھیار ڈال کر ضرور ہماری اطاعت کر لیں گے۔

لوقا: بہتر ہے میں جا کر دروازہ کھولے دیتا ہوں۔

لوقا چلا گیا۔ لاون نے یوقنا سے کہا:

"عادل بادشاہ۔ میری تمنا تھی کہ میں بھی اسلام کی خدمت کرتا مگر میرا ضعف مجھے لڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

یوقنا: شہزادے۔ تم ہماری کامیابی کی دعا مانگو۔

کچھ دیر انتظار کر کے یوقنا نے اپنے ہمراہیوں سے کہا:

"میرے خیال میں شہزادے نے دروازہ کھول دیا ہوگا۔ تمام رومی غفلت میں پڑے سو رہے ہوں گے۔ آؤ اب چل کر ان پر حملہ کریں۔"

یہ سب لوگ اٹھ کر محاصرے سے باہر آئے۔ باہر آتے ہی انھوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگایا۔ اس نعرے کی آواز سے تمام قلعہ گونج اٹھا۔

رومی اس آواز سے بدحواس ہو گئے۔ مسلمانوں نے اندھیرے ہی میں رومیوں کی بارکوں پر حملہ کر دیا۔

رومی اس اچانک حملہ سے حیران رہ گئے۔ ایک عالمگیر شور و غل کی آواز بلند ہوئی اور ہر طرف پھیل گئی۔

یہ وہی وقت تھا اور وہی آواز تھی جس کو طارق اور راشد نے قلعہ سے باہر خندق کے کنارے پر کھڑے ہو کر سنا تھا اور پھر گھوڑے دوڑا کر مالک اشتر کو خبر دینے کے لیے تیزی سے روانہ ہو گئے تھے۔

رات بالکل اندھیری تھی۔ ہر طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ مسلمان اندھیرے ہی کو غنیمت سمجھتے تھے کیونکہ روشنی ہو جانے پر رومیوں کو ان کی تھوڑی تعداد کا پتہ چل جاتا جس سے اس جنگ کی صورت بدل جاتی کہ مسلمان صرف ایک سو تھے اور رومی ہزاروں کی تعداد میں تھے اس لیے

رومیوں کو مغلوب کر لینا آسان نہ تھا۔

اب رومی بھی ہوشیار ہو گئے تھے۔ وہ جلدی سے مسلح ہو کر قلعہ کے صحن میں جمع ہونے لگے۔ ان کے افسر کمان کرنے کے لیے آگئے۔ انھوں نے فوراً مشعلیں روشن کرنے کا حکم دیا۔ سینکڑوں مشعلوں نے رات کو دن بنا دیا۔

اب رومیوں نے مسلمانوں کو دیکھا اور ان کو تھوڑی تعداد میں دیکھ کر شیر ہو گئے۔ انھوں نے چاروں طرف سے مسلمانوں کو نرغہ میں لے کر حملہ کر دیا۔

لڑائی زور و شور سے شروع ہو گئی۔ تلواریں جلد جلد اپنا کام کرنے لگیں۔ سپاہی کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ زمین پر خون ہی خون بہنے لگا۔ قومی نعروں کی آوازوں اور زخمیوں کی چیخ و پکار سے تمام قلعہ گونج اٹھا۔

اگرچہ مسلمان نہایت جانفروشی سے لڑ رہے تھے۔ یوقنا بڑی دلیری سے بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہا تھا مگر مسلمان تعداد میں کم تھے۔ رومی کٹ کٹ کر گر رہے تھے لیکن وہ ہر طرف سے بڑھ بڑھ کر حملے کر کے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے تھے۔

مسلمانوں کا خیال تھا کہ مالک اشتر قلعہ کے قریب ہی کہیں چھپے ہوئے ہوں گے جو نعروں کی آواز سن کر فوراً قلعہ میں آجائیں گے لیکن ابھی تک ان کا کوئی پتہ نہ تھا۔

اب مسلمانوں میں کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ رومیوں نے ان کی کمزوری کو محسوس کیا اور متحد ہو کر سخت حملہ کر دیا۔

مسلمان سنگی چٹان کی طرح جمے کھڑے تھے مگر وہ اس حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ وہ گھبرا گئے کیونکہ رومیوں نے ہر طرف سے انہیں محصور کر لیا تھا۔ وہ پسپا ہو کر بھی کسی طرف سے نہ نکل سکتے تھے۔ ایک رومی افسر نے کہا:

"دغا باز مسلمانو۔ ہتھیار ڈال دو۔"

یہ وقت مسلمانوں کے لیے نہایت نازک تھا۔ ان کی طاقت جواب دے چکی تھی۔ ان کی حالت بالکل ایسی تھی جیسی اس شخص کی ہو جائے جو بیچ سمندر میں تیر رہا ہو اور اسے کہیں سے کسی قسم کی مدد پہنچنے کی امید نہ ہو۔ اس کی طاقت زائل ہو چکی ہو اور وہ ڈوبنے کے لیے تیار ہو اور حسرت سے چاروں طرف دیکھ رہا ہو۔

یوقنا مسلمانوں کی یہ کیفیت دیکھی۔ اگرچہ اس کی اپنی طاقت بھی جواب دے چکی تھی مگر

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

اس نے کڑک کر کہا:

"کبھی نہیں۔ مسلمان کبھی ہتھیار نہیں ڈال سکتے۔"

یہ کہہ کر یوقنا نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے نعرہ میں اس کا ساتھ دیا۔ اس نعرے نے قلعہ میں ایک بار پھر گونج پیدا کر دی۔

جب اس نعرہ کی گونج ختم ہوئی تو قلعہ کے باہر سے اللہ اکبر کے نعرہ کی پُر زور آواز آئی۔ اس آواز سے مسلمانوں کے دل ایکدم بڑھ گئے۔

یوقنا نے فوراً بڑھ کر اپنی پوری قوت سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اب پھر جنگ شروع ہو گئی۔ سپاہیوں کے سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔

رومیوں نے ہر طرف سے پھر ایک سخت حملہ کیا۔ مسلمانوں نے مردانہ وار اس حملہ کو روکا اور یوقنا نے جوابی حملہ کر دیا۔

جب قلعہ کے اندر رومیوں کو دوسری طرف سے اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز آئی تو رومی اس آواز کو اپنے قریب سن کر گھبرا گئے۔ وہ ہر طرف سے سمٹ کر شمال کی طرف صفیں باندھنے لگے۔ ابھی انہوں نے اپنی صفیں درست بھی نہ کی تھیں کہ مالک اشتر اور ان کے ہمراہی رومیوں کے مقابلہ پر آ گئے۔

رومیوں نے خوفزدہ نگاہوں سے آنے والے مسلمانوں کو دیکھا۔ ان کے افسروں نے جوش دلا کر رومیوں کو حملہ کرنے پر برانگیختہ کیا۔ رومیوں نے جوش میں آ کر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے اس حملہ کی مدافعت کی۔ جب رومی کسی قدر پیچھے ہٹے تو مسلمانوں نے پوری قوت سے جوابی حملہ کیا۔ اس پہلے ہی ہلے میں سینکڑوں رومی لقمۂ اجل بن گئے۔

رومی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ مالک اشتر کے حکم پر مسلمانوں نے بہت جلد انہیں گرفتار کر لیا۔

اب صبح صادق کے آثار ظاہر ہو چلے تھے۔

یوقنا محلسرا کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ لوقا تھا۔ جنگ کے باعث محل کے پہریدار بھی شریک جنگ ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے محل سرا کے دروازے پر اس وقت کوئی پہریدار موجود نہ تھا۔

جب یہ دونوں دروازے پر پہنچے تو انہوں نے ایک شخص کو ایک گٹھڑی سی اٹھا کر لاتے ہوئے دیکھا یوقنا نے اسے پکڑ لیا۔

وہ اسے لے کر دروازے سے باہر آ گئے۔ یوقنا نے اجالے میں اس شخص کو پہچان لیا۔ یہ مرجس تھا اور اس کی گود میں نازک اندام لوسی تھی۔

یوقنا کو نہایت طیش آیا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے مرجس کی گردن مضبوط پکڑ لی اور گرجتے ہوئے کہا:

"کم بخت۔ بے حیا۔ تو لوسی تک کیسے پہنچ گیا؟"

لوسی کو فوراً لوقا نے اپنی گود میں لے لیا۔ مرجس کانپ رہا تھا۔ اس نے کہا:

"جناب۔ جب میں نے آپ کو رومیوں سے لڑتے دیکھا اس محل کے دروازے پر آیا۔ رومی پہرہ دے رہے تھے۔ میں نے حکمت عملی سے ان کو بھی لڑائی میں شرکت کی ترغیب دی۔ وہ لڑنے کے لیے چلے گئے۔

میں محلسرا کے اندر پہنچا۔ مجھے لوسی کا کمرہ تلاش کرنے میں دیر لگ گئی۔ وہ ملکہ کے کمرے میں سو رہی تھی۔ میں نے اس کے منہ پر بے ہوش کرنے کے لیے اپنا رومال ڈال دیا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تو میں اسے اٹھا لایا۔

مگر معلوم ہوا کہ وہ میری قسمت میں نہیں ہے اور میں اپنی قسمت سے جنگ کر رہا ہوں۔ میں آپ سے معافی چاہتا ہوں اور آیندہ دغابازی نہ کرنے کا عہد کرتا ہوں۔"

یوقنا کو غصہ آ رہا تھا۔ اس نے خنجر کھینچا اور دغاباز مرجس کے سینے میں بھونک دیا۔ مرجس نے ایک آہ کی اور مردہ ہو کر زمین پر جا پڑا۔

اب لوقا اور یوقنا لوسی کو لے کر لاون کے کمرے میں پہنچے۔ لاون جاگ رہا تھا۔ لوسی کو لاون کی مسہری پر لٹا دیا گیا۔

تھوڑی دیر میں اسے ہوش آ گیا۔ ملکہ اور زیتون بھی اسی کمرے میں آ گئیں۔ لوقا نے سب کو مرجس کی کرتوت سنا دی۔ سب نے لوسی کے بچ جانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

مالک اشتر نے رومی قیدیوں کو بارکوں میں بند کر دیا اور صبح کی نماز پڑھ کر سب نے آرام کیا۔ وہ رات بھر نہ سوئے تھے بلکہ رات کو سفر کرتے، لڑتے مرنے میں مشغول رہے تھے اس لیے دن چڑھے تک سوتے رہے۔ جب وہ بیدار ہوئے تو سورج کافی حد تک بلند ہو چکا تھا اور دھوپ میں تمازت آ چکی تھی۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

یوقنا نے وادریس کا جنازہ نہایت احترام سے اٹھا کر مسیحی مذہب کے موافق شاہی قبرستان میں دفن کرا دیا۔

قاتل کی بہت تلاش کی گئی لیکن اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ نہ جانے وہ کون تھا؟ وادریس کی ملکہ بھی مسلمان ہو گئی۔

اب لاؤن کو آرام تھا صرف ضعف باقی تھا۔ مالک اشتر اس کی کمزوری کی وجہ سے اعزاز میں مقیم رہے۔ جب لاؤن کا ضعف جاتا رہا اور وہ سفر کرنے کے قابل ہو گیا تو مسلمانوں نے معزز رومی قیدیوں سے یوقنا، ملکہ زیتون، ملکہ اعزاز، لوقا، لوسی اور لاؤن کے ہمراہ قلعہ حلب کی طرف کوچ کیا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

مسرت خیز انجام

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ قلعہ حلب میں مقیم تھے۔ انہیں قلعہ اعزاز کی فتح کی خبر پہنچ چکی تھی۔ وہ روزانہ مالک اشتر اور یوقنا کی واپسی کا انتظار کرتے تھے۔

اس عرصہ میں حلب کے قریب والے گاؤں کے رومی روزانہ آ کر مسلمان ہو رہے تھے حلب سے باہر کے مسلمانوں کے لشکر میں ہر وقت میلہ سا لگا رہتا تھا۔ رومی روزانہ لشکر کے قریب بازار لگاتے تھے جس میں صبح سے شام تک خرید و فروخت ہوتی رہتی تھی۔

رومیوں کو مسلمانوں سے اس تجارت میں معقول فائدہ ہو رہا تھا۔ ہر وقت کا ملنا جلنا ہر وقت کی صحبت اپنا رنگ لا رہی تھی۔ رومی مسلمانوں کے بہت مداح تھے۔ وہ ان کی ایمان داری اور پرہیزگاری کے قائل ہو گئے تھے۔

اول اول رومی عورتوں نے بھی مسلمانوں کے لشکر میں خرید و فروخت کے لیے آنا شروع کیا۔ مسلمانوں نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ چنانچہ انھوں نے معزز رومیوں کو بلا کر سمجھا دیا کہ وہ رومی عورتوں کو مردوں کے پاس مسلمانوں کے لشکر میں آنے سے روک دیں البتہ یہ عورتیں عرب عورتوں میں جا کر تجارت کر لیا کریں۔

چنانچہ اب رومی عورتوں نے مسلمانوں کے لشکر میں آنا بند کر دیا تھا۔ ان کے لیے ایک راستہ تجویز کر دیا گیا تھا۔ وہ اسی مخصوص راستے سے عرب عورتوں کے پاس جا کر خرید و فروخت کرتی تھیں۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

دن گزرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک قاصد نے آکر مالک اشتر کے آنے کی اطلاع دی۔ مسلمان اپنے بھائیوں کی آمد کی خبر سن کر خوش ہو گئے۔ وہ ان کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

○

ایک دن جبکہ سورج دو تہائی حصہ دن کا طے کر چکا تھا، قلعہ اعزاز کی طرف گرد و غبار نمودار ہوا۔ مسلمانوں نے اس غبار کو مالک اشتر کی آمد کا پیغام سمجھا۔

انہوں نے فوراً حضرت ابو عبیدہؓ کو اطلاع دی۔ حضرت ابو عبیدہؓ معہ حضرت خالدؓ، حضرت ضرارؓ اور دیگر سربرآوردہ مسلمانوں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر استقبال کے لیے قلعہ سے باہر نکلے۔ ان لوگوں کے عقب میں اور بھی ہزاروں عرب صفیں باندھ کر آنے والے لشکر کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔

غبار بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ غبار کا پردہ چاک ہوا اور سامنے سے عربی سوار آتے ہوئے نظر آئے۔ ان سواروں کے خود دھوپ میں چمک رہے تھے۔ ان کے گھوڑے کنوتیاں کھڑی کیے سر اٹھائے قدم قدم آ رہے تھے۔

ان آنے والوں نے بھی استقبال کرنے والوں کو دیکھ لیا۔ انہوں نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام وادی اس نعرہ کی آواز سے گونج اٹھی۔

استقبال کرنے والے عربوں نے بھی جواب میں نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا۔ ان کے نعرہ نے قلعہ میں زلزلہ ڈال دیا۔

قلعہ کے قرب و جوار میں بسنے والے دیہاتی ان نعروں کی آوازوں کو سن کر خوفزدہ ہو گئے۔ وہ اپنے اپنے مواضعات سے باہر نکل کر قلعہ اعزاز کی طرف سے آنے والے مسلمانوں کے لشکر کو شوق سے دیکھنے لگے۔

آنے والا لشکر آہستہ قدمی سے بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اس لشکر کے آگے مالک اشتر تھے جن کے ہاتھ میں اسلامی پرچم تھا جو ہوا میں لہرا رہا تھا۔

مالک اشتر کے پیچھے یوقنا، لوقا، لاون، لوسی، زیتون اور ملکہ تھیں۔ ان سے کسی قدر فاصلہ پر عربی لشکر تھا۔ لشکر کے وسط میں رومی قیدی تھے۔ ان قیدیوں میں عورتیں اور مرد تھے۔ یہ سب قیدی گھوڑوں پر سوار تھے۔

پری وش لوسی کا چہرہ جالی دار سبز ریشمی نقاب میں پوشیدہ تھا۔ اس کے رخِ روشن پر دھوپ کی گرمی سے عرق آ رہا تھا۔ اس کے گلابی رخسار ایسے نکھر رہے تھے جیسے بارش سے دھل کر گلاب کے پھول نکھر جاتے ہیں۔

یہ سب نہایت خاموشی سے قدم قدم چلے آ رہے تھے۔ دیہاتی رومی اس لشکر کی شاندار آمد کو حیرت و وقار کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

رفتہ رفتہ مالک اشتر حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس آ گئے۔ انھوں نے گھوڑے سے اتر کر کہا:

"السلام علیک!"

حضرت ابو عبیدہؓ نے سلام کا جواب دیا۔ وہ بھی گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور مالک سے مصافحہ کیا۔

یوقنا نے بھی گھوڑے سے اترنا چاہا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے انہیں اترنے سے منع کیا لیکن وہ سوئے ادب سمجھ کر گھوڑے سے اتر پڑے۔ انھوں نے حضرت ابو عبیدہؓ سے مصافحہ کیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے بلند آواز سے کہا:

"کوئی اور شخص اپنے گھوڑے سے نہ اترے۔"

اس لیے سب گھوڑوں پر بدستور سوار رہے۔ اب حضرت ابو عبیدہؓ اور یوقنا اور مالک اشتر بھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور آہستہ آہستہ قلعہ حلب کی طرف روانہ ہوئے۔

اثنائے راہ میں مالک اشتر، قلعہ اعزاز کی فتح کے واقعات سناتے رہے۔ جب وہ قلعہ کے دروازے پر پہنچے تو انھوں نے عربی لشکر کو قلعہ سے باہر فروکش ہونے کا حکم دیا۔ قیدی قلعہ کے اندر روانہ کیے گئے۔

سب کے بعد میں شہزادہ لاون اور پری زاد لوسی نے حضرت ابو عبیدہؓ کو سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دے کر کہا:

"بیٹی لوسی۔ اچھی تو رہیں؟"

اس وقت لوسی شرم و حیا کی مورت بنی کھڑی تھی۔ اس نے شرما کر کہا:

"خدا کا شکر ہے۔ آپ کی عنایت سے بخیریت ہوں۔"

ابو عبیدہؓ: شہزادے۔ تمہارا چہرہ بہت اترا ہوا ہے۔ کیا بات ہے؟

لاون: میں بیمار تھا۔ ابھی آرام ہوا ہے۔ کسی قدر ضعف باقی ہے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

ابوعبیدہؓ: اچھا۔ اب تم دونوں آرام کرو۔ اس وقت راہ کا کسل ہوگا۔

لوسی اور لادن نے پھر سلام کیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے دعا دی۔ اب یہ سب قلعہ کے اندر چلے گئے۔

قلعہ اعزاز سے آنے والے عرب اپنے بھائیوں سے مل کر خوش ہوئے۔

اب آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ مسلمانوں نے مغرب کی نماز پڑھی۔ لوسی نماز سے فارغ ہو کر اپنے کمرہ میں بیٹھی تھی۔ کمرے میں مشعل روشنی ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد مریم کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ اس نے شہزادی کو سلام کیا۔ لوسی اس سے اٹھ کر بغل گیر ہو گئی۔ خیر و عافیت دریافت کی گئی۔ لوسی مسہری پر بیٹھ گئی مریم اس کے قریب کرسی پر بیٹھ گئی۔

مریم نے مسکرا کر کہا:

"شہزادی کا دل اعزاز میں تو خوب لگا؟"

لوسی: واقعات ہی ایسے پیش آئے کہ مجبوراً اتنے دن رکنا پڑا۔

مریم: اور وہ مجبوری شہزادہ لادن سے ملاقات تھی۔

مریم شوخی سے مسکرا رہی تھی۔ لوسی شرما گئی۔ اس نے شرم آلود نظروں سے مریم کی طرف دیکھ کر کہا:

"تمہیں تو شہزادے کے تذکرے کے سوا اور کوئی ذکر اچھا ہی معلوم نہیں ہوتا۔"

مریم: جی کیوں نہیں مگر اس ذکر سے گدگدی آپ کے دل میں ہوتی ہے۔

لوسی: واہ۔ میرے دل میں گدگدی کیوں ہوتی۔

مریم: شہزادہ لادن کو دیکھ کر آپ کے چہرے پہ رونق کیوں آجاتی ہے۔

لوسی: تم میرا ذکر کر رہی ہو یا؟

مریم: جس کا سمجھو۔

لوسی: میرے خیال میں تم آپ بیتی کہہ رہی ہو۔

مریم: چور کی داڑھی میں تنکا۔

لوسی: تم شہزادے سے ملیں بھی؟

مریم: میں کیوں ملتی۔ مجھ سے شہزادے کا کیا واسطہ!

لوسی: خوب۔ آج واسطہ نہیں رہا لیکن شہزادے کو یاد کون کر رہا تھا؟

مریم: جو یاد کر رہا تھا وہ شہزادے کے پاس پہنچ گیا۔

لوسی: کہاں پہنچ گیا۔ تم تو ابھی یہیں ہو۔

مریم: مجھے کیوں لے جانے لگا تھا کوئی۔

لوسی: ٹھہرو۔ میں لے جاؤں گی۔

مریم: تم اگر لے جانا چاہتیں تو اعزاز میں تنہا نہ جاتیں۔

لوسی: آہا۔ یہ بات ہے جب تو مجھے معافی مانگنی چاہیے۔

مریم: معافی مانگنے کی ضرورت نہیں۔ اکثر دفعہ رشوق میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔

لوسی: اچھا چلو اب میں تمہیں شہزادے سے ملا دوں۔

مریم: اللہ رے دیدار کا شوق شہزادے کی صورت دیکھنے کو جی چاہ رہا ہوگا۔

لوسی: شرمانے کی ضرورت نہیں۔

مریم: ہاں تمہاری شرم تو شہزادے نے.....

لوسی نے جلدی سے مسکرا کر مریم کے منہ پر اپنا نازک ہاتھ رکھ کر کہا:

"خدا کے لیے چپ رہو۔ کوئی سنے گا تو کیا کہے گا۔"

مریم ہنسنے لگی۔ اس نے کہا:

"دل تھوڑا نہ کرو۔ میں ابھی شہزادے کو تمہارے پاس بھیجے دیتی ہوں۔"

مریم یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ لوسی نے جلدی سے اس کا پلہ پکڑ لیا اور کسی قدر مسکرا کر کہا:

"بڑی شوخ ہو۔ یہ آج تمہارے دل میں کیا ہے؟"

مریم نے مسکرا کر کہا:

"میرا دامن کیوں پکڑتی ہو۔ شہزادے کا ہاتھ پکڑنا۔"

لوسی: اللہ رے شوخی۔ اچھا بیٹھ جاؤ۔

مریم: یہ آنکھیں شہزادے کو دکھانا۔ مجھ پر ان چتونوں کا اثر نہ ہوگا۔

لوسی: وہ تو میں پہلے ہی سے جانتی ہوں کہ تم سنگدل ہو۔

مریم: ایک بت کی صحبت نے سنگدل بنا دیا۔

لوسی: خوب۔ تم بتوں کو بھی پوجتی ہو۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

مریم: میں ہی کیا زمانہ اس کی پرستش کرتا ہے۔

لوسی: میں بھی سنوں۔ وہ کونسا بت ہے۔

مریم: وہ تم ہو جس پہ میں، مرجس، شہزادہ اور نہ جانے کون کون فدا ہے۔

لوسی شرما گئی۔ اس نے شرم آلود نظروں سے مریم کو دیکھ کر کہا:

"بس مذاق ہی کرنا آتا ہے"۔

مریم: نہیں۔ کام بھی کروں گی۔

لوسی نے بھولے پن سے کہا:

"کیا کرو گی؟"

مریم: شہزادے کو تمہارے پاس بھیج دوں گی؟

لوسی: اللہ رے شرارت۔ کوئی بات شوخی سے خالی نہیں۔

مریم: پیاری شہزادی۔ مدت میں ملی ہو۔ میں تمہیں ہر وقت یاد کرتی تھی۔ تم نے تو مجھے کیوں یاد کیا ہوگا!

لوسی: نہیں مریم! مجھے تم اکثر یاد آتی تھیں۔ تم نے مرجس کے کرتوت بھی سنے۔

مریم: مجھے کچھ معلوم نہیں۔ صرف یہ سنا تھا کہ مرجس کہیں بھاگ گیا۔

لوسی: وہ ہمارے ساتھ گیا تھا۔ رات کو جب راستے میں ہمارا قیام ہوا وہ کمبخت میرے خیمہ میں آ گیا اور مجھے زبردستی گود میں اٹھا کر لے چلا۔ وہ تو اس کا پیر رسوں میں الجھ گیا وہ گر پڑا گیا اور میں اس کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔ خدا نے بڑا فضل کیا۔

مریم: وہ بڑا شیطان ہے۔ اسے ہر وقت شیطنت ہی سوجھتی ہے۔

لوسی: اب وہ دنیا میں کہاں ہے۔ وہ تو جہنم میں گیا۔

مریم: خود مر گیا یا کسی نے مار ڈالا۔

لوسی: وہ بڑا فتنہ تھا کسی طرح قلعہ اعزاز میں پہنچ گیا۔ جب قلعہ میں جنگ ہونے لگی میں اس وقت ملکہ کے کمرے میں سو رہی تھی۔ وہ مجھے بے ہوش کر کے اٹھا لے گیا۔ جب وہ محلسرا کے دروازے پر پہنچا تو باہر سے عادل بادشاہ آ رہے تھے۔ انہوں نے مجھے اس سے چھڑایا اور اسے مار ڈالا۔

مریم: میں نے پہلے ہی سن لیا تھا۔ خدا نے بڑی خیریت کی۔

لوسی: ہاں مریم۔ خدا نے بڑا فضل کیا۔

مریم: سنا تھا شہزادہ بھی بیمار ہو گیا تھا۔

لوسی: ہاں۔ بیمار بھی ایسا کہ بچنے کی توقع ہی نہ رہی تھی۔ جس روز ہم اعزاز میں پہنچے ہیں اس کی حالت نہایت خراب تھی مگر خدا نے مہربانی کی۔ اسے آرام ہو گیا۔

مریم: معلوم ہوا کہ مرض کیا تھا؟

لوسی: میں کیا جانوں۔ ڈاکٹر کو خبر ہو گی۔

مریم: ایسی ہی انجان ہو۔ وہ تمہاری محبت میں مرنے کے قریب پہنچ گیا تھا۔

لوسی: پھر وہی شرارت!

مریم: یہ شرارت نہیں۔ مجھے سب معلوم ہے۔

لوسی: جی کیوں نہیں۔ تمہیں تو الہام ہوتا ہے۔

مریم: بھولی شہزادی۔ سب کو شہزادے کی محبت کا حال معلوم ہو گیا ہے۔

لوسی: بس رہنے دو۔ کیوں مجھے بدنام کرتی ہو۔

مریم: محبت گناہ نہیں نہ عیب ہے۔ اس میں بدنامی کیا ہوتی!

لوسی: میں ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتی۔

مریم: اس میں کیا شک ہے۔ تبھی تو ساری ساری رات شہزادے کی تیمارداری کرتی ہیں۔

لوسی: تیمارداری کرنا اور بات ہے۔

مریم: ڈاکٹر نے صاف کہہ دیا کہ یہ مرضِ عشق ہے۔ اس کا علاج ہی شہزادی کی تشریف آوری تھی۔

لوسی: یہ ڈاکٹر بھی بڑے شریر ہوتے ہیں۔

مریم: یہ تو ان کی قابلیت ہے کہ مرض کو معلوم کر لیا۔

لوسی: اچھی قابلیت ہے۔ دوسرا چاہے بدنام ہو جائے۔

مریم: خیر اب اس ذکر کو جانے دو۔ معاف کرنا میں نے تمہیں بہت پریشان کیا۔

لوسی: نہیں نہیں، کوئی بات رہ گئی ہو تو وہ بھی کہہ ڈالو۔

مریم: پیاری شہزادی۔ مدت میں ملی ہو۔ ابھی باتوں سے دل نہیں بھرا مگر تمہیں کسل ہو رہا ہو گا آرام کرو۔ خدا حافظ!

مریم اٹھ کھڑی ہوئی۔ لوسی نے کہا: "شب بخیر!"

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

ندیم

مریم سلام کرکے چلی گئی۔ چونکہ رات زیادہ ہوگئی تھی اس لیے لوسی بھی سونے کے لیے بستر پر لیٹ گئی۔

○

ہر مکان کی مکینوں ہی سے رونق ہوتی ہے۔ قلعہ حلب میں اگرچہ رومی اور ہزاروں مسلمان فروکش تھے لیکن یوقنا، زیتون اور لوسی کے نہ ہونے کی وجہ سے قلعہ پر اداسی چھا رہی تھی۔ اب جبکہ یہ سب لوگ آگئے تھے تو قلعہ میں پھر وہی چہل پہل ہوگئی تھی۔

رات کو سب نے آرام کیا۔ صبح کو نماز پڑھ کر حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس یوقنا، لوقا اور لاون بھی آگئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا:

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کی تدبیر سے قلعہ اعزاز فتح کرا دیا ورنہ بڑی دقتیں پیش آتیں۔"

یوقنا: افسوس ہے میری تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ کسی جاسوس نے ہماری منصوبہ بندی کی دادریس کو اطلاع دے دی۔ اس نے ہمیں گرفتار کر لیا۔ اگر خدا کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو میں اور میرے ساتھی مسلمان سب شہید کر دیے جاتے۔

ابوعبیدہؓ: میں نے سب سن لیا ہے۔ وہ کون شہزادہ تھا جس نے مسلمانوں کو رہا کیا تھا۔

یوقنا نے لوقا کی طرف اشارہ کرکے کہا:

"اسی شہزادے کی بدولت ہمیں رہائی ملی۔ یہ دادریس کے بڑے صاحبزادے ہیں ان کا نام لوقا ہے۔ یہ مسلمانوں کو رہائی دینے سے پہلے ہی مسلمان ہوگئے تھے۔"

ابوعبیدہؓ: شہزادے! مسلمان تمہارے شکر گزار ہیں۔

لوقا: اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب سے میں نے مسلمانوں کے مذہب کا حال سنا تھا میرا دل اسی وقت سے اسلام کی طرف راغب تھا۔ اکثر میں غور کرتا تھا کہ مجھے اسلام سے اتنی انسیت کیوں ہے؟ مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اب جبکہ میں مسلمان ہوگیا ہوں، میں نے اسلام کے اصولوں کو دوسرے مذاہب سے مقابلہ کیا ہے۔ حقیقت میں اسلام اپنے زریں اصولوں کی وجہ سے قابل قبول مذہب ہے۔ میں نے اسلام کی محبت سے متاثر ہو کر مسلمانوں کو رہا کیا۔

ابوعبیدہؓ: پھر ہمیں تمہارا اور زیادہ شکر گزار ہونا چاہیے۔ بہت ممکن ہے کہ تم اپنے باپ کے غم سے متاثر ہو کر مسلمانوں کو نقصان پہنچا دیتے۔ چھوٹے شہزادے کا کیا نام ہے؟

لوقا: اس کا نام لاون ہے۔

ابوعبیدہؓ: خدا تم دونوں بھائیوں کو خوش و خرم رکھے۔

اب آفتاب کسی قدر بلند ہوگیا تھا۔ عرب سردار ایک ایک دو دو کرکے سب اٹھ گئے تھے۔ یوقنا اور لاون بھی چلے گئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ اور لوقا بیٹھے تھے۔

لوقا نے ادب سے کہا:

"میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

ابوعبیدہؓ: کہو۔ میں شوق سے سنوں گا۔

لوقا: اس کے کہنے میں مجھے حجاب معلوم ہوتا ہے لیکن کہے بغیر رہا بھی نہیں جاتا۔

ابوعبیدہؓ: حجاب کی ضرورت نہیں۔ تمہیں جو کہنا ہے شوق سے کہو۔

لوقا: آپ کو میرے بھائی لاون اور شہزادی لوسی کی محبت کا حال معلوم ہوگا۔

ابوعبیدہؓ: ہاں مجھے معلوم ہے۔

لوقا: میرے بھائی کو لوسی سے بہت زیادہ محبت ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ اس کی محبت میں جان نہ دے دے۔ چونکہ میرے باپ کا انتقال ہوگیا ہے اس لیے اب کوئی ایسا بزرگ نہیں جو عادل بادشاہ سے لوسی کی بابت تحریک کرے اور مجھے اتنی جرأت نہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ مہربانی کرکے ان سے اس تذکرہ کو چھیڑ کر اس شادی کو سرانجام فرما دیں۔

ابوعبیدہؓ: شہزادے! سیاسی معاملات میں تم جو چاہو میں مراعات دے سکتا ہوں اور جس شہر یا قصبہ کے لیے تم چاہو ہمیں رعایت کر سکتا ہوں لیکن یہ معاملہ تمہارا آپس کا ہے میں اس میں کوئی دخل نہیں دینا چاہتا۔

لوقا: لیکن میں ان سے کہہ نہیں سکتا اور بغیر کہے یہ کام ہو نہیں سکتا۔

ابوعبیدہؓ: تم اپنی والدہ سے کہو وہ تحریک کریں۔

لوقا: بہت اچھا مگر آپ بھی کچھ اشارہ کر دیں تو مناسب ہے۔

ابوعبیدہؓ: اگر انہوں نے مجھ سے مشورہ کیا تو میں ضرور کہوں گا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

یوقنا: بہتر ہے۔ اچھا اب میں اجازت چاہتا ہوں۔

ابو عبیدہؓ: خدا حافظ۔

یوقنا سلام کر کے چلا گیا۔ اس نے محلسرا میں پہنچ کر حضرت ابو عبیدہؓ کی تمام گفتگو سے اپنی والدہ کو اطلاع دی۔

اگرچہ ملکہ کو اپنے شوہر کا غم تھا مگر وہ لاون کی کیفیت بھی دیکھ چکی تھی اس لیے اس نے ملکہ زیتون سے تذکرہ کیا۔

اتفاق سے اسی وقت یوقنا بھی آ گیا۔ زیتون نے یوقنا سے کہا:

"مجھ سے ابھی تک لاون نے کچھ نہیں کہا اس لیے میں ابھی کوئی جواب نہیں دے سکتا۔"

یوقنا کے اس کہنے سے اس کی رضامندی مترشح تھی۔ وہ اٹھ کر چلا گیا۔

لاون کو بھی اس تمام گفتگو کا علم ہو گیا۔ ایک روز اس نے یوقنا سے اپنی آرزو کا اظہار کیا۔ یوقنا نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی۔

یہ مسرت افزا خبر تمام قلعہ میں پھیل گئی۔ ہر شخص کو اس نسبت کا علم ہو گیا۔

شادی کی تیاریاں ہو گئیں۔ انتظامات کیے جانے لگے۔ ملکہ نے قلعہ اعزاز میں جانا چاہا مگر یوقنا نے کہہ دیا:

"وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ سب کچھ یہاں مہیا ہو سکتا ہے۔"

چنانچہ ملکہ نے بھی حلب میں رہتے ہوئے تیاری شروع کر دی۔

حضرت ابو عبیدہؓ کے مشورہ کر کے یوقنا نے نکاح کی تاریخ مقرر کر دی اور لوقا کو اس سے بڑی مسرت ہوئی۔ شہزادہ لاون کی خوشی کی تو انتہا نہ تھی۔

○

دن گزرتے رہے یہاں تک کہ تاریخ معینہ آ گئی۔

صبح ہی سے محلسرا کے دروازے پر شادیانے بجنے لگے۔ یوقنا نے بہت کچھ انتظام کیا تھا اور مسلمانوں کے تمام لشکر کی دعوت کی تھی۔

اس وقت قلعہ حلب میں خوب چہل پہل تھی۔ اس شادی کی شہر حلب میں بھی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ رومی معززین نے دلہن کو تحائف بھیجنے شروع کر دیے تھے۔

عصر کا وقت نکاح کے لیے تجویز ہوا تھا۔ انتظامات کرنے میں وقت گزرتا ہوا معلوم نہ ہوا۔ یوقنا کے ملازمین ہر طرف کام کرتے پھر رہے تھے۔

اب دن دو ثلث کے قریب گزر گیا تھا۔ مشاطہ نے لوسی کو آراستہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس وقت اسے گلابی ریشمیں کپڑے پہنائے گئے تھے۔ اس کے نازک سر پر نیم دائرے کا تاج رکھا گیا تھا جس میں ہیرے اور جواہرات آویزاں تھے۔ صراحی دار گردن میں نہایت سبک گلوبند تھا جس میں جواہرات ٹکے ہوئے تھے جن کے گوناگوں رنگ چمک رہے تھے۔ کانوں میں طلائی بندے تھے۔ ان بندوں میں دونوں طرف ایک ایک ہیرا لٹک رہا تھا۔

گلے میں ایک ہار بھی تھا جو طلائی تھا اور اس میں بھی رنگ رنگ کے جواہرات نہایت کاریگری سے آویزاں کیے گئے تھے۔ اس ہار کے آخر میں ایک بڑا لعل تھا۔ ہاتھوں میں سونے کی ایک ایک چوڑی تھی۔

ان جواہرات کی ضو نے لوسی کو حور بنا دیا تھا۔ اس وقت اس کے رخ پر نظر نہ ٹھہرتی تھی وہ حسن و جمال کی مجسم تصویر نظر آ رہی تھی۔

جس وقت مشاطہ چلی گئی اور لوسی تنہا رہ گئی تو اس نے کھڑے ہو کر قد آدم آئینہ میں خود کو دیکھا۔ وہ اپنا جلوۂ جہاں آرا دیکھ کر حیران رہ گئی۔

اس وقت اسے اپنی صورت کچھ ایسی بھلی معلوم ہوئی کہ اپنی ہی صورت کی تماشائی بن کر آئینہ کے سامنے کھڑی رہ گئی۔

ابھی وہ آئینہ کے سامنے ہی کھڑی تھی کہ کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ شہزادہ لاون آ رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر شہزادے کو دیکھا۔

لاون پری وش لوسی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ ٹھٹک کر رک گیا۔ رعب حسن نے اسے آگے بڑھنے کی اجازت نہ دی۔

شہزادی نے شرما کر کہا:

"شہزادے! تم اس وقت کہاں؟"

لاون چونک پڑا۔ آگے بڑھا اور اس نے کہا:

"اللہ اللہ! چشم بد دور۔ آج تو حوروں سے بھی بڑھ کر معلوم ہو رہی ہو۔"

لوسی شرما گئی۔ بڑھی ہوئی حیا نے اس کی نظریں جھکا دیں۔ وہ شرم و حیا کی تصویر بن کر کھڑی

Uploaded By Muhammad Nadeem
ندیم
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

رہ گئی۔ لادن لوسی کے قریب آیا۔ اس نے اس کا نرم و نازک ہاتھ پکڑ کر کہا:

"شہزادی......"

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ لوسی نے مسکرا کر کہا:

"مہربانی کر کے الگ کھڑے ہو کر بات کیجیے۔"

جس وقت شہزادی نے یہ کہا اسی وقت شوخ و شریر مریم کمرے کے دروازے پر آئی اور دیٹی پر دے کے پیچھے کھڑی ہو کر ان دونوں کی گفتگو سننے لگی۔

لادن نے حسرت بھری نظروں سے شہزادی کو دیکھ کر کہا:

"اس قدر ظلم نہ کرو۔ بڑی مشکل سے لوگوں کی نظریں بچا کر آیا ہوں۔ ذرا اپنے جمالِ جہاں آرا کی سیر کر لینے دو۔"

لوسی: اچھا دیکھ لیا۔ اب مہربانی کیجیے۔

لادن: کہاں دیکھ لیا۔ ابھی تو آ کر کھڑا ہوا ہوں۔

لوسی: پر تم آئے ہی کیوں؟

لادن: تمہارے حسن کی کشش کھینچ لائی۔

لوسی: شہزادے اب جاؤ۔ دیکھو کوئی آ جائے گا۔

لادن: آنے دو۔ آج دل بھر کے دیکھ لینے دو۔

لوسی: واہ وا۔ میں ان باتوں کو پسند نہیں کرتی۔

لادن: اس قدر ظلم نہ کرو۔

لوسی: کیا بھولی صورت بنائی ہے جس سے خواہ مخواہ لوگوں کو رحم آ جائے۔

لادن: لیکن تم ایسی بے رحم ہو کہ تمہیں رحم آ ہی نہیں سکتا۔

لوسی: اچھا تم اپنا مطلب کہو۔

لادن: بس ایک پیار۔

لوسی نے مسکرا کر کہا:

"نہیں نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ بس آپ الگ رہیے۔"

لادن: پیاری۔ اب صبر نہیں ہو سکتا۔

یہ کہہ کر لادن قریب پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے لوسی کو اپنے قریب کیا۔ لوسی

شرما کر ہنسنے لگی۔ لادن نے ایک پیار بھری نظر اس پر ڈال کر بازو لوسی کی کمر کے گرد حائل کر دیا۔ لوسی کسمسائی۔ اس نے شہزادے کی آغوش سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا:

"ہٹو ہٹو۔ یہ تم کیا کرنے لگے۔"

لادن نے محو وحشت لوسی کو سینے سے لگا لیا اور اس کا بوسہ لینے لگا۔

لوسی (جلدی سے): نہیں نہیں، ہٹو دیکھو کوئی ادھر آ رہا ہے۔

لادن: آنے دو۔

آنے والی مریم تھی۔ مریم کے قریب آنے سے قبل ہی لادن نے لوسی کے لبِ لعلیں کا بوسہ لے لیا۔ لوسی شرم سے سرخ ہو گئی۔

شوخ و شریر مریم مسکرا رہی تھی۔ وہ اپنی ہنسی کو روکنے کی بھرپور سعی کر رہی تھی۔ اس کے پیارے چہرے پہ ہلکا گلابی رنگ دوڑ گیا تھا۔ وہ لادن کو لوسی کے ہونٹ چومتے دیکھ چکی تھی۔ اس نے ہنس کر شہزادے سے کہا:

"شہزادہ حضور۔ ہماری شہزادی کے لب آپ نے پھیکے کر دیے۔"

لوسی شرما گئی۔ وہ جلدی سے اٹھی اور اس جگہ سے بھاگ گئی۔ مریم بھی شہزادی کے پیچھے گئی۔

تھوڑی دیر بعد مریم اکیلی واپس لوٹی تو شہزادے نے اس کی کلائی مضبوطی سے پکڑ لی اور کہا:

"شریر مریم۔ تم نے میری شہزادی کو پریشان کیا ہے۔ چلو اب میرے ساتھ کمرے میں۔ میں تمہیں اس شرارت کی سزا دوں گا۔ تمہیں شہزادی کو راضی کرنا ہو گا۔"

مریم ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے ہنس کر کہا:

"شہزادے۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی۔ تم خود جا کر شہزادی کو راضی کر لو۔"

لادن نے کہا:

"میں تمہیں اٹھا کر لے چلتا ہوں۔"

مریم یہ سن کر لجا گئی۔ اس نے جلدی سے کہا:

"شہزادے۔ مجھے گود میں نہ اٹھانا۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔"

وہ دونوں لوسی کے کمرے میں آئے۔ لوسی کھڑکی کے قریب کھڑی تھی۔ وہ شرما رہی تھی۔ بڑھی ہوئی شرم کے باعث اس کا بدن کانپ رہا تھا۔

مریم نے شوخی سے مسکرا کر کہا:

ندیم
Uploaded By Muhammad Nadeem
Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

"واہ وا۔ اب دکھاوے کی شرم دکھا رہی ہیں۔ پہلے شہزادے کو بوسے دے رہی تھیں"۔
یہ سن کر لومی کا چہرہ فرطِ حیا سے سرخ ہو گیا۔ اس نے شکایت بھری نظروں سے مریم کی طرف دیکھا۔

مریم پوری پوری شرارت پر تلی ہوئی تھی۔ اس نے ایک اور وار کیا:
"آج شرما رہی ہیں۔ جب شہزادے سے شادی ہو گئی تو ساری شرم بالائے طاق رکھ دیں گی تب شرم کے مارے ہمیں منہ چھپانا پڑے گا!"

لاون نے جب دیکھا کہ مریم حد سے بڑھ رہی ہے اور ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے لومی کہیں بے ہوش ہو جائے تو اس نے دھکا دے کر مریم کو کمرے سے نکال دیا اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے لومی کو والہانہ پیار کرنے لگا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

nned And Uploaded By Muhammad Nade